بسم اللہ الرحمن الرحیم

دلائل و براہین سے مزین، منفرد و مستند فتاویٰ کا مجموعہ بنام

فتاویٰ حبیبیہ

تصنیف

مفتی احمد ادیب مصباحی

ناشر

صراط پبلیکیشنز
www.siraatpublications.com

فتاویٰ حبیبیہ

مصنف	مفتی احمد ادیب مصباحی
صفحات	468
پہلا ایڈیشن	دسمبر، ۲۰۲۳ء
ناشر	صراط پبلیکیشنز

SIRAAT PUBLICATIONS

+919927187748 +919927187748

Siraat Publications Siraat Studio

www.siraatpublications.com

تهديه

سراج الأمۃ، کاشف الغمۃ، امام اعظم ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ

اور

ان کے شاگردان رشید، قاضی المشرق والمغرب، امام ابو یوسف اور محرر مذہب حنفی، امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی

اور

تمام متقدمین و متاخرین فقہاے احناف نور اللہ مرقدھم

اور

مجدد اعظم، اعلی حضرت امام ہمام احمد رضا خان بریلوی

اور

ان کے شاگرد صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی

اور

ان کے شاگردان رشید

حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی

و

عمدۃ المحققین امام المناظرین مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمن اڑیسوی

رحمۃ اللہ تعالی علیھم اجمعین

کی خدمات عالیہ میں کہ جن کے فیوض و برکات سے جہان اسلام سیراب ہو رہا ہے

لاخیل عندي أهديها ولا مال
فليسعد النطق إن لم تسعد الحال

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احمد ادیب مصباحی

فہرست

کتاب الطہارات

جھوٹے کا بیان 142

نجاست کا بیان 145

وضو کا بیان.. 174

کتاب الصلاۃ

نماز کے آداب کا بیان

امامت کا بیان 275

باب صلاۃ العیدین

باب ادراک الفریضة

کتاب الجنائز

میت کے غسل اور کفن و دفن کا بیان 372

کتاب الزکاۃ

کتاب الصوم

کب روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے اور کب نہیں؟ 450

فدیہ کا بیان 454

مقدمہ

از: ادیب شہیر، رئیس التحریر، حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

باسمہ وحمدہ تعالیٰ و تقدس

''فتویٰ''، حکم کو کہتے ہیں، سائل کو شرعی احکام بتانے والا ماہر فن عالم ''مفتی'' کہلاتا ہے اور کسی مفتی سے شرعی احکام دریافت کرنے والے کو ''مستفتی'' کہا جاتا ہے۔ ''فقہ'' اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے وہ قران کریم کا خلاصہ اور سنت رسول کی روح ہے، یہ علم اسلامی شریعت کے مجموعی مزاج و مذاق کا ترجمان اور انسانی زندگی کے لیے چراغ راہ ہے، اسی لیے اسلامی علوم و فنون میں اس کی اہمیت اور اس کی حیثیت ممتاز رہی ہے، اسلامی طرز پر زندگی گزارنے والوں کے لیے اس کی کل بھی ضرورت تھی، آج بھی ہے اور آئندہ زمانے میں بھی رہے گی۔

یوں تو اسلامی فقہ و فتاویٰ کا اغاز آفتاب اسلام کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی ہو چکا تھا؛ لیکن چوں کہ اس زمانے کے لوگ نہایت سادہ زندگی گزارنے کے عادی تھے ان کی ضروریات زندگی محدود تھیں اسی لیے فقہاے صحابہ کی توجہات اس علم کی باضابطہ تدوین کی طرف مبذول نہ ہوئیں، بعد کے زمانے میں لوگوں کے طرز زندگی میں آہستہ آہستہ تبدیلیاں ہوتی گئیں اور سادگی کی جگہ تکلفات آتے گئے جن سے گوناگوں نئے مسائل سامنے آنے لگے جن کے شرعی حکم دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس لیے ماہرین فن نے اس کی طرف توجہ کی، سب سے پہلے فقہاے مدینہ نے تدوین فقہ و فتاویٰ کی داغ بیل ڈالی اور فقہاے کوفہ نے فتاویٰ و قضایا کے جمع و ترتیب پر زور دیا؛ لیکن فقہ اسلامی کی باضابطہ فقہی ابواب کے مطابق تدوین و ترتیب کا سہرا امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی علیہ الرحمۃ الرضوان کے سر جاتا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ تابعین کے آخری دور سے تعلق رکھتے ہیں انھوں نے اپنے سیکڑوں شاگردوں میں چالیس باکمال شاگردوں کا انتخاب کر کے ایک علمی مجلس کی تشکیل فرمائی، انھوں نے سب سے پہلے قران و حدیث سے مسائل و احکام نکالنے اور معلوم کرنے کے قوانین، شرعی نصوص کی روشنی میں مرتب فرمائے، پھر اپنے شاگردوں کو لے کر اسلامی اور فقہی احکام کی ترتیب و تدوین کا کام شروع کیا، یہ مجلس نہایت اعلی درجے کی تحقیقی اکیڈمی کی حیثیت رکھتی تھی، ہر مسئلے پر پوری آزادی کے ساتھ کھل کر بحث ہوتی، ہر شخص کو دلائل کے ساتھ اپنی رائے پیش کرنے کی مکمل آزادی تھی اور دوسرے سے اختلاف رائے کی کھلی اجازت تھی۔

امام موفق بن احمد مکی لکھتے ہیں:

اس مجلس میں اسلامی قانون کی تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفہ کی جامع مسجد میں اپنی درسگاہ میں تشریف رکھتے، ارد گرد ان کے منتخب تلامذہ اور شاگرد ہوتے، پھر مجلس میں کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا، اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق ہوتے اور خود حضرت امام کا بھی اتفاق ہوتا تو اسے اسی وقت نوٹ کر لیا جاتا اور اگر اس میں آپ کے شاگردوں میں اختلاف ہوتا تو پوری آزادی کے ساتھ اس کے بارے میں گرما گرم بحثیں ہوتیں، کبھی کبھی ان کے درمیان ایسی بحثیں ہوتیں کہ ان کی آوازیں مسجد میں گونجنے لگتیں، امام صاحب پورے صبر و تحمل کے ساتھ بہت غور سے ان کی تقریریں سنتے، پھر جب اس مسئلے کے تعلق سے گفتگو شروع فرماتے تو مجلس میں ہر طرف سناٹا چھا جاتا ایسا، محسوس ہوتا کہ مجلس میں کوئی موجود ہی نہیں۔

(مناقب الإمام الأعظم للموفق المکی ج:2 ص: 150، مطبوعه: مجلس دائرة المعارف النظامیه، حیدرآباد دکن)

اس طرح امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے پورے حزم و احتیاط اور مکمل اخلاص و دیانت داری اور کامل ذمہ داری کے ساتھ فقہ اسلامی (قانون اسلام) کی تدوین و ترتیب کا

فریضہ انجام دیا اور اس کو نہایت اعلی پیمانے پر انجام دینے کے لیے اس مجلس بحث و مذاکرہ میں شرکا کو بھرپور آزادانہ ماحول فراہم کیا تاکہ امام صاحب کے ادب و لحاظ اور عقیدت و محبت کے دباؤ میں شرکاے مجلس کھل کر اظہار خیال کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں اور قانون اسلامی کی تدوین میں کوئی کمی نہ رہ جائے ،اسی وجہ سے جب ایک دن مشہور محدث اور فقیہ حضرت وکیع بن جراح کی مجلس میں ایک شخص نے یہ کہا کہ امام ابو حنیفہ سے غلطی ہوئی، تو وہ بے حد ناراض ہوئے اور اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

من یقول هذا کالانعام بل هم اضل سبیلا۔

ترجمہ: جو لوگ اس طرح کی بات کرتے ہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بل کہ ان سے بھی بڑھ کر بے راہ ہیں۔

پھر فرمایا:

”امام ابو حنیفہ غلطی کیسے کر سکتے ہیں جب کہ ان کے ساتھ امام ابو یوسف، امام زفر اور امام محمد جیسے قیاس و اجتہاد کے ماہر، یحیی بن زکریا بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان بن علی اور مندل بن علی جیسے حُفّاظِ حدیث، قاسم بن معن بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود جیسے زبان و ادب کے ماہر اور داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے صاحبان زہد و تقوی موجود تھے ،جس کے رفقا و ہم نشین ایسے (باکمال) لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ غلطی کی صورت میں یہ لوگ انھیں حق کی طرف لوٹا دیں گے۔“

(جامع المسانید الامام الاعظم للامام محمد بن محمود الخوارزمی، مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ و الرضوان نے مجموعہ قوانین اسلام کی جمع و تدوین کے لیے جو ترتیب مقرر کی آج تک فقہی کتابوں میں وہی ترتیب جاری و ساری ہے، حضرت امام نے تدوین

کا آغاز مسائل طہارت سے کیا اور اس کے بعد عبادات (نماز، زکات، روزہ اور حج) کے ابواب مدوّن کرائے، پھر معاملات کے ابواب رکھے اور سب سے آخر میں وصیت اور میراث کے ابواب رکھے۔

(مصدر سابق، ج :1،ص:34)

امام موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ کے وضع کردہ مسائل کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی، اس پر امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کی کتابیں دلیل ہیں، امام موصوف نے ان میں علم نحو و حساب کی باریکیوں پر مبنی ایسے مشکل اور اہم مسائل رکھے جن کے استخراج سے عربی زبان اور علم جبر و مقابلہ کے ماہرین کے بھی چھکے چھوٹ جائیں۔

(مناقب الامام الاعظم، للموفق المکی ،ج:1،ص:138،137)

امام اعظم کے بعد ان کے تلامذہ اور بعد کے علماے احناف نے بھی فقہ اسلامی کی خدمت و اشاعت کے لیے کثرت سے تحریری و تصنیفی کام کیے اور متون شروح و فتاوی کے انبار لگا دیے۔ قاضی القضاۃ امام ابو یوسف اور محرّرِ مذہب حنفیہ امام محمد علیہما الرحمۃ والرضوان کے بعد فقہ حنفی کی کتابوں کے علاوہ فتاوی کے بہت سے مجموعے منظر عام پر آئے۔ ان میں سے کچھ مشہور مجموعے یہ ہیں:

- فتاوی قاضی خاں
- فتاوی سراجیہ
- فتاوی حمادیہ
- فتاوی ولوالجیہ
- فتاوی ظہیریہ
- فتاوی خیریہ

• العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ

• فتاوی فیروز شاہی

• فتاوی تاتارخانیہ

• فتاوی ہندیہ معروف بفتاوی عالم گیری۔

ان عربی فتاوی کی کتابوں کے علاوہ اردو زبان میں فتاوی کے قیمتی اور مفید مجموعے تیار ہوئے، ان میں چند معروف مجموعوں کے نام یہ ہیں:

• فتاوی ارشادیہ: از علامہ مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری

• فتاوی قیام الملۃ والدین: از مولانا عبد الباری فرنگی محلی لکھنوی

• العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ: از اعلی حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی

• فتاوی امجدیہ: از صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی

• فتاوی مصطفویہ: از مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا نوری بریلوی

• فتاوی ملک العلماء: از ملک العلماء علامہ ظفر الدین قادری رضوی بہاری

• فتاوی حافظ ملت: از حافظ ملت مولانا مفتی عبد العزیز محدث مرادآبادی

• فتاوی شارح بخاری: از فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی

• فتاوی بحر العلوم: از بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی

• فتاوی اشرفیہ: از مفتیان جامعہ اشرفیہ مبارک پور

• فتاوی فقیہ ملت: از مفتی جلال الدین احمد امجدی

• فتاوی اجملیہ: از اجمل العلما مفتی محمد اجمل حسین سنبھلی

• فتاوی فیض الرسول: از مفتیان دار العلوم فیض الرسول، براؤں شریف، سدھارتھ نگر

•فتاوی تاج الشریعہ: از علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری بریلوی

•وقار الفتاوی: از مفتی وقار الدین رضوی امجدی

•فتاوی نعیمیہ: از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

•فتاوی نظامیہ: از سراج الفقہاء مفتی محمد نظام الدین رضوی۔

زیر نظر کتاب ''فتاوی حبیبیہ'' فقہ و فتاوی کے زریں سلسلے کی ایک خوبصورت اور مفید کڑی ہے، اس کے مؤلف عزیز گرامی مولانا مفتی احمد ادیب مصباحی زیدہ مجدہ ہیں جو موضع غوثیہ، سرائے عاقل، کوشامبی، یوپی کے رہنے والے ہیں، عزیز موصوف کا تعلق ایک دینی اور علمی گھرانے سے ہے، ان کے والد محترم حضرت مولانا احمد حبیب حبیبی قادری، قاضیِ ضلع کوشامبی ہیں جب کہ ان کے داداجان حضرت مولانا حافظ و قاری محمد مصلح الدین حبیبی علیہ الرحمہ ہیں، جو مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمن اڑیسوی علیہ الرحمہ کے شاگرد و خلیفہ ہیں۔

عزیز موصوف نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی، پھر برصغیر کی سب سے با فیض اور مشہور درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں 2016ء میں درجۂ ثانیہ میں داخلہ لیا اور اس وقت سے اب تک اسی جامعہ سے اپنی علمی تشنگی بجھارہے ہیں، اور امتحان میں اعلی نمبروں سے کامیاب ہوتے ہیں، اس سال درجۂ تخصص فی الحدیث کی تعلیم مکمل کر رہے ہیں، چند دنوں کے بعد یکم/جمادی الآخرہ، مطابق 15/دسمبر، جمعہ کو عرس عزیزی کے مبارک موقع پر ان کی دستار بندی ہونے والی ہے، اس موقع پر انھوں نے یہ قیمتی کتاب منظر عام پر لانے کا عزم کیا ہے۔ رب کریم ان کے عزم و حوصلے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

مؤلف موصوف انتہائی نیک طبیعت، با اخلاق اور اساتذہ کے نیاز مند ہیں، ان کا شمار جامعہ اشرفیہ کے محنتی، ذہین اور باصلاحیت طلبہ میں ہوتا ہے، ان کی فکر بلند، ذوق نفیس، طبعی

میلان مثبت اور تعمیری کاموں کی طرف ہے۔ رب کریم ان کی یہ دینی اور علمی خدمت قبول فرمائے، کتاب کو مقبول انام بنائے اور انھیں زیادہ سے زیادہ دینی و علمی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاه النبی الکریم ،صلی الله علیه وسلم

از:

نفیس احمد مصباحی

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

19/جمادی الاولی 1445ھ

4/دسمبر 2023ء

شب دوشنبہ

کلماتِ خیر

والد گرامی حضرت علامہ احمد حبیب صاحب قبلہ حبیبی قادری

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

اُس بَدِیعُ السموات والارض معبود کا ہزار ہا ہزار فضل واحسان، اس کے محبوب حضور علیہ التحیۃ والثناء کا بے پایان و بیکراں فیضان کہ میرے لخت جگر فرزند ارجمند نے ایسے مُہتَم بالشّان فن پر خامہ فرسائی کرنے کی ہمت کی جس پر بڑے بڑے ماہرین فن بھی ہاتھ لگانے سے پہلے کئی کئی بار سوچتے ہیں، اس پر طُرہ یہ کہ دور طالب علمی میں اس کو تائید غیبی اور عطائے ربّانی کے سوا اور کیا کہا جائے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

کون نہیں جانتا کہ فتویٰ نویسی ایک ایسا کار سخت و دشوار ہے جو ماہر فن علما و فضلا ہی کو نصیب ہوتا ہے، عزیزم سلّمہ نے اس صغر سنی میں ایسا عظیم کارنامہ انجام دے کر امت مسلمہ کے ہر عام و خاص کی اعانت کے لیے سَعیِ جمیل کی ہے، ان کا یہ شاہکار مجموعۂ فتاویٰ، وقت کی ضرورت بن کر منظر عام پر آرہا ہے۔ عہد حاضر کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ اردو زبان میں آسان اور سلیس زبان اور نئے اسلوب کے ساتھ کوئی کتاب سامنے آئے جو اپنے قاری و سائل کو مطمئین کرسکے۔ اس کتاب میں جو بھی حوالے ہیں فقہ حنفی کی مستند و معتبر کتب سے لائے گئے ہیں، جوابات کے ساتھ مفتیٰ بہ قول راجح کو بعینہ صفحہ نمبر کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ کتاب کس قدر مفید و کار آمد ہے، اہل علم و ہنر اور فقہی بصیرت رکھنے والے حضرات بعد مطالعہ خود فیصلہ کریں گے۔

ہندوستان کی عظیم مرکزی درس گاہ جو ساری دنیا میں الجامعۃ الاشرفیہ کے نام سے اپنی ایک الگ پہچان بنا چکی ہے اسکے لائق و فائق اساتذہ نے میرے بیٹے کو اس لائق بنانے میں جو کردار

پیش کیا وہ بھی لائق صد تحسین و ستائش ہے۔ میں ان سب حضرات کا دل کی گہرائیوں سے مشکور وممنون ہوں۔ میں خود کو اس لائق نہیں پاتا کہ اس کتاب پر مزید تبصرہ کروں، یہ چند جملے تحدیثِ نعمت کے طور پر لکھ دئے ہیں، بس آخر میں دعا ہے کہ رب کونین اپنے حبیب، صاحب لولاک کے طفیل میرے بیٹے کی اس سعی کو شرف قبول عطا کرے اور میرے جگر پارے کی اس کتاب کو مقبول انام بنائے اور عزیزم کو ہر ارضی و سماوی بلیات و آفات اور نظر بد سے محفوظ رکھے۔ آمین

بجاہ سید الانبیاء والمرسلین ،صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين

از:

احمد حبیب حبیبی قادری

موضع غوثیہ، سرائے عاقل، کوشامبی یوپی

عرضِ مصنف

الحمد لله الفتاح المنان، ذی الطول والفضل والإحسان، الذی من علینا بالإیمان، وفضل دیننا علی سائر الأدیان، ومحا بحبیبه وخلیله عبده ورسوله محمد صلی الله علیه وسلم عبادة الأوثان. وخصه بالمعجزة والسنن المستمرة علی تعاقب الأزمان، صلی الله علیه وعلی سائر النبیین وآل کل ما اختلف الملوان، وما تکررت حکمه وذکره، وتعاقب الجدیدان۔ امابعد!

اسی سال دوران تعلیم ،ماہ محرم الحرام 1445ھ کے اوائل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان فقہی سوالات کے جوابات کو ایک مجموعہ کی شکل دے دی جائے جن جوابات کو طرزِ افتاء پر لکھ کر میں نے اساتذۂ جامعہ اشرفیہ سے ان کی تصحیح کرائی؛ لیکن ان کی تعداد تھوڑی اور یہ بے ترتیب تھے ،اس لیے میں نے اس جلد میں مطلوبہ ابواب سے متعلق اہم اور ضروری سوالات تیار کیے اور دوران درس مشقی سوالات و جوابات کے طرز پر انھیں بھی ڈھال دیا،اس طرح کرنے سے میرا یہ مجموعہ کافی افادیت کا حامل ہوگیا۔

ان سوالات میں بہت سے غیر درسی سوالات استفتا کے مشہور طرز پر تھے جن کا جواب میں نے لکھ کر مستفتی کو بھیج دیا تھا، لیکن للاکثر حکم الکل کے تحت میں نے ان سوالات سے اصل مسئلہ کو نکال کر خود سے تیار کیے گئے سوالات کے قالب میں ڈھال دیا؛ تاکہ تمام سوالات میں مناسبت اور ہم آہنگی رہے۔ اس کتاب کے اسلوب اور طرز بیان کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش کی گئی ہے؛ تاکہ عوام الناس، الفاظ کے پیچ وخم میں الجھ کر اصل حکم کو سمجھنے میں کسی الجھن اور دشواری کا شکار نہ ہوں، اور ہر باب میں قدیم و جدید مسائل رکھنے کی کوشش کی ہے؛ تاکہ کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ صحابۂ کرام نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی: یارسول اللہ! بسا اوقات ہم سمندری سفر میں رہتے ہیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرسکتے ہیں؟ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هو الطهور ماءه ،الحل ميتته۔

ترجمہ: سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے۔

بعض سوالات کے جوابات میں سرکار کی اس سنت پر بھی عمل کیا گیا ہے۔ نیز ہر جواب کے تحت معتبر عربی یا اردو کتاب سے حوالہ پیش کیا گیا ہے؛ تاکہ علماے کرام بھی اس کتاب پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے بھرپور فائدہ حاصل کرسکیں۔

غرض کہ اس مجموعے کو اپنے موضوع میں کارآمد اور عوام و خواص دونوں کے لیے یکساں مفید بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

ولله الحمد و به الاعتصام۔

یہ مجموعہ میرے منصوبے کی پہلی کڑی اور پہلی جلد ہے جو کتاب العقائد، کتاب الطہارات، کتاب الصلاۃ، کتاب الزکاۃ اور کتاب الصوم کے اہم مسائل پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے کو اسی طرز پر چھ جلدوں تک منظر عام پر لانے کا منصوبہ ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی تو اپنے اس خواب کو سال بہ سال شرمندۂ تعبیر کرنے کی کوشش کروں گا۔ ان شاء الله تعالىٰ۔

میں نے حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن اڑیسوی علیہ الرحمہ اور والد گرامی علامہ احمد حبیب حبیبی قادری دام ظلہ کے نام کی نسبت سے اپنے مجموعے کا نام ''فتاوی حبیبیہ'' رکھا ہے۔

سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَشْكُرُ اللَّهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ۔

ترجمہ: جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔

اس لیے میں شکر گزار ہوں اپنے ان تمام خیر خواہان واحباب کا جنھوں نے اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں کسی بھی طریقے سے میری مدد کی۔ بالخصوص حضرت والد گرامی کا جن کے علم وفضل، اور صلاح وتقوی کی آغوش عاطفت میں، میں پروان چڑھا اور جنھوں نے میری تعلیم وتربیت میں بنیادی کردار ادا کیا، اور شکر گزار ہوں استاذ مکرم حضرت مفتی محمد نسیم صاحب استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا جن کی تربیت میں رہ کر میں کچھ لکھنے کے قابل ہوا، اور استاذ مکرم حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی صاحب شیخ الادب جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا جن کی شفقت، مشورے اور حوصلہ افزا کلمات ہر طالب کے خمیر میں نئی روح پھونک دیتے ہیں، اور شکر گزار ہوں حضرت علامہ مفتی مجاہد حسین مصباحی الہٰ بادی اور اپنے اساتذہ حضرت مفتی حبیب اللہ مصباحی، حضرت مولانا معراج احمد حبیبی، حضرت مولانا اکرم رضا نظامی صاحبان کا اور حضرت مولانا فہد ازہری صاحب اساتذۂ جامعہ امداد العلوم کراری کوشامبی اور مولانا محمد عارف صاحب کوشامبی کا جنھوں نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود میرے اس مجموعے پر نظر ثانی فرمائی۔

اور شکر گزار ہوں اپنے احباب: مولانا سید نقیب الرحمن حسنی دیوریا، مولانا محمد سانف خان اور مولانا عبد المنان خان کوشامبی کا جن کے علمی تعاون نے اس کام کی تکمیل میں بہت آسانی پیدا کی۔ فجزاهم الله فى الدنيا والآخرة أحسن الجزاء۔

از:

احمد ادیب مصباحی

موضع غوثیہ، سرائے عاقل، کوشامبی، یوپی

20/جمادی الاولی، 1445ھ

بمطابق 4/دسمبر، 2023ء

کتاب العقائد

سوال: ضروریات دین سے مراد کیا ہے؟ اور ان کا انکار کرنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ضروریات دین سے مراد وہ دینی مسائل ہیں جن کا دین اسلام سے ہونا ہر خاص وعام کو معلوم ہو، خاص سے مراد عالم دین اور عام سے مراد عالم دین کی صحبت میں رہنے والا شخص ہے۔

ضروریات دین عقائد میں بھی ہیں اور اعمال میں بھی۔

عقائد میں ضروریات دین سے یہ ہیں

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ایک ہونا، ذات و صفات میں شریک سے پاک ہونا، بے عیب ہونا، اس کی ذات کا واجب الوجود ہونا، تنہا عبادت کا مستحق ہونا، قدیم ہونے میں منفرد ہونا، تخلیق میں منفرد ہونا، بے مثل ہونا، رحیم وخبیر ہونا، لم یلد ولم یولد ہونا، قیوم اور علم والا ہونا، اس کے علم کا جزئیات وکلیات کو محیط ہونا، قدرت والا ہونا، ارادہ والا ہونا، سننے، دیکھنے والا اور متکلّم ہونا، رب العلمین ہونا، آسمانی کتابیں نازل کرنا، رسولوں کو بھیجنا، اس کا دوسرے جسموں کی طرح جسم سے پاک ہونا، اس پر ایمان رکھنا کہ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں، وہ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے۔ وہ شکل، جگہ سے پاک ہے، اس کا علم ذاتی اور مخلوق کا علم عطائی یعنی اس کی عطا سے ہے۔ تمام رسولوں پر ایمان رکھنا، فرشتوں کے وجود پر ایمان رکھنا، مردوں کا قیامت کے دن زندہ ہونا، جزاوسزا کے لئے حشر ونشر کا ہونا، مومنین جنت میں اور کفار ومشرکین دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار اقدس اور دوسرے انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے، سرکار اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کا علم دوسروں سے زیادہ ہے: ابلیس کا علم میرے سرکار کے علم سے ہرگز وسیع نہیں، سرکار ﷺ کے علم کو بچے اور پاگل کے علم سے تشبیہ دینا سرکار کی توہین اور کفر ہے، سرکار ﷺ آخری نبی ہیں، سرکار تمام مخلوقات میں سب سے افضل واشرف ہیں، انبیاے کرام دوسرے تمام انسانوں سے افضل ہیں، قرآن کریم کو اللہ جل جلالہ کا کلام اور کامل ماننا۔ وغیرہ۔

جنت اور اس کی نعمتیں حق ہیں، دوزخ اور اس کا عذاب حق ہے، انبیاے کرام کو معجزے عطا ہوئے، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر معراج، مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر ماننا، اس پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالی کی وحی کا نزول، آسمانی کتابوں کو نازل کرنے، جنات وفرشتے قیامت اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے، حشر و نشر، حساب و کتاب، ثواب و عذاب اور جنت و دوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں، نبی کو ولی سے افضل ماننا اجماع اور قیاس کو حجت ماننا وغیرہ۔

اعمال میں ضروریات دین سے یہ ہیں

پنج وقتہ نمازوں کا فرض ہونا، پنج وقتہ نمازوں کی رکعت، نماز میں رکوع وسجدہ جیسے ارکان کا فرض ہونا، جان بوجھ کر حدث کے سبب نماز کا ٹوٹ جانا، شرائط جمعہ سے جمعہ کا فرض ہونا، جانور، کھیتی اور روپیہ وغیرہ میں زکاۃ کا فرض ہونا، رمضان کے روزوں کا فرض ہونا، صاحب استطاعت پر حج کا فرض ہونا، جنابت سے غسل کا واجب ہونا، پانی نہ ملنے پر تیمم کا واجب ہونا، پیشاب، پاخانہ جیسی چیزوں سے وضو کا ٹوٹنا، خرید و فروخت کا حلال ہونا، کرایہ داری، وقف، ہبہ، صدقہ اور ہدیہ کا حلال ہونا، نکاح و طلاق کا حلال ہونا، مرتد کے قتل کا حلال ہونا، حیض و نفاس کی حالت میں بیوی سے وطی کا حرام ہونا، سود، غصب، ناحق قتل، زنا، لواطت، چوری، شراب، غیبت، چغلی اور جھوٹ کا حرام ہونا، نسبی محارم، صہری محارم

اور رضاعی محارم سے نکاح کا حرام ہونا، تین طلاق والی عورت کا شوہر پر حرام ہونا، بیٹی اور اس کی ماں سے ایک ساتھ نکاح کا حرام ہونا، اجنبی عورت کو چھونے اور بوسہ دینے کا گناہ ہونا، بیوی کا وارث ہونا، نکاح ثانی کا حلال ہونا، درود خوانی، قرآن خوانی، کھانا کھلانے اور صدقات و خیرات کی خوبیاں وغیرہ اعمال ضروریات دین میں سے ہیں۔

(ماخوذ از:مجلس شرعی کے فیصلے، ص:184تا182)

ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنے بلکہ ان میں ادنی سا شک بھی کرنے والا قطعی اور یقینی طور پر کافر ہے۔

درمختار میں ہے: وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفربھا.

(در مختار ج :2ص:300 ـ 301، کتاب الصلاۃ، باب الاما مۃ)

فتاوی حدیثیہ میں ہے: فالقسم الاول من انکرہ من العوام والخواص فقد کفر.

(فتاوی حدیثیه،ص:144)

المعتقد المنتقد میں ہے: ماکان من اصول الدین و ضروریاته یکفر المخالف فیه۔

(المعتقد المنتقد،ص:212)

☆☆☆

سوال: ضروریات اہل سنت سے کیا مراد ہے؟ اور ان کے منکر کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ضروریات اہل سنت سے مراد وہ مسائل ہیں جن کا مذہب اہلِ سنت سے ہونا عوام و خواص سب کو معلوم ہو۔

ضروریات اہل سنت میں سے بعض یہ ہیں

حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو تمام صحابہ سے افضل جاننا، عذاب قبر، منکر نکیر کا سوال اور اعمال کا وزن ہونا حق ہے، معراج جسمانی یعنی سرکار کا جسم کے ساتھ معراج کا سفر کرنا حق ہے، حضرت ابوبکر و عمر کو تمام صحابہ سے افضل ماننا، حضرت عثمان و علی سے محبت کرنا اور موزوں پر مسح کو جائز سمجھنا۔ تمام صحابہ کرام و اہل بیت عظام کا ادب کرنا، حضور علیہ السلام کا شفاعت کبری پر فائز ہونا، اولیائے کرام کی کرامات کا حق ہونا، گناہ کبیرہ کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا، تقلید شخصی کے واجب ہونے کا عقیدہ رکھنا، تقدیر کے خیر و شر پر ایمان رکھنا، اللہ تعالیٰ کو جہت اور سمت سے پاک جاننا، اللہ تعالی کو جسم و جسمانیت سے مطلقا پاک جانتا، اس بات پر ایمان رکھنا کہ آخرت میں اہل جنت کو اللہ تعالی کا دیدار نصیب ہوگا، اہل سنت و جماعت کی پیروی کو رحمت اور اس میں اختلاف کو عذاب جاننا، انبیاے کرام کو ایک آن موت آنے کے بعد زندہ سمجھنا، فرشتوں اور انبیا کے علاوہ کسی کو معصوم نہ ماننا، امام عالی مقام کا معرکہ کربلا میں بے قصور اور شہید ہونا، یزید کو فاسق و فاجر سمجھنا، اشعری یا ماتریدی ہونا، ہمیشہ اہل سنت و جماعت کا ساتھ دینا اور اس سے الگ ہونے سے بچنا وغیرہ

(ماخوذ از:مجلس شرعی کے فیصلے،ج :2،ص:199،200)

ضروریات اہل سنت میں سے کسی امر کا انکار کرنا گمراہی ہے۔

☆☆☆

سوال: کم سے کم کتنے سال کے بچے کا ایمان و کفر معتبر ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کم سے کم سات سال کے بچے کا ایمان و کفر معتبر ہے، لہذا اس عمر میں اگر وہ

اسلام قبول کرے تو اس پر مومن ہونے اور کلمۂ کفر زبان سے نکالے تو کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

در مختار میں ہے: وشرائط صحتها العقل والبلوغ،فلا تصح ردة مجنون و معتوه وتحته في الشامي:قدرعقله في فتاوى قاري الهداية بان يبلغ سبع سنين نهر۔

(در مختار مع ردالمحتار ج :4،ص:334،باب الردة)

☆☆☆

سوال: کسی نے نشہ کی حالت میں کلمۂ کفر زبان سے نکال دیا تو کافر ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر نشہ اتنا ہے جو عقل کو زائل کردے اور وہ شخص بھلائی و برائی کے درمیان فرق نہ کرسکے تو ایسی حالت میں کلمۂ کفر کہنے سے وہ کافر نہ ہوگا، اور اگر عقل باقی ہو تو کافر ہو جائے گا۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: و اما كفر السكران إن كان يعرف الخيرمن الشر، والأرض من السماء فكفره يكون كفرا في الأحكام وان كان لا يعرف الأرض من السماء والخير من الشر لا يكون كفراعند علمائنا۔

(فتاوی قاضی خان،ج:3،ص:528،کتاب السیر)

ہندیہ میں ہے: وكذا لا تصح ردة السكران الذاهب العقل۔

(ہندیہ،ج:3،ص:276،باب احکام المرترین)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کی زبان سے غلطی سے کلمۂ کفر نکل گیا تو وہ کافر ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: غلطی سے کلمۂ کفر زبان سے نکل گیا کہ کہنا کچھ چاہتا تھا مگر زبان سے کفری بات نکل گئی تو کافر نہ ہوگا۔ ہاں اگر بتانے کے بعد اس بات پر اڑا رہا تو اب کافر ہو جائے گا کہ اب کفر کی تائید پائی گئی اور کفر کی تائید بھی کفر ہے۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: وأما الخاطی اذا جری علی لسانه کلمت الکفر خطأ بان کان اراد ان یتکلم بما لیس بکفر،فجری علی لسانه کلمة الکفر خطأ،لم یکن ذلك کفرا عند الکل۔

(فتاوی قاضی خان،ج:3ص:518،کتاب السیر)

بہار شریعت میں ہے: کہنا کچھ چاہتا تھا اور زبان سے کفری بات نکل گئی تو کافر نہ ہوگا، یعنی جب کہ اس امر سے اظہار نفرت کرے اور اگر بات کی پچ کی تو اب کافر ہو گیا کہ کفر کی تائید کرتا ہے۔

(بہار شریعت،ج:۳،حصه،9،ص:254،مرتد کا بیان)

☆☆☆

سوال: ہنسی مزاق میں کلمۂ کفر کہنے والا کافر ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہنسی مزاق میں کلمۂ کفر کہنے والا بھی کافر ہے، اگرچہ یہ کہے کہ میرا مقصد یہ نہیں تھا۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: وأما الهازل والمستهزی إذا تکلم بکفر استخفافا ومزاحا و استهزاء یکون الکفر عند الکل وان کان اعتقاده خلاف ذلك۔

(فتاوی قاضی خان،ج:3،ص:518،کتاب السیر)

ردالمحتار میں الابحر الرائق کے حوالے سے ہے: والحاصل ان من تکلم بکلمة الکفر ھازلا أو لاعبا کفر عند الکل۔

(رد المحتار،ج:4،ص:343،باب المرتد)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا اور پھر اس نے کہہ دیا تو اس کو کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر کسی کو کلمہ کفر کہنے پر اس طرح مجبور کیا گیا کہ اگر کفری بات نہ کہے گا تو سخت مار پڑے گی یا قتل کر دیا جائے گا یا جسم کے کسی حصے کو کاٹ دیا جائے گا وغیرہ، تو ایسی صورت میں کلمۂ کفر زبان سے کہنے سے کوئی مسلمان کافر نہ ہوگا جب کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

خانیہ میں ہے: کفرالمکرہ ان اکرہ بقید او حبس فکفر یکون کافرا،وان اکرہ بالقتل أو إتلاف عضو أو بضرب مؤلم وقلبه مطمئن بالایمان لا یکون کفرا استحسانا۔

(فتاوی قاضی خان،3،ج:1،ص:518،کتاب السیر)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ یہ جملہ، کفریہ ہے، اور نادانستہ طور پر اسے کہہ گیا، تو نا جاننے کے سبب اسے معذور سمجھا جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: کفر کے معاملے میں جہالت کوئی عذر نہیں، اگر کلمۂ کفر کہہ دیا تو جہالت کی وجہ

سے اسے معذور نہیں سمجھا جائے گا؛ بلکہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور تجدید ایمان اور نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

حدیقہ ندیہ میں ہے: اما اذا كان (جاهلا به) أي بالكفر وقد تكلم به كما ذكر فهو كفر ايضا۔

(الحديقة النديه شرح الطريقة المحمديه، ج:١، ص٤٥٠)

☆☆☆

سوال: کیا دل میں کفری بات کے آنے سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: نہیں، دل میں کفری بات آنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ تو ایمان کی دلیل ہے۔

ہندیہ میں ہے: من خطر بقلبه ما يوجب الكفر ان تكلم به وهو كارها له فذلك محض الإيمان۔

(هنديه، ج:٢ ,ص:٣٠١، باب احكام المرتدين)

☆☆☆

سوال: کیا دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار، حالت خواب میں ممکن بلکہ واقع ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ننانوے (99) مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ اور رہا حالت بیداری میں، تو یہ بھی

ممکن تو ہے؛لیکن اس کا وقوع سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کہ حضور نے شب معراج، بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا؛لیکن حضور سے پہلے نہ توکسی کو بیداری میں خدا کا دیدار ہوا اور نہ قیامت تک ہوسکے گا۔

منح الروض الازھر میں ہے: رؤية الله سبحانه وتعالیٰ في المنام فالاكثرون على جوازها من غير كيفية وجهة وهيئة۔

(منح الروض الازہر شرح الفقه الاكبرص:124)

فتاوی حدیثیہ میں ہے: مطلب فی رؤية الله سبحانه في الدنيا:الرؤية وان كانت ممكنة عقلا وشرعا عند أهل السنة؛ لكنها لم تقع في هذه الدار لغير نبينا صلى الله عليه وسلم وقال ايضا:والامام الرباني المترجم بشيخ الكل فی الكل ابو قاسم القشيري يجزم بانه لا يجوز وقوعها فی الدنيا لأحد غير نبينا صلى الله عليه وسلم وادعى ان الأمة اجتمعت على ذلك.

(فتاوی حدیثیه لابن حجر مکی،ج :1:ص :202،200)

☆☆☆

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفات عین ذات ہیں یا غیر ذات، اور اس کا کیا مطلب ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔

شرح عقائد میں ہے: وهي لا هو ولا غيره۔

عین ذات نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صفات، اس کی ذات کا نام نہیں۔اور غیر ذات نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی صفات، اس کی ذات سے جُدا ہوکر نہیں پائی جاسکتیں ؛بلکہ

صفات جب بھی پائی جائیں گی ذات کے ساتھ ہی پائی جائیں گی۔ بلاتشبیہ جس طرح خوشبو پھول کی صفت ہے ؛مگر اس خوشبو کو پھول نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی اسے پھول سے جدا کہہ سکتے ہیں،اسی طرح صفات کو ذات نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی ذات سے جدا کہہ سکتے ہیں۔

☆☆☆

سوال:اللہ تعالیٰ کے کذب،ظلم اور جہل سے پاک ہونے پر کیا دلیل ہے ؟اور اللہ تعالیٰ کے لیے کذب کو ممکن ماننے میں کیا خرابی لازم آتی ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:بے شک اللہ عزوجل کذب، ظلم اور جہل وغیرہ عیبوں سے پاک ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۱۵﴾

(الأنعام:115)

اس آیت کریمہ کے تحت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

اعلم ان هذه الآية تدل على ان كلمة الله موصوفة بصفات كثيرة.إلى ان قال:الصفة الثانية من صفات كلمة الله كونها صدقا،والدليل على ان الكذب نقص والنقص على الله تعالى محال۔

(تفسیر کبیر،ج13:ص:120)

ترجمہ:یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بہت ساری صفات کے ساتھ متّصف ہے،انھیں میں سے اس کی بات کا سچا ہونا بھی ہے۔اس پر دلیل یہ

ہے کہ کذب (جھوٹ) ایک عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

اسی طرح قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾

اس آیت کے تحت تفسیر بیضاوی میں ہے:

انکار ان یکون أحد اصد ق منه،فانه لا یتطرق الکذب إلی خبره بوجه لأنه نقص وهو علی الله محال۔

(تفسیر بیضاوی،ص:92)

ترجمہ: اس بات میں اس بات کا انکار ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچ بولنے والا ہو،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی خبر میں کسی بھی طریقے سے جھوٹ داخل نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ جھوٹ ایک عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

ان تفسیری عبارات سے معلوم ہوا کہ کذب باری تعالیٰ محال ہے،اس لیے کہ کذب عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب سے پاک ہے،اور جب وہ تمام عیوب سے پاک ہے تو ظلم اور جہل وغیرہ سے پاک ہونا بھی ثابت ہو گیا، کیوں کہ یہ چیزیں بھی عیب ہیں، جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (النساء:40) وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ (النساء:49) وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ (الحجرات:16) وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ (النساء:126)

اگر اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں گے جو کبھی ختم نہ ہوں گے، کافروں اور ملحدوں کو ایسے اعتراضات قائم کرنے کا موقع مل جائے گا جن کا **جواب** نہ بن سکے گا؛ یعنی قرآن پاک کے تمام تر دلائل، حشر و نشر، حساب و کتاب، جنت و دوزخ، ثواب و عذاب، الغرض اسلام کی بتائی ہوئی تمام چیزیں مشکوک ہو جائیں گی اور کسی چیز پر یقین نہ ہو سکے

گا،اس لیے کہ ان تمام باتوں پر ایمان صرف اللہ تعالی کے خبر دینے کی وجہ سے ہے، ہم نے خود ان چیزوں کو نہیں دیکھا، تو اگر اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہو تو عقل کو ہر چیز میں شک رہے گا کہ یہ خبر واقعی سچی ہے یا نہیں ؟ اور جب یہ اُمور یقینا باطل ہیں تو اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کی خبر میں جھوٹ کا امکان بھی یقینا باطل ہے۔

☆☆☆

سوال: انبیاے کرام کے معصوم ہونے کے متعلق اہل سنت و جماعت کا کیا عقیدہ ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: انبیاے کرام کے معصوم ہونے کے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرات کفر و شرک، دینی معاملات میں کذب (جھوٹ)،اور ایسے امور سے معصوم ہیں جنھیں نیک طبیعت بُرا سمجھتی ہے،اسی طرح گناہ کبیرہ سے بھی معصوم ہیں،اعلان نبوت سے پہلے بھی اور اعلان نبوت کے بعد بھی۔

اسی طرح محققین کے نزدیک جان بوجھ کر گناہ صغیرہ کرنے سے بھی معصوم ہیں،اعلان نبوت سے پہلے بھی اور اعلان نبوت کے بعد بھی۔

حدیقۂ ندیہ میں ہے:(وهم)اى الانبياء و الرسل عليهم السلام(كلهم مبروؤن عن الكفر)بالله تعالى(وعن الكذب مطلقا)أي قبل النبوة وبعدها العمد من ذلك والسهو والكذب على الله تعالىٰ وعلى غيره في الامور الشرعية والعادية،ومبروؤن(عن الكبائر)من الذنوب(و)عن الصغائر،منها ايضا(المنفرة)نعت للصغائر أى التي تنفر غيرهم من اتباعهم مبروؤن ايضا

من(تعمد الصغائر غيرها)اي غير المنقرة (بعد البعثة)اى ارسالهم إلى دعوة الخلق.

(حديقه نديه شرح طريقه محمديه،ج:1،ص: 288)

نبراس میں قاضی عیاض سے منقول ہے: ذهب طائفة من محققي الفقهاء و المتكلمين إلى ان العصمة عن الصغائر كالعصمة عن الكبائر۔

(نبراس شرح،شرح العقائد،ج:1،ص:283)

☆☆☆

سوال: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کوئی دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے ؟اس بارے میں اہل سنت و جماعت کا کیا عقیدہ ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اہل سنت و جماعت اور دیابنہ کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی نبی کا پیدا ہونا ممکن ہے یا نہیں۔ دیابنہ، اسماعیل دہلوی کی تقلید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے پیدا ہونے کو ممکن مانتے ہیں اور ہم اہل سنت و جماعت اس کو محال بالذات مانتے ہیں، یعنی ہمارے نزدیک حضور کی نظیر کا پیدا ہونا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ اس کی تفصیل علامہ فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "امتناع النظیر" میں تحریر فرمائی ہے۔

اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب "تقوية الايمان:۲۱" پر لکھا:اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکمِ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی، ولی، جن، فرشتے، جبرائیل اور محمد رسول اللہ کے برابر پیدا کردے۔انتہی۔

دہلوی کے اس کلام کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ کمالات میں محمد رسول اللہ

ﷺ کے برابر کروڑوں اشخاص کی تخلیق اور پیدائش ممکن ہے۔

مذہب حق

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے محبوب کا مثل یعنی تمام صفات کمالیہ میں حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کا شریک و ہمسر، محال بالذات ہے، اور محال بالذات اللہ تعالی کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہوتا۔

محال بالذات ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کو خاتم النبیین فرمایاہے. یعنی آخری نبی۔ اور کسی بھی سلسلے کا خاتم یعنی آخری کوئی ایک ہی ہو سکتا ہے۔ تو حضور کا مثل ممکن ماننے کی صورت میں یہ لازم آئے گا کہ سلسلۂ انبیا کا آخر کوئی دوسرا بھی ہو سکتا ہے، اور یہ محال ہے، نیز حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ یا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد کسی نبی کے موجود ہونے سے قرآن کی آیت کی تکذیب لازم آئے گی؛ اس لیے کہ حضور علیہ السلام کا آخری نبی ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

اس کے علاوہ کثیر تعداد میں حدیثیں بھی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً: صحیح بخاری میں ہے: وانا العاقب۔ صحیح مسلم میں ہے: وانا العاقب والعاقب الذي ليس بعده نبي۔

یہ روایت صحیح مسلم کے علاوہ ترمذی، مؤطاامام مالک، سنن دارقطنی اور مسند احمد میں بھی ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم، سنن ترمذی اور مسند احمد میں یہ الفاظ بھی ہیں: وختم بي النبيون۔

ان روایات کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ میں آخری نبی ہوں۔

معتقد میں ہے: ومن المعلوم استحالة وجود مثله۔

(المعتقد المنتقد،ص:186)

سوال: اگر کوئی شخص انبیاے کرام کی شان میں توہین کردے یا ان کے کسی کام کو بے حیائی کی طرف منسوب کرے تو اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: انبیاے کرام علیہم السلام کی شان میں ادنی سی گستاخی کرنا اور ان کے کسی کام کو بے حیائی کی طرف منسوب کرنا یقینا کفر ہے، ایسے شخص پر توبہ، تجدید ایمان اور بیوی رکھنا چاہتا ہو تو نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح لازم ہے۔

ہندیہ میں ہے: سئل ابو جعفر عمن ينسب الى الانبياء الفواحش قال: يكفر، لأنه شتم لهم واستخفاف بهم۔

(ہندیہ، ج:3، ص:258، باب احکام المرتدین)

☆☆☆

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک یا ان سے منسوب کسی چیز میں عیب لگانے والے پر کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کسی چیز میں عیب لگانا یقینا قطعا کفر ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہے۔ اس پر توبہ، تجدید ایمان و نکاح و بیعت لازم ہے۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: إذا عاب الرجل النبي عليه السلام في شئ كان كافرا وقال ايضا: من عاب النبي عليه السلام بشعرة من شعراته فقد كفر.

(فتاوی قاضی خان، ج:3، ص:110، کتاب السیر)

بہار شریعت میں ہے: جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ جانے یا حضور کی کسی چیز کی توہین کرے یا عیب لگائے، آپ کے موئے مبارک کو تحقیر سے یاد کرے، آپ کے لباس مبارک کو گندہ اور میلا بتائے، حضور کے ناخن بڑے بڑے کہے، یہ سب کفر ہے۔
(بہار شریعت،ج :2 حصہ :9،ص:663،باب:مرتد کا بیان)

☆☆☆

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا کیا مطلب ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور اپنے جسم اقدس کے ساتھ مدینہ طیبہ میں اپنی قبر انور میں موجود ہیں اور ساری کائنات کو یوں دیکھتے ہیں جیسے کوئی اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہے، اور امتیوں کے اعمال بھی دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان اعمال میں تصرف بھی فرماتے ہیں۔

ہمارا یہ دعوی ہرگز نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری جسم اقدس ہر ہر جگہ موجود ہے؛ البتہ حضور چاہیں تو ایک وقت میں ایک سے زیادہ مقامات پر جلوہ فرما ہو سکتے ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ (الاحزاب:45)

اس آیت کے تحت امام خازن نے تحریر فرمایا کہ: اے محبوب بے شک ہم نے تمھیں اپنی امت کے اعمال اور احوال کا مشاہدہ کرنے والا بنا کر بھیجا تا کہ تم قیامت کے دن ان کی گواہی دو اور دنیا میں ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو جنت کی خوشخبری دینے اور کافروں نافرمانوں کو جہنم

کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

(تفسیر خازن،پ:26،الفتح،تحت الآتيۃ:8،ج:4،ص:146)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الله قدر فع لى الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كانما انظر الى كفى هذه۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا پیش فرمادی تو میں دنیا اور اس میں پیش آنے والے قیامت تک کے واقعات کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں۔

(مجمع الزوائد ص:510،حديث:13067)

امام مجاہد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنكم تعرضون علي باسمائكم وسيماكم فاحسنوا الصلاة علي۔

ترجمہ: تم میرے سامنے اپنے ناموں اور خاص نشانیوں کے ساتھ پیش کئے جاتے ہو، لہذا مجھ پر اچھے انداز میں درود پڑھا کرو۔

(كنز العمال بحواله مصنف عبد الرزاق،ج:1ص:298،حديث:2195)

❖ امام ابن امیر الحاج اور علامہ قسطلانی تحریر فرماتے ہیں:

واللفظ للاول:لا فرق بين موته وحياته في مشاهدة لأمته ومعرفته باحوالهم ونياتهم و عزائمهم و خواطرهم وذلك عنده جلي لاخفاء به۔

ترجمہ: اپنی امت کا مشاہدہ فرمانے، ان کے حالات، دل کے ارادوں، نیتوں اور دلوں کے راز جاننے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور حیات میں کوئی فرق نہیں، تمام چیزیں حضور کے سامنے ظاہر وعیاں ہیں ان میں کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔

(المدخل،ج:8،ص:348،مواهب لدنيه ج:ص:410)

❖ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلّمین فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور نافرمانیاں دیکھ کر غمزدہ ہوتے ہیں۔

(الحاوی للفتاوی،ج:2،ص:180)

❖ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں: علماے امت میں سے کسی ایک کا بھی اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حقیقی زندگی کے ساتھ موجود ہیں، اس میں کسی شبہ یا تاویل کی گنجائش نہیں، اور حضور امت کے حالات پر حاضر وناظر ہیں۔

(سلوک اقرب السبل،ص:155)

مذکورہ بالا قرآنی آیت، احادیث کریمہ واقوال ائمہ سے یہ ثابت ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں اپنے جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں اور بندوں کے اعمال واحوال سے باخبر ہیں۔ اور حاضر وناظر کا یہی معنی ہے۔

☆☆☆

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر؟ اس بارے میں اہل سنت وجماعت کا کیا عقیدہ ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی، ظاہری جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے، یعنی حضور نورانی بشر ہیں۔ یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ جو یہ کہے کہ حضور صرف نور ہیں، وہ غلط کہتا ہے، اور جو کہے کہ حضور صرف بشر ہیں، وہ بھی غلط کہتا

ہے، قرآن و حدیث سے حضور کا نور ہونا بھی ثابت ہے اور بشر ہونا بھی۔ جو حضور کی بشریت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو اپنی طرح یا اپنے بڑے بھائی کے برابر سمجھے وہ بھی کافر ہے؛ کیوں کہ حضور اگرچہ بشر ہیں لیکن عام بشر کی طرح نہیں؛ بلکہ وہ خیر البشر، افضل البشر اور سید البشر ہیں۔

حضور کے نور ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ (المائدہ آیت:15)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

اس آیت کریمہ میں نور سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، جیسا کہ تفسیر طبری، تفسیر سمرقندی، تفسیر خازن، تفسیر صاوی، تفسیر بغوی، تفسیر بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر جلالین اور تفسیر روح المعانی وغیرہ تفسیر کی معتبر کتابوں میں ہے۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، مسند احمد، صحیح ابن حبان، مصنف عبد الرزاق، مسند ابی یعلی موصلی، طبرانی، وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا فرماتے: اللهم اجعلني نورا۔ اے اللہ مجھے (سر تا پاؤں) نور بنا دے۔

اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی دعا قبول نہ کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا انتبه بالليل، حدیث:907، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه۔ حدیث:762 ۔ ترمذی، حدیث:3419، نسائی حدیث:1121، مسند احمد، حدیث:2562 صحیح ابن حبان، حدیث:2636 ۔ مصنف عبدالرزاق حدیث:3862 مسند ابی یعلی، حدیث2545 ۔ طبرانی حدیث12191)

المواهب اللدنیہ اور اس کی شرح زرقانی و سیرت حلبیہ میں امام عبد الرزاق کی سند سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

یار سول الله!بأبي انت وأمي أخبرني عن أول شئ خلقه الله تعالى قبل الاشياء،قال يا جابر ان الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره۔

ترجمہ:اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، میرے والدین آپ پر قربان! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تمہارے نبی (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(المواهب اللدنيه،ج:1 ص:71،شرح زرقانى،ج :1،ص:89،سيرة حلبيه،ج:1،ص:50)

یہ روآیت لفظی یا معنوی طور پر درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے۔

تاريخ الخميس فى احوال النفس نفيس للامام الدار بكرى،ج:1 ص:19

المدخل،لابن امير الحاج،ج:2 ص:34

الفتوحات الاحمديه لعلامه سليمان الجمل،ص:6

تاريخ النور السافر لعلامه عبد القادر العيدروس،ج :1،ص :8

مولد العروس لابن جوزى،ص:16

حديقه نديه شرح طريقه محمديه للامام الاجل علامه عبد الغنى نابلسى۔ ج:2،ص:375

الناموس الأعظم لعارف بالله،علامه عبدالكريم الجيلانى

بحواله:جواہرالبحار،للامام يوسف بن اسماعيل نبهانى،ج :4 ص220

الانوار فى مولد النبى محمد،لعلامة ابوالحسن البكرى،ص:5

مطالع المسرات لعلامه محمد مهدى الفاسى،ص:221

السراج المنير لعلامه احمد عبد الجواد الدمشقى ص:13

تفسير روح المعانى لعلامه محمود آلوسى،ج:17 ص:105

المولد الروى فى المولد النبوى،للإمام ملا على القارى،ص:40

حاشيه المولد الروى،العلامه محمد بن علوى،المكى ص: 40

فتاوى حديثيه،لامام ابن حجر هيتمى،ص:228

الآثار المرفوعة،لعلامه عبدالحى فرنگى محلى ص:330

مدارج النبوة،لشيخ عبد الحق محدث دہلوى،ج:2،ص:2،وغيره۔

لہذا نورانیت مصطفی ﷺ کا عقیدہ صحیح و ثابت ہے، اس میں اختلاف کرنے والا قرآنی آیات واحادیث رسول واقوال سلف وخلف سے ناواقف ہے۔

صحیح یہ ہے کہ سرکار اقدس ﷺ حقیقت اور باطن کے اعتبار سے نور اور جسم ظاہری کے اعتبار سے انسان ہیں۔

☆☆☆

سوال: نبوت اور ولآیت کو کوئی انسان عبادت وریاضت کے ذریعہ حاصل کر سکتا ہے یانہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نبوت اور ولآیت محض وہبی اور عطائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا اپنے فضل سے اسے نبی بنایا اور جسے چاہتا ہے ولی بناتا ہے۔ ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ بسا اوقات نیک اعمال ولآیت کے حصول کا ذریعہ بن جاتے ہیں؛ مگر نبوت میں کسب اور اعمال کا بالکل بھی دخل نہیں ؛بلکہ جو یہ کہے کہ نبوت کو عبادت وریاضت اور دوسرے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

معتقد میں ہے: النبوة ليست كسبية. وقال التورفشتي في المعتمد: اعتقاد حصول النبوة بالكسب كفر.

(المعتقد المنتقد، ص:107، باب النبوات)

قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾

(العنکبوت، آیت :69)

سوال: قرآن پاک میں عیب نکالنے یا اسے نامکمل ماننے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قرآن پاک میں عیب نکالنا یا اسے نامکمل ماننا یقینا کفر ہے۔ ایسے شخص پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: اذا انکر الرجل آیة من القرآن او تسخر بآیة من القرآن وفي الخزانة:أو عاب کفر، کذا في التاتا رخانیة ..

(ہندیه،ج :2،ص:288،باب احکام المرتدین)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص قصداً قرآن مجید کو زمین پر پھینک دے تو اس پر کیا حکم ہے اور اگر غلطی سے قرآن مجید ہاتھ سے چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قرآن مجید کو قصداً زمین پر پھینکنا اس کی توہین ہے، اور یہ کفر ہے؛ لہذا ایسا کرنے والے پر توبہ اور بیوی والا ہو تو نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح لازم ہے۔

در مختار میں ہے: ومثله في الاشباه حیث قال:یکفر لوضع الرجل علی المصحف مستخفا والا فلا۔

(در مختار،ج :3،ص :719، کتاب الایمان)

اگر غلطی سے قرآن ہاتھ سے چھوٹ جائے تو کوئی مواخذہ نہیں، ہاں ایسی صورت میں کچھ صدقہ کر دینا بہتر ہے۔

حدیث پاک میں ہے: وضع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیه۔
(سنن ابن ماجه،حدیث:2045،کتاب الطلاق)

☆☆☆

سوال: تقدیر کا انکار کرنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تقدیر پر ایمان رکھنا لازم وضروری ہے، جو شخص تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا اس کا مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں، ایسے شخص کو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کا مجوس بتایا ہے۔

سنن ابوداؤد میں ہے: عن النبی صلی الله علیه وسلم قال:القدریة مجوس هذه الامة .
(سنن ابی داود،حدیث:4691۔4692)

یعنی تقدیر کے منکر اس امت کے مجوس ہیں۔

مجمع الزوائد میں ہے: ثلاثة لا یقبل الله عزوجل منهم صرفا وعدلا:عاق ومنان ومکذب بالقدر۔
(مجمع الزوائد،ج:7،ص:206،باب:ما جاء من یکذب بالقدر الخ)

ترجمہ: تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کے نفل قبول کرتا ہے نہ فرض، وہ یہ ہیں: ماں باپ کو ایذا دینے والا، صدقہ دے کر فقیر پر احسان جتانے والا اور تقدیر کو جھٹلانے والا۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے: روي انه کتب الحسن البصري إلی الحسن بن علی،رضي الله عنهم یسال عن القضاء والقدر فکتب إلیه الحسن بن علی:من لم یؤمن بقضاء الله وقدره وخیره وشره فقد کفر۔
(مرقات شرح مشکوة،ج:1 ص 119،کتاب الایمان)

سوال: یہ کہنا کیسا ہے کہ ہر طرح کی برائی اور بھلائی اللہ تعالی کی طرف سے ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: برائی کو اللہ تعالی کی جانب منسوب کرنا بہت برا ہے؛ بلکہ حکم ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرے اور برا کام کرے تو اپنے نفس کی جانب منسوب کرے۔

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص عذاب قبر کا انکار کرے تو اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عذاب قبر اور اس کی نعمتیں حق ہیں اور یہ دونوں چیزیں روح اور جسم دونوں پر ہوتی ہیں، خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے، اس کا انکار ضلالت و گمراہی اور بعض علما کے نزدیک کفر ہے۔

مسند احمد کی روایت ہے: عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله: ایها الناس استعیذوا بالله من عذاب القبر فان عذاب القبر حق۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ سے روآیت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! عذاب قبر سے اللہ تعالی کی پناہ مانگو کیوں کہ قبر کا عذاب حق ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، ج2، ص:363، حدیث:12257)

تفسیر روح البیان میں ہے: محل العذاب والنعم أي في القبر هوالروح و البدن جمیعا باتفاق اهل السنة.

(تفسیر روح البیان، ج 8، ص191)

فقہ اکبر میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: من قال لا اعرف عذاب القبر فهو من الجهمية الهالكة۔

(فقه اکبر،ص:137 باب اثبات عذاب القبر)

حدیقۂ ندیہ میں ہے: من انكر عذاب القبر فهو مبتدع۔

(حدیقۂ ندیه،شرح طریقۂ محمدیه ،ج1،ص:303)

مجمع الانھر میں ہے: ويكفر بانكاره روية الله عزوجل بعد دخول الجنة وبانكار عذاب القبر ۔

(مجمع الأنهر،ج :1،ص،694،باب :الفاظ الكفر انواع)

بہار شریعت میں ہے: عذاب قبر و تنعیم کا انکار وہی کرے گا جو گمراہ ہے۔

(بہار شریعت،ج:1،حصه اول،ص: 113،عالم برزخ کا بیان)

☆☆☆

سوال: ہم نے اپنی زندگی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دیکھا نہیں پھر قبر میں پہچانیں گے کیسے کہ یہی ہمارے آقا ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو مومن ہوگا وہ اللہ کے فضل سے قبر میں حضور کو پہچان لے گا؛ اگرچہ کبھی دیکھا نہ ہو اور جو کافر ہوگا وہ نہ پہچان سکے گا؛ اگرچہ حضور کو دیکھا ہو۔ وذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

☆☆☆

سوال: قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے وقت سرکار خود قبر میں تشریف لاتے ہیں یا آپ کی تصویر وغیرہ دکھائی جاتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: یہ تو یقینی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک معین ہو کر مردے کو معلوم ہوتی ہے؛ مگر یہ تعیین کس طرح سے ہوتی ہے؟ اس بارے میں علمائے کرام و شارحین حدیث سے تین طرح کی توجیہات منقول ہیں۔

الف: قبر سے گنبد خضری تک کے سارے حجابات اور پردے ہٹا دیئے جاتے ہیں اور مردہ اپنی قبر سے حضور کا دیدار کر لیتا ہے۔ اور فرشتے سرکار علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے پوچھتے ہیں کہ اس ذات پاک کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا۔

ب: سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی شبیہ فرشتوں کے پاس ہوتی ہے اور فرشتے اس شبیہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھتے ہیں۔

ج: سرکار اقدس قبر میں خود تشریف لاتے ہیں، اور مردہ اپنی قبر میں سرکار کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے۔

بہر حال تینوں توجیہات اپنی اپنی جگہ درست ہیں؛ مگر ان میں سے کوئی قطعی اور یقینی نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کا انکار کرنے والا کافر یا گمراہ ہو جائے۔

(ماخوذ از: ملفوظات اعلیٰ حضرت ص:526)

☆☆☆

سوال: مرتد کسے کہتے ہیں اور اس کے شرائط کیا ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کرے یا کوئی ایسا کام کرے جو تکذیب دین کو مستلزم ہو، یعنی: ایسا کام کرے جس میں

دین اسلام کی توہین یا دین اسلام کو جھٹلانا پایا جاتا ہو، جیسے: بتوں کے سامنے سجدہ کرنا، بتوں پر پانی یا پھول وغیرہ ڈالنا یا قشقہ لگانا، مندر میں جاکر گھنٹہ بجانا وغیرہ۔

مرتد ہونے کے شرائط تین ہیں

۱۔عاقل ہونا، ۲۔ ہوش میں ہونا، ۳۔ اختیار والا ہونا۔ لہذا ناسمجھ بچہ اگر کفر بول دے تو اس کا اعتبار نہیں۔ یوں ہی نشہ یا مجبوری کی حالت میں کفر بکا تو کافر نہ ہوگا۔ نشہ سے مراد اتنا نشہ ہے جس سے عقل زائل ہو جائے اور مجبوری سے مراد یہ ہے کہ کفر نہ بولنے کی صورت میں انسان کو اپنی جان یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا صحیح اندیشہ ہو کہ اگر کفر نہ بولے گا تو سامنے والا ایسا کر ڈالے گا اور یہ بھی ضروری ہے کہ اکراہ کی صورت میں صرف زبان سے کلمہ کفر نکالے، دل ایمان پر مطمئن ہو۔

در مختار میں ہے: وشرائط صحتها العقل والصحو و البلوغ،فلا تصح ردة مجنون و معتوه وموسوس وصبي لا يعقل و سكران و مكره عليها.

(درمختار،ج:6،ص:118 باب فی احکام المرتدین)

سوال: شوہر کے مرتد ہونے سے نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: شوہر کے مرتد ہو جانے سے نکاح باقی نہیں رہتا؛ بلکہ ختم ہو جاتا ہے، اب شوہر جب تک توبہ نہ کرلے اور پھر تجدید نکاح نہ ہو جائے دونوں کا ایک ساتھ رہنا جائز نہیں۔

در مختار میں ہے: (وارتداد أحدهما)أي الزوجين (فسخ)۔

(در مختار،ج:3،ص:193،باب نکاح الکافر)

☆☆☆

سوال: اگر بیوی مرتد ہوجائے تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اصل مذہب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیوی کے مرتد ہو جانے سے بھی نکاح ختم ہو جاتا ہے؛ لیکن اب فتوی یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح باقی رہتا ہے۔

اعلی حضرت قدس سرہ نے رسالہ "اجلی الاعلام" میں تحریر فرمایا: ومن ذلك افتائی مرارا بعدم انفساخ نكاح امراة مسلم بارتدادها لما رأيت من تجاسرهن مبادرة إلى قطع العصمة ۔

یعنی میں نے بارہا یہ فتوی دیا ہے کہ مسلمان عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا، کیوں کہ میں نے عورتوں کو عصمت نکاح سے نکلنے میں جری اور جلد باز پایا ہے۔

(فتاوی رضویه، ج:1، ص:393، بحواله رد المحتار، مقدمة الكتاب، ج:1، ص:46)

مزید فرماتے ہیں: اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذ الله مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی، وہ بدستور اپنے مسلمان شوہر کے نکاح میں ہے۔

(فتاوی رضویه ج:1 ص:393)

البحر الرائق میں ہے: وبعض مشائخ بلخ و مشائخ سمرقند أفتوا بعدم الفرقة برد تها حسنا لباب المعصية۔

(البحر الرائق، ج:3، ص :230، باب نكاح الكافر)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی مسلمان اپنے ایمان میں شک کرے کہ ایمان والا ہے یا نہیں، تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو اپنے ایمان میں شک کرے اور کہے کہ معلوم نہیں میں مومن ہوں یا نہیں، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ہاں اگر تاویل کرے اور کہے کہ میری مراد یہ ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ دنیا سے ایمان کی حالت میں جاؤں گا یا نہیں، تو اس کی تاویل سنی جائے گی اور اس پر حکم کفر عائد نہ ہوگا۔

ہندیہ میں ہے: من شك في ايمانه وقال:انا مؤمن ان شاء الله فهو كافر إلا إذا أوّل فقال:لا أدري أخرج من الدنيا مؤمنا فحينئذ لا يكفر.

(فتاوی ہندیہ،ج:2،ص:280،باب احکام المرتدین)

☆☆☆

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافر کو کافر نہیں کہنا چاہئے، ایسا کہنے والے پر کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر ماننا ضروریات دین سے ہے؛ لہذا جو شخص ایسا نہ کہے وہ ضروریات دین کا انکار کرنے والا ہے۔ اور ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔

بہار شریعت میں ہے: مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے، اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا، تاوقتے کہ اس کے خاتمے کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو؛ مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔

(بہار شریعت،ج:1،حصہ اول،ص:184)

درمختار میں ہے: ان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بھا۔

ردالمحتار میں ہے: لا خلاف في کفر المخالف في ضروریات الاسلام۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص561،باب الامامۃ)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی مسلمان کو کافر کہہ دے تو کہنے والے پر کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: بغیر کسی دلیل شرعی کے کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔

حدیث پاک میں ہے: إذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء به أحدهما۔

(صحیح البخاری حدیث:6103،کتاب الادب)

ہاں !اگر اسے کافر سمجھ کر کافر نہیں کہا؛ بلکہ گالی کے طور پر کہا تو اگرچہ یہ بھی حرام اور گناہ ہے؛ لیکن کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔

درمختار میں ہے: وعزر الشاتم بیاکافر،وهل یکفرإن اعتقد المسلم کا فراً؟ نعم وتحته في الشامي: ای یکفران اعتقده کافرا لا بسبب مکفر۔

(درمختارمع ردالمحتار،ج:4،ص:69،فرع من علیه التعزیر)

☆☆☆

سوال: جو یہ کہے کہ روزہ وہ رکھے جس کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو، اس پر کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ”روزہ وہ رکھے جس کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو“ ایسا بولنے والا دائرہ اسلام

سے خارج ہے؛کیوں کہ اس میں روزہ کی توہین ہے اور یہ کفر ہے۔اس پر توبہ و تجدید ایمان لازم اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔

☆☆☆

سوال: زید نے بکر سے کوئی کام کرنے کو کہا،اس پر بکر نے کہا:اللہ تعالی بھی یہ حکم دے تب بھی نہیں کروں گا،بکر پر کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ''اللہ تعالیٰ بھی یہ حکم دے تب بھی نہیں کروں گا'' کہنے والا دائرۂ اسلام سے خارج،اس پر توبہ اور تجدیدِ ایمان ضروری ہے اور بیوی رکھتا ہو تو تجدیدِ نکاح بھی کرے۔

ہندیہ میں ہے: اذا قال:لو امرنی اللہ بکذا لم افعل،فقد کفر۔

(فتاوی ہندیہ،ج:2،ص:280،باب احکام المرتدین)

وکذا فی الکافي و فتاوی قاضی خان وغیرھما من الکتب الفقھیة۔

☆☆☆

سوال: زید نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ گناہ مت کر،کیوں کہ اللہ تعالی کا عذاب بہت سخت ہے،اس پر اس شخص نے کہا کہ میں عذاب کو ایک ہاتھ میں اٹھالوں گا یا لے لوں گا،تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: "میں عذاب کو ایک ہاتھ میں اٹھالوں گا یا لے لوں گا" کہنے والا کافر و مرتد ہے؛کیوں کہ اس میں خدا تعالیٰ کے عذاب کو ہلکا سمجھا جارہا ہے،اور خدا کے عذاب کو ہلکا سمجھنا کفر ہے۔

ہندیہ میں ہے: رجل قال لآخر: گناه مکن چه عذاب خدایی بسیار است فقال: من عذاب بیکدست بردارم، یکفر۔

(ہندیه، ج:2، ص:282، باب المرتدین)

☆☆☆

سوال: بعض عوام نادانی میں کہہ دیتے ہیں: ”اوپر خدا نیچے پنچ“ ایسے قائل پر کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ”اوپر خدا نیچے پنچ“ اس جملے سے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت ہو رہا ہے؛ مگر عوام کی نیت اس جملے سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنا نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ جہالت کی وجہ سے ایسے جملے بول جاتے ہیں؛ لہٰذا اس جملے کے قائل کو کافر نہ کہیں گے۔ ہاں اگر وہ اس بات کا اقرار کرے کہ میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر آسمان میں ہے تو بلا شبہ وہ کافر ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مکان اور جگہ ثابت کرنا بالاجماع کفر ہے۔

کتب فقہ میں تصریح ہے: یکفر باثبات المکان لله تعالیٰ۔ لان الله تعالیٰ منزه عن المکان وبري عن المکان۔

☆☆☆

سوال: بعض نوجوان یہ گانا گاتے ہوئے نظر آتے ہیں: جب خدا سے ڈر نہیں تو بندوں سے ڈرنا کیا" اس پر کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جملۂ مذکورہ کفریہ ہے، گانے والے پر توبہ اور تجدید ایمان لازم ہے اور بیوی

رکھنا چاہتا ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔

شرح عقائد میں ہے: الامن من الله کفر۔

☆☆☆

سوال: جو شخص اپنے کو کہے کہ میں پیغمبر ہوں اور مواخذہ کرنے پر یہ تاویل کرے کہ میں ڈاکیہ ہوں، لوگوں کا پیغام پہنچاتا ہوں، تو اس کی تاویل سنی جائے گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو شخص اپنے آپ کو پیغمبر کہے اور پھر اس میں تاویل کرے تو اس کی تاویل نہیں سنی جائے گی اور وہ کافر و مرتد ہو جائے گا۔

ہندیہ میں ہے: لو قال انا رسول الله اوقال بالفارسية: من پيغمبرم يريد به پيغام می برم، يكفر۔

(ہندیه، ج:2، ص :205، باب احكام المرتدين)

☆☆☆

سوال: جو شخص صحابہ کرام کی شان میں توہین کرے اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: صحابہ کرام کی شان میں بعض توہین کفر ہیں اور بعض گمراہیت۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنا یا تمام صحابہ کرام کو منافق کہنا وغیرہ، یقیناً کفر ہے۔ اور دوسری توہین کی صورتیں گمراہی اور بددینی ہیں، اور توہین کرنے والا جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

اللہ تعالی نے سب صحابہ کے بارے میں فرمایا: رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ کہ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

☆☆☆

سوال: حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرنے والے پر کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر کافر ہے۔

ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے: ومن انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی الله عنه فهو کافر وکذلك من انکر خلافة عمر في أصح الاقوال۔

(ہندیه:ج :2 ص :286،باب احکام المرتدین)

سوال: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام صحابہ سے افضل کہنے والے کا حکم کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اہل سنت و جماعت کے نزدیک افضلیت کی ترتیب وہی ہے جو خلافت کی ترتیب ہے، یعنی تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، اور یہ افضلیت کثرت ثواب اور قرب الہی کے اعتبار سے ہے نہ کہ حسب و نسب کے اعتبار سے۔

اس عقیدے پر تمام صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ابوبکر کو سب سے افضل مانتے تھے، ان کے

بعد حضرت عمر کو اور ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان کو۔

(صحیح البخاری،ج:،ص:518،حدیث:3655)

معجم کبیر میں یہ بھی ہے کہ حضور اس بات کو سنتے مگر انکار نہ فرماتے۔

(معجم کبیر،ج:2،ص:285)

فقه اکبر میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انبیاے کرام کے بعد تمام لوگوں میں سب سے **افضل** حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی بن ابی طالب۔

(شرح الفقه الاکبر،ص:61)

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اس پر اجماع ہے کہ تمام امت سے **افضل** حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری،ج:8،ص:15)

حضرت امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں: ان الاجماع انعقد بين اهل السنة ان ترتيبهم فی الفضل كترتيبهم في الخلافة۔

ترجمہ: اہل سنت و جماعت کے درمیان اس بات پر اجماع ہے کہ خلفائے راشدین میں فضیلت اسی ترتیب سے ہے جس ترتیب کے خلافت ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری،ج:7،ص:29،تحت الحدیث:3678)

لہٰذا جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرات خلفائے ثلاثہ سے **افضل** کہے وہ گمراہ و بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: و ان كان يفضل عليا على أبي بكر الصديق لا يكون كافرا؛لكنه مبتدع.

یعنی حضرت علی کو حضرت ابو بکر صدیق سے **افضل** کہنے والا بدعتی ہے۔

(ہندیہ،ج:2،ص:264،مطلب فی موجبات الکفر الخ)

فتح القدیر میں حضرت امام ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت برحق ہے، اس کا انکار کرنے والے بدعتی ہیں، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

امام شعرانی نے الیواقوت والجواہر میں تحریر فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر کو تمام صحابہ کرام میں افضلیت حاصل ہے، اس کے منکر شیعہ اور معتزلہ ہیں۔

امام سخاوی نے فتح المغیث میں فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر کی افضلیت کا منکر اہل سنت سے خارج ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ، غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ سب صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم۔

علامہ ابن عابدین شامی نے **ردالمحتار** میں فرمایا کہ افضلیت حضرت صدیق کا منکر تفضیلی رافضی ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس حوالے سے دو کتابیں لکھیں: **قرة العين** اور **إزالة الخفاء** اور اعلیٰ حضرت نے مطلع القمرین، غاية التحقيق، الزلال الانقی اور سیکڑوں فتاوے تحریر فرمائے۔

☆☆☆

سوال: مشاجرات صحابہ کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا کیا عقیدہ ہے اور اس بارے میں گفتگو کرنی چاہئے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مشاجرات صحابہ سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے وہ آپسی منازعات

اور جنگیں ہیں جو خطاے اجتہادی اور غلط فہمی کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئیں۔ مثلا: جنگ جمل اور جنگ صفین وغیرہ۔

اہل سنت کا عقیدہ

مشاجرات صحابہ کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ان جنگوں میں حق، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی جانب تھا اور حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں سے خطاے اجتہادی ہوئی تھی؛ مگر ان کی شان میں وارد آیات قرآنیہ و احادیث رسول کی بنا پر ہم ان پر زبان طعن نہیں کھول سکتے اور ان اختلافات کو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام شافعی کے اختلاف کی طرح سمجھتے ہیں۔

ان مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام کہتے ہیں۔ ان میں خاموشی اختیار کرتے ہیں، ان کی بہتر تاویل کرتے ہیں اور تمام صحابہ کرام کو جنتی مانتے ہیں؛ کیوں کہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا: **كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى** یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر صحابی سے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ کر لیا ہے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: واتفق اهل السنة على وجوب منع الطعن على احد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك ولو عرف المحق منهم، لانهم لم يقاتلوا في تلك الحروب إلا عن اجتهاد وقد عفا الله عن المخطى فى الاجتهاد بل ثبت انه يوجر اجرا واحدا۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج:3، ص :431 باب اذا التقی المسلمان)

شرح صحیح مسلم میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: واعلم ان الدماء التي جرت بين الصحابة ليست بداخلة في هذا الوعيد، ومذهب اهل السنة

والحق:احسان الظن بهم والامساك عما شجر بينهم وتاويل قتالهم وانهم مجتهدون متاولون،لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا،بل اعتقد كل فريق انه المحق ومخالفه باغ وكان علي هو المحق المصيب في تلك الحروب۔

(شرح صحیح لمسلم،ج:18،ص:11،کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

☆☆☆

سوال: کسی ولی کی ولایت کا انکار کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: جن اولیائے کرام کے ولی ہونے پر اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے، مثلاً: حضرت غوث اعظم و حضرت خواجہ معین الدین چشتی و حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالی علیہم وغیرہ۔ ان کے یا ان میں سے کسی کے ولی ہونے سے انکار کرنا گمراہی و بد دینی ہے اور ایسا شخص اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔

(ایسا ہی فتاوی شارح بخاری: ج:2، ص:143 پر ہے۔)

☆☆☆

سوال: اولیاے کرام سے مدد مانگنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انبیاے کرام و اولیاے عظام کو اس کائنات میں تصرف کی قدرت عطا فرمائی ہے۔ اور یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ: اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے

جلانے، مادر زاد اندھے کو روشنی عطا کرنے، اور مٹی میں جان ڈالنے کی قدرت عطا فرمائی تھی۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فاذا احبته فكنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصربه ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها۔

(صحیح البخاری، ج :2، ص:963، حدیث :6502)

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس حدیث پاک کا مفہوم بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی آنکھ، کان ہاتھ اور پاوں میں یہ قوت پیدا فرما دیتا ہے کہ وہ بندے دور اور نزدیک ظاہر اور پوشیدہ ہر چیز کو دیکھتے ہیں، ہر طرح کی آواز کو سنتے ہیں اور عالم میں تصرف فرماتے ہیں، یعنی اللہ کے اذن اور اس کی اجازت سے جسے جو چاہیں عطا کر دیں جس سے جو چاہیں چھین لیں۔

(تفسیر کبیر ج:2، ص:9، ملخصًا)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو عالم میں تصرف کا اختیار دیا ہے، لہذا ان سے کسی چیز کے بارے میں **سوال** کرنا اور ان سے مدد مانگنا جائز و درست ہوا، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہماری حاجت پوری کرنے پر قادر ہیں۔

اور اولیاے کرام سے مدد مانگنا قدیم زمانے سے اہل سنت کا معمول ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرمایا کہ امام غزالی نے فرمایا: من يستمد في حياته يستمد به بعد مماته. کہ جس سے ظاہری زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے اس سے بعد وصال بھی مدد مانگی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

سوال: اہل قبلہ کسے کہتے ہیں، کیا مطلقاً اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں اور ان سے کفر کی کوئی علامت یا کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو۔ پس جو لوگ ان اوصاف سے متّصف ہوں وہ اہل قبلہ میں سے ہیں جن کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔ ولا نكفراحدا من أهل القبلة کا یہی مطلب ہے۔

اور رہے وہ لوگ جو کسی دینی ضروری بات کا انکار کریں یا ان میں کفر کی کوئی علامت یا کفر کا کوئی سبب ظاہر ہو تو انھیں بلا تامل کافر قرار دیا جائے گا، اور جو لوگ ایسے لوگوں کے کفر میں شک کریں وہ بھی کافر ہیں؛ کیوں کہ ایسے لوگوں کے کفر میں شک کرنا، ضروریات دین میں شک کرنا ہے اور ضروریات دین میں شک کرنے والا بلا شبہ کافر ہے۔

قال الطحاوي في عقيدته: ونسمي أهل قبلتنا مسلمين مؤمنين،ما داموا بما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم معترفين،وله بكل ما قال وأخبر مصدقين۔

قال ابن أبي العز في شرحه: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"من صلى صلاتنا،واستقبل قبلتنا،وأكل ذبيحتنا،فهو المسلم،له ما لنا وعليه ما علينا".ويشير الشيخ رحمه الله بهذا الكلام إلى أن الإسلام والإيمان واحد،وأن المسلم لا يخرج من الإسلام بارتكاب الذنب ما لم يستحلَّه.

والمراد بقوله:"أهل قبلتنا"من يدَّعي الإسلام،ويستقبل الكعبة وإن كان من أهل الأهواء،أو من أهل المعاصي،ما لم يكذب بشيء مما جاء به الرسول

صلى الله عليه وسلم. وسيأتي الكلام على هذين المعنيين عند قول الشيخ: "ولا نكفرّ أحداً من أهل القبلة بذنب ما لم يستحلّه.

(شرح عقيده طحاويه،ص:426ـ427).

درمختار میں ہے: وكل من كان من قبلتنا لا نكفر بها " أي البدعة المذكورة المبنية على شبه إذ لا خلاف في كفر المخالف في ضروريات الاسلام و ان كان من اهل القبلة.

(درمختار مع رد المحتار،ج :1،ص:561 باب الامانة)

☆☆☆

سوال: دیوبندیوں کو کافر کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دیوبندیوں کو کافر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پیشواؤں یعنی رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی اور خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کھلی ہوئی گستاخیاں کیں اور ضروریات دین کے منکر ہوئے۔

مثلاً:

- مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب "حفظ الایمان" میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو تمام حیوانات و بہائم اور بچوں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی۔

حفظ الایمان میں لکھا کہ: پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل

غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ؟ ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنوں (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان،ص :8 کتب خانه اشرفیه دیوبند)

مذکورہ بالا عبارت میں صاف طور سے اس نے سرکار کے علم غیب کو پاگل، جانوروں اور بچوں سے ملایا، اور یہ کھلی ہوئی گستاخی اور کفر ہے۔

مدرسہ دیوبند کے بانی، مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب "تحذیر الناس "میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہونے کا انکار کیا۔

چناں چہ اس نے تحذیر الناس میں لکھا کہ: اگر بالفرض زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔انتہی۔

(تحذیر الناس،ص :32 دار الاشاعت مقابل مولوی مسافرخانه کراچی)

اس عبارت میں اس نے حضور خاتم النبین کو خاتم النبیین ماننے سے انکار کیا۔

اور اسی کتاب میں لکھا کہ: سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔انتہی۔

اس عبارت میں بھی اس نے خاتم النبیین بمعنی آخری النبیین ہونے کا انکار کیا۔

اول تو خاتم النبین بمعنی آخر النبیین ہونا ناسمجھ عوام کا خیال بتایا۔ اس لیے کہ اس نے اس عبارت میں عوام کے مقابلے میں اہل فہم کا لفظ استعمال کیا جس سے متعیّن ہوتا ہے کہ عوام سے مراد ناسمجھ لوگ ہیں۔

دوم اسے خیال بتایا، عقیدہ نہیں۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبین کے معنی

آخری نبی یہ کوئی قطعی اور یقینی عقیدہ نہیں ہے؛ بلکہ عوام کالانعام کی رائے ہے جو انھوں نے خود سے قائم کرلی ہے۔ قرآن و حدیث سے یہ ثابت نہیں؛ حالاں کہ خاتم کا معنی آخری ہونا قرآن و احادیث اور اقوال سلف و خلف سے یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور یہ ضروریات دین سے ہے جس کا منکر قطعی یقینی طور پر کافر ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں تحریر فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ وہ خاتم النبیین ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ عزوجل نے انھیں خاتم النبیین بنایا اور پوری مخلوق کا رسول بنایا۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام (خاتم) اپنے ظاہر معنی پر محمول ہے اور اس کا جو مفہوم ہے یعنی آخری نبی ہونا، یہی مراد ہے، جس میں نہ کوئی تاویل ہوسکتی ہے اور نہ تخصیص۔

امام غزالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ خاتم النبیین سے امت نے یہی سمجھا ہے کہ حضور کے بعد کبھی بھی کوئی نبی نہ ہوگا، نیز اس میں نہ تو کوئی تاویل ہے نہ تخصیص، جو اس میں تاویل یا تخصیص کرے وہ ہذیان کی قسم سے ہے اور اسے کافر کہنے سے کوئی چیز مانع نہیں۔

- مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب" براہین قاطعہ" میں شیطان کے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ اور وسیع تر بنایا۔

چنانچہ براہین قاطعہ میں لکھا کہ: شیطان و ملک کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(براہین قاطعہ ص:51)

نوٹ: مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب کی تصدیق و تائید کی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں اس نے شیطان کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتایا ہے؛ کیوں کہ اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت اور زیادتی نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اس لیے شیطان وملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے؛ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چوں کہ نص قطعی سے ثابت نہیں اور نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اس لیے حضور کے لیے وسعت علم ماننا، شرک ہے۔ اس کا صریح مطلب ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں ہے۔ اور شیطان کا علم حضور کے علم سے زیادہ ہے۔

مذکورہ بالا کفریات کے علاوہ اور بہت سارے کفریات وضلالات ان کی کتابوں میں موجود ہیں جن کی بنا پر ہندوستان اور حرمین شریفین کے علماے حق نے ان کی تکفیر کی اور فرمایا کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

☆☆☆

سوال: جو اکابر دیوبند رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی اور خلیل احمد انبیٹھوی کو کافر نہ کہے وہ شخص کافر ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہ چاروں افراد اپنے عقائد کفریہ کے سبب کافر و مرتد ہیں۔ پس اگر کوئی شخص ان چاروں کی کفری عبارات سے واقف ہونے کے بعد بھی انھیں کافر نہ کہے وہ خود کافر ہو جائے گا، اور اگر کوئی شخص ان کی کفری عبارات کو جانتا ہی نہ ہو، بلکہ فقط ان وہابیوں اور دیوبندیوں کی عبادت، نماز و روزہ وغیرہ دیکھ کر ان سے متاثر ہو تو پھر وہ شخص کافر نہیں ہوگا۔

فتاوی شارح بخاری میں ہے

وہ دیوبندی عوام جو دیوبندی بزرگوں کی کفری عبارتوں سے باخبر نہیں، ان کی ظاہری حالت دیکھ کر یا کسی وجہ سے ان کو اپنا بزرگ اور پیشوا مانتے ہیں وہ کافر نہیں۔ اور زیادہ تر دیوبندی عوام الناس اسی قسم کے ہیں۔

(فتاوی شارح بخاری، ج:1، ص:)

☆☆☆

سوال: گاؤں دیہات کے بہت سارے لوگ اکابر دیوبند کی کفری عبارتوں سے واقف نہیں ہوتے لیکن پھر بھی اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں، اور فاتحہ، سلام، قیام وغیرہ کو بدعت کہتے ہیں، ایسے لوگوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو لوگ اکابر دیوبند کی کفری عبارات سے واقف نہیں ہیں وہ شریعت کی نظر میں کافر نہیں؛ اگرچہ اپنے آپ کو جہالت کی وجہ سے دیوبندی کہتے ہوں، اگرچہ معمولات اہل سنت یعنی فاتحہ قیام سلام وغیرہ کو بدعت کہتے ہوں۔ ہاں ایسے لوگوں کی گمراہیت میں کوئی شک نہیں۔

فتاوی رضویہ میں ہے

جس نے جس فرقہ کا نام لیا اس فرقہ کا ہو گیا، مذاق سے کہے یا دوسری وجہ سے جب کہ ان کے عقائد باطلہ پر مطلع ہو۔

(فتاوی رضویہ ج:4، ص:103 قدیم)

وقار الفتاوی میں ھے

عام دیو بندی جو صرف میلاد، قیام، فاتحہ وغیرہ میں اہل سنت کی مخالفت کرتے ہیں اور ان عبارات کفریہ کا انہیں علم نہیں، ان کو کافر نہیں کہیں گے، وہ گمراہ ہیں۔

(وقار الفتاویٰ، ج:1ص:284)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دیو بندی حقیقت میں وہ ہے جو مولوی اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی کی کفری عبارتوں پر مطلع اور ان سے واقف ہوتے ہوئے بھی انھیں اپنا پیشوا جانے، یا کم از کم مسلمان ہی جانے، اور گاؤں دیہات کے جو لوگ ان چاروں کی کفری عبارتوں سے واقف نہیں ہیں، وہ کافر نہیں ہیں، انھیں نرمی کے ساتھ سمجھایا جائے اور ان چاروں کی عبارتوں کو دکھا کر ان سے بیزاری کرائی جائے۔ یہ لوگ جہالت اور نادانی میں بھٹکے ہوئے ہیں۔

☆☆☆

سوال: نیچری، چکڑالوی رافضی اور خارجی کون لوگ ہیں اور ان کے عقائد کیا ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نیچری:

ایک فرقہ ہے جو سید احمد خان علی گڑھی (م 1315) کی جانب منسوب ہے۔ اس نے بہت سارے ضروریات دین کا انکار کیا ہے، مثلاً اس کا عقیدہ یہ ہے کہ:

(۱)... نبوت، تہذیب اخلاق کا ایک فطری ملکہ ہے یعنی وحی کسی فرشتے کے واسطے سے نازل نہیں ہوتی بلکہ خود پیغمبر کے دل میں فوارے کی طرح اٹھتی ہے اور نبی اس کو سنتا ہے

(۲)... ملائکہ کوئی متعیّن ذات نہیں؛ بلکہ انسان کی ملکی قوت کا نام ہے اسی طرح شیطان

انسان کی بہیمی قوت کا نام ہے۔

(۳)... جنت و دوزخ کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔

(۴)... آسمان کا وجود نہیں ہے۔

(۵)... اجماع امت حجت نہیں۔

(۶)... حدیث کی کتابیں غیر معتبر ہیں۔

(۷)... ہر شخص ان مسائل میں مجتہد بالذات ہے جو قرآن و حدیث میں نہ ہوں۔ وغیرہ

(ماخوذ از بین الکلام فی تفسیر القرآن، سرسید احمد خان علی گڑھی)

چکڑالوی:

یہ فرقہ عبداللہ چکڑالوی (م 1324) کی طرف منسوب ہے۔ اس کی خرافات و بکواس میں سے بعض یہ ہے:

(۱)... مسلمانوں کے درمیان رائج نماز کا طریقہ اس کے کلمات و تسبیحات کفر ہیں۔

(۲)... جو حکم قرآن میں صریح اور صاف طور سے مذکور نہ ہو وہ لغو اور بے کار ہے؛ اگرچہ وہ حدیث متواتر یا حدیث مشہور سے ثابت ہو۔

(۳)... سارے انبیا و مرسلین رتبے میں برابر ہیں۔

(۴)... وہ جانور جسے اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے وہ مردار اور حرام ہے۔

(۵)... حدیث پر عمل خدا کے عذاب کو واجب کرتا ہے، وغیرہ۔

رافضی

یہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو صحابہ کرام کی شان اقدس میں نہایت گستاخ ہے یہاں تک کہ چند صحابہ کرام کے علاوہ سب کو کافر و منافق قرار دیتا ہے۔

(رجال الکشی ص:12،تہذیب المتین،احتجاج طبرسی،ج:1،ص:113)

(۲)... حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ کو خلافت غاصبہ یعنی زبردستی کی گئی خلافت کہتا ہے۔

(احتجاج طبرسی،ص 34،جلاءالعیون،ج:1ص:216)

(۳)... اللہ تعالیٰ پر وہ کام کرنا واجب ہے جو بندے کے حق میں نفع بخش ہو۔

(تحفہ اثنا عشریہ،ص:296)

(۴)... ائمہ کرام، انبیاے کرام سے افضل ہیں۔

(تحفہ اثنا عشریہ،ص:312 ـ 313)

(۵)... قرآن مجید محفوظ نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ پارے یا کچھ صورتیں حضرت عثمان نے یا دیگر صحابہ نے نکال دیے۔

(اصول کافی ج :2،ص:634،الاحتجاج،ج:1،ص:254)

(۶)... اللہ تعالیٰ کوئی حکم دیتا ہے پھر معلوم کر کے کہ مصلحت اس کے غیر میں ہے پچھتاتا ہے۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص:286 تا292)

(۷)... نیکیوں کا خالق اللہ اور برائیوں کا خالق اس برائی کو کرنے والا خود ہے۔

(المعتقد المنتقد ص :225. ذکر سبع طوائف في الهند)

❖ یہ سارے عقائد کفر و ضلالت پر مشتمل ہیں کیوں کہ:

(۱)... صحابہ کرام کو منافق و کافر قرار دینا بالخصوص حضرت ابوبکر و عمر عثمان کو، یہ خود کفر ہے۔

(۲)... اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ کو خلافت غاصبہ کہنے میں خود حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اور شان پر اعتراض پڑتا ہے؛ کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ

مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ نے منافقین و کافرین کے ہاتھ پر بیعت کرلی،اور یہ مولائے کائنات کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

نیز قرآن پاک میں حضرات خلفائے ثلاثہ ابوبکرو عمر عثمان رضی اللہ عنہم کی مدح و تعریف میں کئی آیتیں ہیں؛ بلکہ ان حضرات کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں ہے کہ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ تو کیا کافروں اور منافقوں کے لیے قرآن پاک میں ایسے ارشادات ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

(۳)... اللہ تعالی پر کوئی چیز واجب نہیں ہے،وہ مالک و مختار ہے جو اللہ تعالی پر کسی چیز کو واجب بتائے وہ کافر ہے۔

(۴)... ائمہ اطہار کو انبیاے کرام سے افضل کہنا بالاجماع کفر ہے؛کیوں کہ غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا کفر ہے۔

قاضی عیاض نے شفا میں فرمایا: وكذلك نقطع بتكفير غلاة الرافضة في قولهم ان الائمة افضل من الانبياء۔

(شفا،بتعریف حقوق المصطفی،ج:2،ص:290)

(۵)... اور یہ عقیدہ کہ قرآن مجید محفوظ نہیں،اس سے قرآن کی آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ کا انکار لازم آتا ہے،اور قرآن کا انکار بھی قطعی طور پر کفر ہے۔

منح الروض الازھر میں ہے:

من جحد القرآن ای کله او سورة منه او آية،قلت:وكذا كلمة او قراءة متواترة او زعم انها لست من كلام الله تعالى،كفر۔

ترجمہ: جو قرآن کا انکار کرے یعنی پورے قرآن کا یا اس کی کسی آیت کسی کلمہ یا

قراءت متواترہ کا انکار کرے یا کہے کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے، وہ کافر ہے۔

(منح الروض الازهر ص :167،فصل من ذلك فيما يتعلق بالقرآن)

(۶)... یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کوئی حکم دیتا ہے پھر بعد میں پچھتاتا ہے، یقیناً کفر ہے؛ کیوں کہ اس سے االلہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔

المعتقد المنتقد میں ہے: وقد صرح مجتهده حيث اوله بان الله تعالیٰ يحكم بشي ثم يعلم ان المصلحة فى خلافه فيبدله،فقد اعترف بحصول الجهل لربه۔

(المعتقد المنتقد،ص:225،باب ذكرہا سبع طوائف في الهند)

(۷)... یہ عقیدہ کہ نیکیوں کا خالق اللہ اور برائیوں کے خالق یہ خود ہیں، اس کا باطل و فاسد ہونا بالکل ظاہر ہے، کیوں کہ مجوس نے تو دو ہی خالق مانے تھے، خالق خیر "یزدان" کو اور خالق شر "اہرمن" کو؛ لیکن ان رافضیوں کے خالق کی تو گنتی ہی نہ رہی۔

خارجی

مقام صفین میں حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی تھی اس موقع پر حضرت علی کی جانب سے ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاویہ کی جانب سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم اجمعین، فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کئے گئے تھے۔ حضرت علی کے اس عمل کے خلاف ایک جماعت نے حضرت علی سے بغاوت کرلی اور آپ سے جنگ کی، اسی جماعت کو خارجی کہتے ہیں، ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔

☆☆☆

سوال: معرکۂ کربلا میں حق پر کون تھا؟ امام عالی مقام یا یزید؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: بلاشبہ معرکۂ کربلا میں سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور یزید باطل پر۔

☆☆☆

سوال: یزید کے کفر واسلام کے بارے میں اہل سنت کا کیا موقف ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: یزید کے فاسق وفاجر ہونے پر توسب کا اتفاق ہے مگر وہ کافر تھا یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور بہت سارے علمائے کرام نے اس کو کافر کہا ہے اور ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں سکوت فرمایا ہے، نہ کافر کہا نہ مسلمان۔ اور یہی زیادہ بہتر بھی ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ یزید پلید کے بارے میں تفصیلی گفتگو فرمانے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں، کفر متواتر نہیں، اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقوله تعالٰی فسوف يلقون غيا إلا من تاب۔ توعنقریب دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہوے۔ اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں، اور یہی احوط واسلم ہے؛ مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے، اور ضلالت وبدمذہبی صاف ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج:14، ص:591۔593، کتاب السیر)

اس مسئلے کی تفصیل و تحقیق کے لیے **المسامرہ:۳۱۷۔۳۱۸،النبراس:۳۳۰۔۳۳۲،منح الروض الازہر:۷۱۔۷۳** وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

☆☆☆

سوال: کیا امام حسین کو قتل کرنے والوں کو جہنمی کہا جا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عام مومن کو قتل کرنے والے کے لیے قرآن میں ارشاد ہے:

وَ مَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیۡمًا ﴿۹۳﴾

ترجمہ: جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

توجب ایک عام مومن کے قاتل کو قرآن جہنمی کہتا ہے تو سیدنا امام عالی مقام کے قاتل کو جہنمی کہنا یقینا درست ہے، بے شک وہ سب جہنمی ہیں۔

☆☆☆

سوال: کفار کے مذہبی میلوں مثلاً رام لیلا وغیرہ میں شرکت کرنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کفار و مشرکین کے مذہبی میلوں میں شرکت کرنا حرام اور گناہ ہے۔

حرام اس صورت میں ہے جب کہ صرف تماشہ اور میلا دیکھنے کی نیت سے گیا ہو اور اگر

ان کی بھیڑ بڑھانے یا ان کے کفری کاموں کو اچھا جانتے ہوئے شریک ہوا تو یہ کفر ہے۔

فتاوی ہندیہ میں کفری اقوال و افعال کے بیان میں ہے: وبخروجه الى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم۔

(فتاوی ہندیه، ج:2، ص:277، کتاب السیر فی احکام المرتدین)

☆☆☆

سوال: کفار و مشرکین کی ارتھی کے ساتھ چلنا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کفار و مشرکین کی ارتھی کے ساتھ چلنا ناجائز و گناہ ہے، ایسا کرنے والا توبہ کرے اور آئندہ اس میں شرکت نہ کرے۔

☆☆☆

سوال: بعض مسلمان ہندوؤں سے تعلقات کی وجہ سے ان کی میت کے ساتھ شمشان گھاٹ چلے جاتے ہیں، کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: غیر مسلم مردے کے ساتھ شمشان گھاٹ جانا اپنے آپ کو اللہ تعالی کی لعنتوں میں گرفتار کرنا ہے، اور گناہ ہے، اور اگر ہندوؤں کی بولی بولتے ہوئے گیا تو کفر ہے، ایسی صورت میں اس پر توبہ و تجدید ایمان لازم ہے اور اگر بیوی والا ہے تو نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح بھی لازم۔

(ایسا ہی فتاوی شارح بخاری، ج:2، ص:70 پر ہے۔)

☆☆☆

سوال: مسلمان کے لیے راکھی بندھوانا اور ہولی کھیلنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مسلمان کے لیے راکھی بندھوانا اور ہولی کھیلنا سخت گناہ اور ایسا کرنے والا فاسق وفاجر ہے، اس پر توبہ لازم ہے؛البتہ کافر نہیں ہے ؛کیوں کہ یہ دونوں چیزیں غیر مسلموں کا قومی شعار ہیں، مذہبی شعار نہیں، اور کافر کے قومی شعار کو اختیار کرنا حرام وگناہ ہے اور مذہبی شعار کو اختیار کرنا کفر۔

مذہبی شعار کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز ان کے مذہب میں عبادت ہو یا وہ ان کے مذہب کی رو سے ان کے مذہب کی علامت ہو، جیسے: چوٹی رکھنا، زنار باندھنا، ماتھے پر ٹیکا لگانا وغیرہ۔ اور راکھی باندھنا یا ہولی کھیلنا نہ تو ان کے مذہب میں عبادت ہے اور نہ ہی ان کے مذہب کی رو سے ان کی مذہبی علامت۔

(ماخوذ از فتاوی شارح بخاری ج :2،ص:566)

☆☆☆

سوال: بعض مسلمان موبائل فون یا اشتہارات میں ہندوؤں کو دیوالی، ہولی وغیرہ تیوہار کی مبارک باد پیش کرتے ہیں، ایسا کرنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہندوؤں کو ہولی دیوالی اور دوسرے مذہبی تیوہاروں پر مبارک باد دینا سخت حرام اور کفر کی طرف لے جانے والا ہے۔ ایسا کرنے والوں پر توبہ وتجدید ایمان اور بیوی والے ہوں تو نئے مہر کے ساتھ تجدیدِ نکاح لازم ہے۔

(فتاوی شارح بخاری،ج:2،ص:566)

سوال: مندر کی تعمیر میں چندہ دینے والے مسلمان پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: کسی مجبوری کے بغیر اپنی خوشی سے مندر کی تعمیر یا ہندوؤں کی کسی بھی مشرکانہ رسم میں چندہ دینا کفر ہے؛ کیوں کہ یہ کفر و شرک پر رضا بھی ہے اور مدد بھی، اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

قرآن پاک میں ہے: اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ

اور اگر ہندوؤں سے محض تعلقات کی بنا پر چندہ دیا، دل میں ان کے ان کاموں کو برا جانتا ہے تو بھی حرام کیا، اس پر توبہ لازم ہے۔

☆☆☆

سوال: غیر مسلم کو سلام کرنا کیسا؟ اور اگر وہ سلام کر دے، تو جواب دینا کیسا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: غیر مسلم کو سلام کرنا منع ہے اور اگر وہ خود سلام کر دے، تو جواب میں صرف "علیکم" کہہ دیا جائے۔

بہار شریعت میں ہے: کفار کو سلام نہ کرے اور وہ سلام کریں تو جواب دے سکتا ہے مگر جواب میں صرف عَلَيْكُمْ کہے۔

(بہار شریعت، جلد3، صفحہ461)

☆☆☆

سوال: پنڈتوں سے جھاڑ پھونک کرانا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہندو عموماً اپنے منتروں میں معبودان باطل کی دہائی دیتے ہیں اس لیے ان سے جھاڑ پھونک کرانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

حدیث میں ہے: إنا لا نستعين بمشرك۔

☆☆☆

سوال: جو لوگ ملک کی حفاظت میں سرحد پر مارے جاتے ہیں انھیں شہید کہنا کیسا ہے؟ جب کہ ان میں غیر مسلم بھی ہوتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: شریعت میں شہید وہ شخص ہے جو اسلام کی سربلندی کے لیے لڑتے ہوئے شہید ہو، اور جو لوگ سرحد پر رہتے ہیں وہ اسلام کے لیے نہیں؛ بلکہ ملک کے لیے لڑتے ہیں؛ لہذا وہ شریعت کی نگاہ میں شہید نہیں ہیں۔ ہاں انھیں لغت کے اعتبار سے شہید کہا جا سکتا ہے، خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔

تفسیر بیضاوی میں ہے: الشهداء الذين ادى بهم الحرص على الحرص على الطاعة والجد في اظهار الحق حتى بذلوا مهجم فى اعلام كلمة الله۔

(تفسیر بیضاوی مع شیخ زادہ جلد دوم ص :148)

کتاب الطہارات

پانی کا بیان

سوال: گلیوں اور سڑکوں پر بہنے والا بارش کا پانی اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: گلیوں اور سڑکوں پر بہنے والے بارش کے پانی میں اگر نجاست کا ہونا یقینی طور پر معلوم نہ ہو تو وہ پاک ہے، لہذا اگر وہ کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔

رد المحتار میں ہے: (قوله:وطين شارع)مبتدأ خبره قوله:عفو والشارع الطريق وفي الفيض:طين الشوارع عفو وإن ملأ الثوب للضرورة ولو مختلطا بالعذرات وتجوز الصلاة معه. اهـ.

أقول:والعفو مقيد بما إذا لم يظهر فيه أثر النجاسة كما نقله في الفتح عن التجنيس۔

(ردالمحتار مع در مختار،ج:1ص:324،مطلب في العفو عن طين الشارع)

☆☆☆

سوال: کسی گڑھے میں پانی ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف سے نکل جاتا ہے تو کیا اس کو ماء جاری کہنا صحیح ہے؟ کیا اس طرح وہ گڑھا پاک ہو جائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر گڑھے میں ایک طرف سے پانی آتا ہے اور دوسری طرف سے نکل جاتا ہے تو اس کو ماء جاری کہنا صحیح ہے، اور وہ گڑھا بھی پاک ہو جائے گا۔

مختارات النوازل میں ہے:حوض صغير يتنجس ماؤه فيداخل الماء من جانب.ويخرج من جانب،قال الفقيه أبو جعفر:يطهر لانه بمنزلة الماء الجاري۔

(مختارات النوازل :ج:1،ص:135)

☆☆☆

سوال:پانی کی ٹنکی میں چھپکلی وغیرہ کوئی چیز مرجائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟اور اس پانی سے وضو وغسل کرکے پڑھی گئی نماز کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:پانی کی ٹنکی میں چھپکلی وغیرہ کوئی جانور مرجائے تو اسے پاک کرنے کے لیے اس کا کل پانی نکال کر اس میں سمرسیبل وغیرہ سے اتنا پانی بھرا جائے کہ پانی ٹنکی سے بہنے لگے، پانی بہنے سے ٹنکی پاک ہوجائے گی۔

اگر معلوم نہ ہو کہ وہ جانور ٹنکی میں کب مرا تو تین دن اور تین رات کی نماز کو دہرانا پڑے گا۔اگر معلوم ہوجائے تو صرف اتنے وقتوں کی نماز کا اعادہ لازم ہے۔

☆☆☆

سوال:اگر بڑے تالاب کا پانی ٹھہرا ہوا ہو تو اس میں نجاست کے گرنے سے وہ ناپاک ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:بڑے تالاب کا پانی اگرچہ ٹھہرا ہوا ہو اس میں نجاست کے گرنے سے وہ

ناپاک نہیں ہوگا کیوں کہ یہ بہتے پانی کے حکم میں ہے، توجس طرح بہتا پانی نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا اسی طرح بڑے تالاب کا پانی بھی نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوگا۔

حلبی کبیری میں ہے: وإذا كان الحوض عشراً في عشر فهو كبير لا يتنجس بوقوع النجاسة

(حلبی کبیری،ص:98، کتاب الطہارۃ،فصل فی احکام الحیاض)

☆☆☆

سوال: کیا شوہر اپنے ناپاک کپڑے اپنی بیوی سے دھلوا سکتا ہے؟ اور دھلنے کے بعد کیا وہ کپڑے اس کے لیے پاک ہوں گے جب کہ عورت اپنے شوہر سے طاقت میں کم ہو؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: شوہر اپنے ناپاک کپڑے اپنی بیوی سے دھلوا سکتا ہے، یہ جائز ہے اور عموماً کپڑے عورتیں ہی دھوتی ہیں اس لیے کپڑے کو پاک کرنے کی تفصیل درج ذیل ہے:

اگر کپڑے پر لگی ہوئی نجاست منی وغیر کوئی جرم والی اور دلدار چیز ہو تو عورت کو چاہیے کہ پہلے اس نجاست کو صاف کرے، اس طور پر کہ اس نجاست والی جگہ پر نل وغیرہ کے ذریعہ پانی بہائے اور اسے ہاتھوں سے ملتی رہے۔ جب وہ نجاست دور ہوجائے اور اس کا اثر ختم ہوجائے تو پورا کپڑا پاک ہوجائے گا اور اسے دوسرے پاک کپڑوں کے ساتھ ملا کر دھونے سے کوئی بھی کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔ اس صورت میں کپڑے کو تین مرتبہ دھونا اور ہر مرتبہ پوری طاقت سے نچوڑنا ضروری نہیں؛ بلکہ صرف نجاست کے ختم ہونے، اور اس کے اثر کے زائل ہوجانے سے کپڑا پاک ہوجائے گا۔

درمختار میں ہے: ویطهرمحل نجاسة مرئية بقلعها أي بزوال عينها واثرها ولو بمرة أو بما فوق ثلث في الأصح۔

(در مختار مع رد المحتار:ج:1،ص :238،فصل فی الانجاس)

اور اگر کپڑے پر لگی ہوئی نجاست کو صاف نہیں کیا؛بلکہ اسی طرح پانی سے بھرے ہوئے ٹب یا واشنگ مشین میں ڈال دیا تو اب سارا کپڑا ناپاک ہو گیا،اس صورت میں کپڑے کی پاکی کے لیے اسے تین مرتبہ دھونا اور ہر مرتبہ طاقت بھر نچوڑنا لازم ہے ، لہذا اب عورت کے دھلے ہوئے کپڑے اس سے زیادہ طاقت ور مرد کے لیے پاک نہ ہوں گے ؛کیوں کہ قاعدہ ہے کہ جو کپڑا دھو رہا ہے اس کے نچوڑنے سے قطرہ بند ہو گیا؛لیکن جس کے کپڑے ہیں اس کے نچوڑنے سے قطرہ نکلے گا تو یہ کپڑا اس کے حق میں ابھی بھی ناپاک رہے گا۔

درمختار میں ہے: وقدر بغسل وعصر ثلثا فيما ينعصر مبالغا بحيث لا يقطر ولو كان لويعصر غيره قطر،طهر بالنسبة اليه دون ذلك الغير۔

(درمختار ج:2:ص:232،فصل فی الانجاس)

اس صورت میں کپڑے کو پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عورت کو چاہیے کہ کپڑے کو واشنگ مشین یا ہاتھوں سے اچھی طرح دھونے کے بعد کسی بالٹی وغیرہ میں اس کپڑے کو ڈال دے اور نل کھول دے اور کپڑے کو بالٹی کے اندر دبائے رکھے اور بالٹی میں اتنا پانی بھرے کہ بالٹی کے اوپر سے پانی بہنے لگے۔اس طرح ایک بار کرنے سے وہ ناپاک کپڑا پاک ہو جائے گا اور بالٹی میں بچا ہوا پانی بھی پاک رہے گا۔اسی پانی میں دوسرے کپڑوں کو ڈال کر اس طریقے سے پاک کیا جا سکتا ہے۔اس صورت میں بھی تین مرتبہ نچوڑے بغیر ہی وہ کپڑا شوہر کے حق میں بھی پاک ہو جائے گا کیوں کہ یہ بہتے ہوئے پانی میں کپڑے کو دھونا ہوا،اور بہتے ہوئے پانی میں کپڑے کو دھونے کی صورت میں اسے تین مرتبہ دھونا اور طاقت بھر نچوڑنا لازم نہیں۔

در مختار میں ہے: اما لو غسل في عذير اوصب عليه ماء كثيرا او جرى عليه الماء طهر مطلقا بلا شرط عصر و تجفيف و تكرارغمس هو المختار۔
(درمختار مع الرد،ج:1 ص:332،فصل فی الانجاس)

☆☆☆

سوال: میت کو نہلاتے وقت جو پانی گرتا ہے وہ کپڑے پر لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: راجح قول کے مطابق میت کے غسل میں استعمال شدہ پانی ناپاک اور نجاست غلیظہ ہے،اگر وہ پانی کسی کے جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو اتنے حصے کا دھونا ضروری ہے؛لیکن غسل دیتے وقت غسل دینے والے پر جو چھینٹیں لگ جائیں وہ مجبوری کی وجہ سے معاف ہیں ؛کیوں کہ ان چھینٹوں سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

ردالمحتار میں ہے: (قوله اوغسل الميت)معطوف على رفع حدث وكون غسالته مستعمله هو الاصح،وانما اطلق محمد نجاسته لانها لا تخلو عن النجاسة غالبا البحر۔

اقول:قد يقال انه مبني على ما هو قول العامة،واعتمده في البدائع من ان نجاسة الميت نجاسة خبث لانه حيوان دموى لا نجاسة حدث وعليه فلا حاجة الى تاويل كلام محمد۔
(رد المحتار مع در مختار،ج:1ص:198 کتاب الطہارت،الماء المستعمل)

فتح القدیر میں ہے: وما ترشش على الغاسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع عنه،ما دام فی علاجه لا ينجسه لعموم البلویٰ۔
(فتح القدیر ج:1،ص209،باب الانجاس و تطہیرہا)

سوال: اگر بڑے تالاب میں نجاست موجود تھی پھر وہ تالاب سوکھ گیا پھر دوبارہ پانی بھر جانے سے وہ ناپاک رہے گا یا پاک ہوجائے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تالاب میں جس راستے سے پانی آیا اس راستے پر نجاست رہی ہو تو پورا تالاب ناپاک ہی رہے گا، اور اگر اس راستے پر نجاست نہ رہی ہو؛ بلکہ صاف راستے سے پانی آیا اور تالاب دہ در دہ ہوگیا پھر پانی بہ کر اس نجاست کے پاس پہنچا تو اب تالاب کا پورا پانی پاک ہے۔ اسی طرح کسی تالاب کا پانی دہ در دہ سے کم بچے اور اس میں نجاست گر جائے تو اگر اس میں صاف راستے سے پانی آئے اور اسے دہ در دہ کردے تو پورا تالاب پاک ہوجائے گا۔

مختارات النوازل میں ہے: الغدير العظيم اذا يبس في الصيف فراثت الدواب فيه ثم دخل الماء و امتلا ينظر إن كانت النجاسة في موضع دخول الماء فالماء نجس وان كان موضع دخول الماء ظاهرا فدخل الماء واجتمع في موضع فصار عشرا في عشر ثم تعدى الى موضع النجاسة فالماء طاهر ۔

(مختارات النوازل لصاحب الهدايه،ج:1،ص:137)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی کافر پانی کے پاک یا ناپاک ہونے کے بارے میں خبر دے تو اس ایک کافر کی خبر پر بھروسہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: پانی کی پاکی و ناپاکی کے بارے میں کسی کافر کی خبر معتبر نہیں، ہاں اگر اسے دیکھ کر یہ لگتا ہے کہ وہ سچا ہے تو اس کی بات پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

مختارات النوازل میں ہے: وقول الكافر لا يعتبر فيه الا إذا غلب على ظنه انه صادق۔

(مختارات النوازل لصاحب الهدايه،ج:1،ص:138)

☆☆☆

سوال: اگر پانی کی پاکی اور ناپاکی کے بارے میں اختلاف ہو جائے، کچھ لوگ کہیں کہ پاک ہے اور کچھ لوگ کہیں کہ ناپاک ہے، تو فیصلہ کیسے ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر پانی کی پاکی و ناپاکی کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو جس طرف کی تعداد زیادہ ہو اس طرف فیصلہ کیا جائے گا، اور اگر دونوں طرف کی تعداد برابر ہو تو پانی پاک مانا جائے گا؛ کیوں کہ پانی کی اصل پاکی ہے؛ لہذا اصل پر فیصلہ کیا جائے گا۔

مختارات النوازل میں ہے: وإذا اخبر واحد بنجاسة الماء واثنان بطهارته او على عكسه،يحكم بقول الاثنين.ولو استويا فلا يحكم بقول ما،ولكن يحكم بالأصل وهو الطهارة۔

(مختارات النوازل:ج :1،ص :138)

☆☆☆

سوال: اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے تو اس پانی سے وضو اور غسل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے تب بھی اس پانی سے وضو و غسل کرنا

درست ہے۔

ہاں !اگراس چیز کی وجہ سے پانی کے قدرتی پتلے پن میں کمی آگئی تواس سے وضووغسل جائز نہیں۔

ہدایہ میں ہے: ویجوز الطهارة بماء خالطه شئ طاهر۔

عنایہ میں اس کے تحت ہے: ولکن الشرط ان یکون باقیا علی رقته۔

(عنایه شرح ہدایه ج:1ص:71،باب الماء الذی یجوز به الوضو الخ)

☆☆☆

سوال: بے وضویاناپاک شخص نے کسی پانی میں اپناہاتھ ڈال دیاتواس پانی سے وضواور غسل کرناجائزہے یانہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بے وضویا ناپاک شخص نے بلاضرورت اپناہاتھ بالٹی وغیرہ میں ڈال دیاتواس پانی سے وضویاغسل نہیں کیاجاسکتا؛کیوں کہ وہ پانی مستعمل ہوگیااور مستعمل پانی سے وضووغسل جائزنہیں۔

اور اگرضرورت کی وجہ سے ڈالا، مثلاً: بالٹی میں ڈباوغیرہ کوئی چیز پڑی تھی اس کو نکالنے کے لیے ہاتھ ڈالاتوپانی مستعمل نہ ہوگا۔اوراس سے وضووغسل کرنابھی صحیح ہوگا۔

فتاوی خانیہ میں ہے: المحدث أو الجنب اذا ادخل یده في الاناء للاغتراف ولیس علیها نجاسة لا یفسد الماء وکذا إذا وقع الکوزفی الحب فادخل یده في الحب إلی المرفق لاخراج الکوز لا یصیر الماء مستعملا.

(فتاوی خانیه،ج:1،ص:22،کتاب الطهارة)

سوال: اگر بے وضو شخص نے صرف انگلی پانی میں ڈالی، ہاتھ نہیں ڈالا تو کیا وہ پانی مستعمل ہو جائے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر بے وضو شخص نے بلا ضرورت پانی میں انگلی؛ بلکہ انگلی کا پورا یا ناخن ڈال دیا تو بھی پانی مستعمل ہو جائے گا۔ اور اگر ضرورت ہو کہ پانی بڑے برتن میں ہے؛ مگر وہاں کوئی چھوٹا برتن نہیں ہے جس سے پانی نکال کر ہاتھ دھو سکے تو اس کو اجازت ہے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر صرف وہ انگلیاں پانی میں ڈالے اور انگلیوں کی مدد سے پانی نکال کر داہنا ہاتھ گٹے تک تین مرتبہ دھوئے پھر اس دھلے ہوئے حصے کو پانی میں بلا تکلف ڈال دے، ایسا کرنے سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔

(ملخصا از فتاوی رضویه،ج:2ص:43و117)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے کھانا کھانے کی نیت سے بالٹی میں ہاتھ ڈال کر ہاتھ دھویا تو وہ پانی استعمال کے قابل رہا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کھانا کھانے کی نیت سے بالٹی وغیرہ میں ہاتھ ڈال کر ہاتھ دھویا تو پانی مستعمل ہو گیا؛ لہذا اب اس پانی سے وضو و غسل کرنا درست نہیں۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے: الرجل اذا غسل اليدين للطعام قبل الاكل او بعده صار الماء مستعملا لانه قصد به اقامة السنة۔

(تاتارخانيه،ج :1،ص :348،كتاب الطهارة،فصل في المياه التي يجوز الوضوء بها الخ)

سوال: اگر چھوٹا بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی مستعمل ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر چھوٹا بچہ جو ناسمجھ ہو پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی مستعمل نہیں ہو گا۔ ہاں اگر وہ سمجھ دار ہو اور ہاتھ دھونے کی نیت سے پانی میں ہاتھ ڈالے تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔ اور اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہو گا۔

تاتارخانیہ میں ہے: واذا ادخل الصبي يده فی الاناء علی قصد القربة فالاشبه انه يصير مستعملا اذا كان الصبي عاقلا.

(تاتارخانیه :ج:1،ص :348،کتاب الطهارة،فصل في المياه التي يجوز الوضوء بها الخ)

☆☆☆

سوال: اگر بکری بھینس وغیرہ پانی کی بالٹی میں منہ ڈال کر پی لیں تو اس پانی سے وضو غسل کرنا درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بکری بھینس وغیرہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا جھوٹا پاک ہے؛ لہذا ایسے جانور اگر بابالٹی میں منہ ڈال کر پانی پی لیں تو اس پانی سے وضو غسل کرنا بالکل جائز ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: واما سور ما يوكل لحمه من الطيور والدواب فطاهر.

(تاتارخانيه:ج:1،ص:350،کتاب الطهارة،فصل في المياه الی يجوزبها الوضوء)

قاضي خان میں ہے: سورطاهر لا كراهة فيه وهوسور ما يؤكل لحمه من الحيوان.

(خانیه:ج :1،ص:25،فصل في الأسار)

سوال:اگر بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست لگ جائے تو ماء مستعمل سے اس نجاست کو صاف کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟اور اس سے استنجا ہو گا یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:اگر بدن یا کپڑے پر نجاست لگ جائے تو ماء مستعمل سے اس نجاست کو صاف کیا جاسکتا ہے، یوں ہی اس سے استنجا بھی ہو سکتا ہے؛کیوں کہ ماء مستعمل سے نجاست حکمیہ (وضو وغسل) کو دور نہیں کیا جاسکتا؛لیکن نجاست حقیقیہ کو دور کیا جاسکتا ہے۔ اور بدن یا کپڑے پر لگی ہوئی نجاست اور پیشاب وغیرہ نجاست حقیقیہ میں سے ہیں۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے:(و)حکمه انه (لیس بطهور)لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد۔

(قوله:علی الراجح)مرتبط بقوله:بل لخبث:ای نجاسة حقیقیة،فانه یجوز إزالتها بغیر الماء المطلق من المائعات.

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:201 فرع:محدث انغمس فی بءرلدلو الخ)

☆☆☆

سوال:ماء مستعمل کو پینا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:ماء مستعمل کو پینا مکروہ ہے۔

خانیہ میں ہے:یکره شرب الماء المستعمل۔

(خانیه،ج :1،ص:23 کتاب الطهارة

جھوٹے کابیان

سوال: اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو برتن میں موجود چیز پاک ہے یا ناپاک ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو برتن اور برتن میں موجود چیز ناپاک ہو جائے گی؛لہذا برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے اور برتن میں موجود چیز کو پھینک دیا جائے،اس چیز کو کھانا جائز نہیں۔

خانیہ میں ہے: وسور نجس وهو سور الخنزير والكلب وسباع الوحش۔

(خانيه،ج:1،ص:25،كتاب الطهارة،فصل في الأسآر).

☆☆☆

سوال: اگر بلی یا مرغی کسی برتن میں منہ ڈال دے تو کیا حکم ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: بلی اور چھوٹی ہوئی مرغی کا جھوٹا مکروہ ہے؛لہذا بلی یا مرغی کسی برتن میں منہ ڈال دے تو برتن اور برتن میں موجود چیز دونوں پاک ہیں؛ البتہ ایسی چیز کا کھانا پینا شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔

در مختار میں ہے: (و)سور هرة(ودجاجة مخلاة وسباع طير وسواكن بيوت)طاهر للضرورة (مكروه)تنزيها في الأصح۔

(درمختارمع تنوير الابصار:ج :1،ص :223 كتاب الطهارة باب المياه)

☆☆☆

سوال: اگر چوہا وغیرہ برتن میں منہ ڈال دیں تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: چوہا اور گھر میں رہنے والے دوسرے جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے؛ لہذا جس چیز میں چوہا وغیرہ منہ ڈال دیں وہ چیز تو پاک ہے؛ لیکن اس کا کھانا پینا شرعاً ناپسندیدہ ہے؛ لیکن کھا لیا تو کوئی گناہ نہیں۔

خانیہ میں ہے: وسورمکروہ وھو سور سواکن البیوت کالفارۃ والحیۃ و الوزعۃ والھرۃ.

(خانیہ، ج:1، ص:25، فصل في الأسار)

☆☆☆

سوال: کیا کافر کا جھوٹا پاک ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہر انسان کا جھوٹا پاک ہے، خواہ مرد ہو یا عورت کافر ہو یا مسلمان۔ ہاں مگر کافر کے جھوٹے سے بچنا چاہئے، جیسے: تھوک اور کھنکھار اگرچہ پاک ہیں؛ لیکن آدمی ان سے گھن کرتا ہے، تو کافر کے جھوٹے کو ان سے بدتر سمجھنا چاہیے۔

درمختار میں ہے: فسور ادمي مطلقا ولو كافرا.طاهرالفم.طاهر.

(درمختار مع رد المحتار: ج:1، ص:381ـ382، کتاب الطهارة باب المياه)

☆☆☆

سوال: جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ برتن میں منہ ڈال دیں تو برتن میں رکھی ہوئی چیز کو استعمال کرنا درست ہے یا نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا چھوٹا پاک ہے سوائے چھوٹی ہوئی مرغی کے (جس مرغی کو گھر سے باہر نکال دیا جاتا ہے) لہذا ایسے جانور کسی برتن میں منہ ڈال دیں تو برتن میں رکھی ہوئی چیز کو استعمال کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

خانیہ میں ہے: سورطاهر لا كراهة فيه،وهو سور ما يوكل لحمه من الحيوان۔

(خانية:ج:1،ص:25،كتاب الطهارة فصل فى الأسار)

تاتارخانیہ میں ہے: واما سور مايو كل لحمه من الطيور والدواب فطاهر سوى الدجاجة المخلاة والبط۔

(تاتارخانيه،ج:1،ص:350،كتاب الطهارة،فصل في المياه)

☆☆☆

سوال: پرندوں کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو پرندے شکاری ہوتے ہیں ان کا جھوٹا مکروہ ہے اور جو شکاری نہیں ہوتے ان کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: واما سورما يوكل لحمه من الطيور والدواب فطاهر وكذلك سور سباع الطير كالصقر و البازى والشاهين مكروه.

(تاتارخانيه:ج :1،ص :351ـ352،كتاب الطهارة فصل في المياه)

نجاست کا بیان

سوال: نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ کسے کہتے ہیں اور اگر یہ کپڑے وغیرہ پر لگ جائیں تو کیا حکم ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب : نجاست غلیظہ اس نجاست کو کہتے ہیں جس کے ناپاک ہونے کی صراحت قرآن و حدیث میں موجود ہو،اور اس کی ناپاکی میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ جیسے :آدمی کا فضلہ، منی، انسان اور جانوروں کا بہتا ہوا خون، شراب، مرغی اور بطخ کی بیٹ۔

نجاست خفیفہ

اس نجاست کو کہتے ہیں جس کا نجس ہونا یقینی نہ ہو، بلکہ کسی دلیل سے اس کا پاک ہونا ثابت ہوتا ہو اور کسی دلیل سے اس کے ناپاک ہونے کا شبہ ہوتا ہو جیسے: حلال جانوروں کا پیشاب، حلال پرندوں کی بیٹ وغیرہ۔

حکم

نجاست غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن پر مقدار درہم کے برابر لگ جائے تو دھونا واجب اور مقدار درہم سے کم لگ جائے تو دھونا سنت اور مقدار درہم سے زیادہ لگ جائے تو دھونا فرض ہے۔

اگر مقدار درہم کے برابر لگی ہے اور اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھ لی تو نماز کو دہرانا واجب ہے اور مقدار درہم سے کم لگی ہے تو نماز ہو جائے گی، دہرانے کی ضرورت نہیں، اور

مقدار درہم سے زیادہ لگی ہے تو نماز شروع ہی نہیں ہوگی۔

نجاست خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم میں لگی ہو تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی۔ اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ میں لگی ہو تو اس کو دھونا ضروری ہے۔ بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔

فائدہ: جو نجاست جرم والی دلدار ہوتی ہے جیسے گوبر وغیرہ، اس میں درہم کے وزن کا اعتبار ہے اور جو جرم والی نہیں ہوتی جیسے پیشاب، شراب وغیرہ۔ اس میں درہم کی لمبائی چوڑائی کا اعتبار ہے۔

ایک درہم کی لمبائی چوڑائی، ہاتھ کی ہتھیلی کے بیچ والے حصے کے برابر ہوتی ہے۔

(ملخصا از بہارشریعت، ج:1، حصه دوم، ص:392۔393)

☆☆☆

سوال: دودھ پیتے بچے اور بچیوں کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک اور ان کی قے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دودھ پیتے بچے اور بچیوں کا پیشاب ناپاک اور نجاست غلیظہ ہے۔ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو دھونا ضروری ہے۔ اور ان کی قے اگر منہ بھر ہو تو ناپاک اور کم ہو تو پاک ہے۔

ہندیہ میں ہے: الفصل الثاني من الاعيان النجسة، الاول المغلظة۔ کذلك بول الصغير والصغيرة اکلا اولا، کذا فی الاختیار شرح المختار۔ القئي اذا ملا الفم، کذا فی الالبحر الرائق۔

(ہندیه، ج :1، ص:46 کتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة واحكامها)

سوال: گوبر پاک ہے یاناپاک؟اور جانوروں کے پیشاب کاکیاحکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: گوبر ناپاک ہے، لہذا اگر ایک درہم کی مقدار سے زیادہ لگ جائے تو دھونا فرض، برابر لگے تو دھوناواجب اور کم لگے تو معاف ہے؛ لیکن دھوناسنت ہے۔

اور حلال جانوروں کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے، لہذا یہ بدن یاکپڑے کے جس حصہ پر لگے اس حصہ کی چوتھائی تک معاف ہے۔ اور چوتھائی سے زیادہ تک لگ جائے تو دھوناضروری ہے۔

مختارات النوازل میں ہے: وروث الحمار واختاء البقر نجس نجاسة غليطة، ولا فرق بين ماكول اللحم وغيره۔

خانیہ میں ہے: وبول ما يوكل لحمه نجس عند ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله نجاسة خفيفة لتعارض الادلة.

(خانيه،ج:1،ص:25، كتاب الطهارة،فضل فى النجاسة التي تصيب الثوب الخ)

☆☆☆

سوال: سونے کی حالت میں جو رال منہ سے نکلتی ہے وہ پاک ہے یانہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سونے کی حالت میں منہ سے نکلنے والی رال پاک ہے۔

تاتارخانیہ میں سراجیہ سے ہے: ماء فم النائم طاهر.

(تاتارخانيه،ج:1،ص:443،فصل:معرفة النجاسات و احكامها)

☆☆☆

سوال: کوا، کبوتر اور اسی طرح دوسرے پرندوں کی بیٹ کپڑے پر لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کوا، چیل اور اس طرح کے دوسرے حرام پرندوں کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے۔ اور کبوتر وغیرہ حلال پرندے جو اونچے اڑتے ہیں ان کی بیٹ پاک ہے۔

ہندیہ میں ہے: و خرء طير لا يوكل، مخفف و ذرق ما يوكل لحمه من الطير طاہر عندنا۔

(ہندیہ ج:1ص:101، کتاب الطہارت الباب السابع)

☆☆☆

سوال: کھٹمل اور پسو وغیرہ کا خون کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا پاک ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کھٹمل اور پسو وغیرہ کا خون معاف ہے، کپڑے پر لگ جانے سے کپڑا ناپاک نہیں ہو گا۔

ہندیہ میں ہے: ودم البق و البراغيث والقمل والكتان طاهر وإن كثر۔

(ہندیہ، ج:1، ص:48، الفصل الثاني في الاعيان النجسة)

☆☆☆

سوال: کیا ناپاک کپڑے کو دھوتے وقت تین مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر پورا کپڑا ناپاک ہے مثلاً کپڑے پر نجاست لگی تھی اور اس کو صاف کیے بغیر

پانی میں ڈال دیا تو کپڑے کو تین مرتبہ دھونا اور ہر مرتبہ طاقت بھر نچوڑنا ضروری ہے۔طاقت بھر نچوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ دھونے والا اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اس سے قطرہ نہ ٹپکے۔اور اگر دھونے سے پہلے کپڑے پر لگی نجاست کو صاف کر لیا پھر کپڑے کو پانی میں ڈالا تو تین مرتبہ نچوڑنا ضروری نہیں۔یوں ہی اگر بہتے پانی میں کپڑا دھویا تو بھی تین مرتبہ کپڑے کو نچوڑنا ضروری نہیں،بس نجاست کے زائل ہو جانے کا ظن غالب ہو جائے تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔

ہندیہ میں ہے: وان كانت غيرمرئية يغسلها ثلاث مرات۔كذا في المحيطويشترط العصر في كل مرة فيما ينعصر ويبالغ في المرة الثالثة حتى لوعصربعده لا يسيل منه الماء ويعتبرفي كل شخص قوته۔

(ہندیہ،ج:1،ص:47،کتاب الطهارة،باب النجاسة واحكامها)

درمختار میں ہے: ويطهرمحل نجاسة مرئية بقلعها اى بزوال عينها وأثرها ولو بمرة او مافوق ثلث فى الأصح۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:238،فصل في الانجاس)

اسی میں ہے: اما لوغسل في غديراوصب عليه ماء كثيرا او جرى عليه الماء طهر مطلقا بلا شرط عصر وتجفيف و تكرار غمس هو المختار.

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:333باب الانجاس)

☆☆☆

سوال: اگر کپڑے پر نجاست کا لگنا معلوم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ کہاں پر لگی ہے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر کپڑے پر نجاست کا لگنا معلوم ہے لیکن نجاست لگنے کی جگہ کو بھول گیا تو

غور و فکر کرے، جس جگہ پر دل جم جائے اس جگہ کو دھوئے، کپڑا پاک مانا جائے گا۔

مختارات النوازل میں ہے: ثوب اصابته نجاسة فنسی ذلك الموضع يتحری ثم يغسل موضع ما يقع علی التحري.

(مختارات النوازل ج:1،ص:171،فصل في النجاسة التي تصيب الثوب)

☆☆☆

سوال: اگر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ کپڑے پر نجاست لگی تھی تو اس نماز کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ کپڑے پر نجاست لگی تھی تو نماز ہو گئی، اس نماز کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

مختارات النوازل میں ہے: رجل وجد فی ثوبه نجاسة اکثر من قدر الدرهم وهو قد صلی فيه يحكم بنجاسته فی الحال،لا فی الماضي۔

(مختارات النوازل،ج:1،ص:171،فصل فی النجاسة التي تصيب الثوب)

☆☆☆

سوال: جن چیزوں کو نچوڑنا ممکن نہیں جیسے موٹا کمبل و رضائی وغیرہ تو ان کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جن چیزوں کو نچوڑنا ممکن نہیں یا نچوڑنا ممکن تو ہے لیکن نچوڑنے سے خراب ہو جائیں گی تو ان کو دھو کر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے، یوں ہی دو مرتبہ اور

دھوئیں، تیسری مرتبہ جب پانی ٹپکنا بند ہوگا تو وہ چیز پاک ہوجائے گی۔ ہر مرتبہ دھونے کے بعد سکھانا ضروری نہیں.

البحرالرائق میں ہے: ما لا ینعصر فطهارته غسلها ثلاثا وتجفیفه في كل مرة،لان للتجفیف اثر في استخراج النجاسة،وهو ان یتركه حتى یقطع التقاطر ولا یشترط فیه الیبس.

(البحرالرائق،ج:1،ص:413،كتاب الطهارة باب الانجاس)

☆☆☆

سوال: گوبر جل کر راکھ ہوجائے پھر وہ راکھ کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہوگا یا نہیں؟ یوں ہی راکھ پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: گوبر کی راکھ کپڑے پر لگ جائے یا پانی میں گر جائے تو کپڑا اور پانی پاک ہی رہے گا۔

مختارات النوازل میں ہے: والروث والعذرة اذا احترق فصار رمادا،یطهر عند محمد رحمه الله.

(مختارات النوازل،ج:1،ص:185 فصل فی النجاسة التي تصیب الثوب)

اور ہندیہ میں ہے: وعلیه الفتوی۔

(ہندیه،ج:1،ص:24،كتاب الطهارة،باب النجاسة واحكامها)

☆☆☆

سوال: اگر روٹی یا آٹے وغیرہ کھانے کی چیز میں چوہے کی بیٹ مل جائے تو اس چیز کو

کھانا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر روٹی میں چوہے کی بیٹ مل جائے تو اس روٹی کو کھانا جائز ہے۔ ہاں اگر بیٹ کی وجہ سے روٹی کا مزہ بدل جائے تو اس کو کھانا جائز نہیں۔ اور اگر گیہوں کے ساتھ چوہے کی بیٹ بھی پس گئی تو بھی مزہ کا اعتبار ہے، اگر آٹے کا مزہ نہیں بدلا تو اس کو کھانا جائز اور بدل گیا تو ناجائز۔۔

خانیہ میں ہے: بعرة الفارة ان طحنت مع الحنطة لاباس باكل الدقيق الا يكون كثيرا، يظهراثره بتغيير الطعم وغيره۔

(خانيه، ج:1، ص:28، كتاب الطهارت)

☆☆☆

سوال: مکھی، مچھر وغیرہ کا خون کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مکھی، مچھر وغیرہ چھوٹے کیڑوں کا خون پاک ہے؛ لہذا کپڑے پر لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہو گا۔

ہندیہ میں ہے: ودم البق و البراغيث و القمل والكتان طاهر وان كثر.

(ہنديه، ج:1، ص:46، فصل فى الاعيان النجسة)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کاغذ پر کوئی آیت لکھی ہو تو اس کاغذ کو جیب کے اندر رکھ کر بیت الخلا جانا جائز ہے یا نہیں؟ یوں ہی جس موبائل میں قرآن ڈاون لوڈ ہو اس کو لے کر بیت الخلا جانا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس کاغذ یا موبائل میں قرآن کی آیت ہو تو اس کو جیب کے اندر رکھ کر بیت الخلا جانا جائز ہے۔

طحطاوی علی مراقی میں ہے: ثم محل الکراهة ان لم یکن مستورا،فان کان في جیبه فانه حینئذ لا بأس به۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح،ص:154)

☆☆☆

سوال: ناپاک شخص اگر پاک کپڑا پہن لے تو کپڑا ناپاک ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ناپاک شخص اگر پاک کپڑا پہن لے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ ہاں اگر جسم پر نجاست لگی ہو اور وہ نجاست کپڑے پر لگ جائے تو کپڑے کا اتنا حصہ ناپاک ہو جائے گا، اتنے حصے کو دھو لینے کے بعد پورا کپڑا پھر پاک ہو جائے گا۔

محیط برہانی میں ہے: واذا نام الرجل علی فراش قد اصابه منیی ویبس فعرق الرجل وابتل الفراش من عرقه،ان لم یصب بلل الفراش جسده لا یتنجس جسده،وان اصاب بلل الفراش جسده یتنجس جسده.

(محیط برہانی،ج:1،ص:190،الفصل السابع فی النجاسات و احکامہا)

☆☆☆

سوال: ناپاک شخص قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ناپاکی کی حالت میں قرآن مجید چھونا یا قرآن کی تلاوت کرنا جائز نہیں۔

البتہ قرآن پاک کی وہ آیات جو دعا کے طور پر بھی پڑھی جاتی ہیں مثلاً آیۃ الکرسی یا دوسری قرآنی دعائیں، انھیں دعا یا ورد کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔ تاہم ان آیات کو پڑھنے سے پہلے وضو کرلینا مستحب ہے۔

ہندیہ میں ہے: (ومنها) حرمة قراءة القرآن، لا تقرأ الحائض والنفساء والجنب شئيا من القرآن، والآية وما دونها سواء فى التحريم على الأصح إلا ان لايقصد بما دون الآية القراءة مثل ان يقول: الحمد لله، يريد الشكر، او بسم الله عند الأكل اوغيره فانه لا باس به۔

(ہندیه، ج:1، ص:38 الفصل الرابع فی احكام الحيض و النفاس)

☆☆☆

سوال: کیا ناپاک شخص کے لیے تسبیح و دعا وغیرہ پڑھنا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ناپاک شخص کے لیے تسبیح و دعا پڑھنا جائز ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، بہتر ہے کہ کلی کرکے پڑھے۔

درمختار میں ہے: (ولا باس) لحائض و جنب القراءة ادعية ومسها حملها وذكر الله تعالٰى و تسبيح۔

(درمختار مع رد المحتار، ج:1، ص:293، باب الحيض)

☆☆☆

سوال: کیا ناپاکی کی حالت میں اذان کا جواب دینا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ہاں! ناپاکی کی حالت میں اذان کا جواب دینا جائز ہے۔

ہندیہ میں ہے: ویجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الاذان ونحو ذلك كذا في السراجيه۔

(ہندیہ :ج:1،ص:38،کتاب الطہارت الفصل الرابع فی احکام الحیض و النفاس)

☆☆☆

سوال: کیا بے وضو شخص قرآن کو ہاتھ لگائے بغیر قرآن میں دیکھ کر یا بغیر دیکھے قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بے وضو شخص قرآن کو ہاتھ لگائے بغیر اس میں دیکھ کر یا زبانی طور پر قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

درمختار میں ہے: و يحرم به أي بالاكبر وبالاصغرمس مصحف الا بغلاف متجاف ولا تكره قراءة القرآن للمحدث ظاهرا اى على ظهر لسانه حفظا بالاجماع۔

(درمختار،ج:1،ص:173،باب سنن الغسل)

حیض ونفاس کابیان

سوال: حیض ونفاس کی تعریف اوران کاحکم کیاہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نکلتا ہے اسے حیض کہتے ہیں اور جو خون بچہ پیدا ہونے کے بعد نکلتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں اور جو کسی بیماری کی وجہ سے نکلتا ہے اسے استحاضہ کہتے ہیں۔

حکم: حیض و نفاس میں روزہ نماز حرام ہے، اور پاک ہونے کے بعد ان دنوں کی نمازیں معاف ہیں؛ لیکن روزوں کی قضالازم ہے اور استحاضہ میں نہ نماز معاف ہے اور نہ روزہ۔

محیط برہانی میں ہے: ثم الدم الخارج من الرحم نوعان: حيض ونفاس، فالنفاس هوالدم الخارج من الرحم عقيب الولادة، وأما الحيض، فقد قال الكرخي في مختصره: الحيض الدم الخارج من الرحم تصير المرأة بالغة بالبداية به۔

(محیط برہانی، ج:1، ص:209، الفصل الثامن فی الحیض الخ)

ہندیہ میں ہے: منها ان يسقط عن الحائض والنفساء الصلاة فلا تقضي ومنها انه يحرم عليها الصوم فتقضيانه۔

(ہندیه، ج:1، ص:38، الفصل الرابع فی احکام الحیض الخ)

درمختار میں ہے: دم استحاضة حكمه كرعاف دائم، لا يمنع صوما وصلاة۔

(درمختار مع رد المحتار، ج:1ص298 باب الحیض)

☆☆☆

سوال: حیض اور نفاس کی کم سے کم مدت اور زیادہ سے زیادہ مدت کتنی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین راتیں یعنی پورے 72/گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں۔ اور نفاس کی کم سے کم مدت مقرر نہیں، یعنی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد خون بالکل ہی نہ آئے اور زیادہ سے زیادہ اس کی مدت چالیس (40)دن رات ہے۔

اب اگر حیض میں 72 گھنٹے سے کم یا دس دن رات سے زیادہ خون آیا تو وہ استحاضہ ہے۔ اور نفاس میں 40 دن رات سے زیادہ خون آیا تو وہ بھی استحاضہ ہے۔

ہندیہ میں ہے: اقل الحيض ثلاثة ايام وثلاث ليال في ظاهر الرواية واكثرها عشرة ايام ولياليها، كذا في الخلاصة واقل النفاس ما يوجد ولو ساعة وعليه الفتوى واكثره اربعون۔

اسی میں ہے: لورأت الدم بعد اكثر الحيض والنفاس في اقل مدة الطهر فما رأت بعد الاكثر ان كانت مبتدأة او بعد العادة ان كانت معتادة استحاضة وكذا ما نقص عن أقل الحيض۔

(ہندیه،ج :1،ص:42۔43،كتاب الطهارة،باب الدماء المختصة بالنساء)

☆☆☆

سوال: لڑکا لڑکی کم سے کم کتنی عمر میں بالغ ہو سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: لڑکا کم از کم بارہ سال اور لڑکی کم از کم نو سال میں بالغ ہو سکتی ہے، اور زیادہ سے

زیادہ دونوں کے بالغ ہونے کی عمر پندرہ سال ہے۔

دور الحکام شرح مجلۃ الاحکام میں ہے: ومبدأ سن البلوغ في الرجل اثنا عشرة سنة وفي المرأة تسع سنوات ومنتهاه في كليهما خمس عشرة سنة.

(دررالحكام شرح مجلة الأحكام،ج :2،ص:633)

☆☆☆

سوال: کیا حیض والی عورت کے لیے قرآن کی تلاوت کرنا یا قرآن کو ہاتھ لگانا جائز ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حیض والی عورت کے لیے ان دِنوں میں قرآن کی تلاوت کرنا خواہ دیکھ کر یا زبانی، اگر چہ ایک آیت ہی ہو اور قرآن کو ہاتھ لگانا، یہ سب حرام ہیں، ہاں قرآن اگر جزدان میں ہو تو ضرورت کے وقت جزدان کے اوپر سے چھونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی احکام نفاس والی عورت کے لیے بھی ہیں۔

جوہرہ نیرہ میں ہے: ("ولا يجوز لحائض ولا جنب قراءة القرآن ")وظاهر هذاان الآية وما دونها سواء في التحريم.

اس میں ہے: ولا يجوز لمحدث مس المصحف،وانما لم يذكر الحائض والنفساء والجنب لانه يعلم ان حكمها حكمه بطريق الأولى ("إلا ان يأخذه بغلافه او بعلافته.

(جوہرہ نیرہ شرح قدوری،ج:1،ص:31،باب الحیض)

☆☆☆

سوال: کیا عورت ناپاکی کی حالت میں دعا کی نیت سے کوئی آیت پڑھ سکتی ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عورت ناپاکی کی حالت میں دعا یا تبرک کی نیت سے کوئی آیت یا سورہ پڑھ سکتی ہے؛ لیکن قرآن کو ہاتھ نہ لگائے؛ بلکہ زبانی پڑھے اور بہتر ہے کہ کلی کر کے پڑھے۔

ہندیہ میں ہے: لا تقرأ الحائض والنساء والجنب شيئا من القرآن،والآية وما دونها سواء فى التحريم على الأصح إلا ان لا يقصد بما دون الآية القراءة مثل ان يقول الحمد لله يريد الشكر أو بسم الله عند الأكل اوغيره،فانه لا بأس به۔

(ہندیه،ج:1،ص:43،الباب الرابع في احكام الحيض والنفاس).

☆☆☆

سوال: کیا عورت ناپاکی کی حالت میں درود شریف اور دوسری تسبیحیں پڑھ سکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہاں، ناپاکی کی حالت میں درود شریف، کلمہ شریف اور دوسری تسبیحات پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، اور ان چیزوں کو پڑھنے سے پہلے وضو کر لینا یا کم سے کم کلی کر لینا بہتر ہے۔

جوہرہ نیرہ میں ہے: ولا بأس للجنب والحائض والنفساء ان يسبحوا الله و يهللوه۔

(جوهره نيره،ج:1،ص:31،باب الحيض)

ردالمحتار میں ہے: (قوله:ولا باس)لحائض وجنب (بقراءة ادعية)يشير إلى ان وضوء الجنب لهٰذه الاشياء مستحب۔

(ردالمختارعلى الدرالمختار،ج:1،ص:489 كتاب الطهارة باب الحيض)

سوال: کیا عورت ناپاکی کی حالت میں اذان کا جواب دے سکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہاں! عورت ناپاکی کی حالت میں اذان کا **جواب** دے سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

ہندیہ میں ہے: ویجوز للجنب والحائض الدعوات و جواب الأذان ونحو ذلك ۔ كذا في السراجية۔

(ہندیه، ج:1، ص:43، الباب الرابع في احكام الحيض والنفاس)

☆☆☆

سوال: اگر عورت نے نماز نہیں پڑھی اور وقت ختم ہوتے ہوتے حیض آگیا تو اس وقت کی نماز معاف ہو گئی یا بعد میں پڑھنی پڑے گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر عورت نے نماز نہیں پڑھا اور حیض آگیا تو اس وقت کی نماز معاف ہے، بعد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

ہندیہ میں ہے: اِذا حاضت في الوقت او نفست سقط فرضه بقي من الوقت ما يمكن ان تصلي فيه أولا۔

(ہندیه، ج:1، ص:42، الباب الرابع فی احكام الحيض الخ)

☆☆☆

سوال: اگر کسی عورت کا خون اس کی عادت کے دنوں سے پہلے پہلے بند ہو گیا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ عادت کے دنوں کا انتظار کرے یا نماز و روزہ شروع کر دے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:اگر خون عادت کے دنوں سے پہلے ہی بند ہو گیا تو غسل کر کے نماز و روزہ شروع کر دے،عادت کے دنوں کا انتظار نہ کرے۔ہاں مگر عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے اس عورت سے صحبت جائز نہیں اگرچہ غسل کر لے۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:اذا انقطع دون عاد تها فإنها تغتسل وتصلي وتصوم ولا يطؤها زوجها حتى تمضي عادتها احتياطا۔

(جوہرہ نیرہ،ج:1،ص:32،باب الحیض)

☆☆☆

سوال:اگر کسی عورت کا خون اس کی عادت کے دنوں سے آگے بڑھ جائے تو وہ کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:اگر عورت کا خون اس کی عادت کے دنوں سے آگے بڑھ جائے تو حیض میں دس دن اور نفاس میں چالیس دن تک انتظار کرے،اگر دس دن یا چالیس دن میں خون بند ہو گیا تو نہا دھو کر نماز روزہ شروع کر دے،اور اگر اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو نہائے اور عادت کے بعد والے باقی دنوں کی نماز اور روزے کی قضا کرے۔

مثال کے طور پر اگر کسی عورت کو پانچ دن کی عادت تھی اور اس مرتبہ پانچ دن پر خون نہیں رُکا بلکہ جاری رہا تو عورت دس دن تک انتظار کرے۔اگر دس دن کے اندر اندر رُک گیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ عادت بدل گئی ہے،اور ان دنوں کو حیض ہی میں شمار کیا جائے گا؛لہذا ان دنوں میں نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزے رکھ سکتی ہے۔

اور اگر دس دن کے اندر اندر نہیں رکا بلکہ اس کے بعد بھی جاری رہا تو جتنے دن عادت کے تھے اتنے دن حیض میں شمار ہوں گے باقی دن استحاضہ میں۔

مثلاً پانچ دن کی عادت تھی اور خون گیارہ، بارہ دن آگیا تو پانچ دن حیض کے اور اس کے بعد والے دن استحاضہ کے مانے جائیں گے، لہذا ایسی عورت پانچ دن کے بعد والے دنوں کی نماز اور روزوں کی قضا کرے گی۔

یہی صورت نفاس میں بھی ہے کہ اگر عادت کے دنوں سے بڑھ جائے تو چالیس دن تک خون رکنے کا انتظار کرے، اگر رک جائے تو ٹھیک، یہ تمام دن نفاس میں شمار ہوں گے۔ اور چالیس دن سے بڑھ جائے تو عادت کے دنوں کے بعد والے دن استحاضہ میں شمار ہوں گے۔

(ملخصا از بہار شریعت، ج:1، حصہ دوم، ص:379۔380)

☆☆☆

سوال: اگر نماز یا روزے کی حالت میں خون آجائے تو اس نماز اور روزے کی قضا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر فرض نماز کی حالت میں خون آجائے تو عورت پر اس نماز کی قضا نہیں ہے اور نفل نماز کی حالت میں آجائے تو اس نماز کی قضا ہے، اور روزہ خواہ فرض ہو یا نفل، دونوں کی قضا لازم ہے۔

ہندیہ میں ہے: لو افتتحت الصلاۃ فی آخر الوقت ثم حاضت لا یلزمها قضاء هذه الصلاۃ بخلاف التطوع۔اذا شرعت فی صوم النفل ثم حاضت یلزمها القضاء احتیاطاً۔

(ہندیہ، ج:1، ص:42۔43، الباب الرابع فی احکام الحیض الخ)

سوال: عورت جس وقت میں پاک ہوئی اس وقت کی نماز اس پر لازم ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عورت جس وقت پاک ہوئی اس وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ وہ غسل کر کے نماز شروع کر سکتی ہے تو اس پر اس وقت کی نماز لازم ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: واذا طهرت ويبقى من الوقت مقدار ما يسع فيه التحريمة،وهو قوله:الله عند أبي حنيفة،عليها صلاة ذلك الوقت عندنا.وان بقي من الوقت مقدار الاغتسال لاغير،اولا يسع الاغتسال فليس عليها قضاء تلك الصلاة۔

(تاتارخانيه:ج:ا،ص:251،كتاب الطهارة،الاحكام التي تتعلق بالحيض)

☆☆☆

سوال: عورت ناپاکی کی حالت میں فاتحہ کا کھانا بنا سکتی ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بلاشبہ عورت ناپاکی کی حالت میں فاتحہ کا کھانا بنا سکتی ہے۔قرآن و حدیث میں کہیں بھی اس کی ممانعت نہیں کی گئی۔ اس کو غلط سمجھنا محض جہالت ہے۔

مشکوۃ شریف میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا سے ارشاد فرمایا کہ مسجد سے مصلی اٹھا دو، انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں حیض سے ہوں، حضور نے ارشاد فرمایا:ان حيضتك ليست في يدك۔اے عائشہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں۔

(مشكوة ص :57،باب الحيض)

غسل کا بیان

سوال: کیا غسل کرتے وقت بدن کو ملنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: غسل کرتے وقت بدن کو ملنا ضروری نہیں؛لیکن سردی کے دنوں میں مل لینا بہتر ہے تاکہ پانی ہر جگہ آسانی سے پہنچ جائے۔

تاتارخانیہ میں ہے: قال في الأصل:والدلك في الاغتسال ليس بشرط عندنا۔

(التاتارخانیه،ج:1،ص:112،الفصل الثالث في الغسل)

☆☆☆

سوال: کیا غسل کرتے وقت عورت کو اپنا جوڑا کھولنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر جوڑا کھولے بغیر پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے تو غسل میں عورت کو اپنا جوڑا کھولنا ضروری نہیں اور اگر جوڑا اتنے زور سے باندھے ہوئے ہے کہ پانی بالوں کی جڑوں تک نہیں پہنچے گا تو جوڑا کھولنا اور پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچانا لازم ہے،ورنہ غسل صحیح نہ ہوگا۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: وإذا اغتسلت المرأة من الجنابة ولم تنقض رأسها إلا أنه بلغ الماء أصول شعرها أجزأها۔

(التاتاخانیه،ج:1،ص:،112 الفصل الثالث في الغسل)

ہندیہ میں ہے: وليس على المرأة أن تنقض ضفائرها في الغسل إذا بلغ

الماء أصول الشعر وليس عليها بل ذوائبها هو الصحيح. كذا في الهداية. ولو كان شعر المرأة منقوضا يجب إيصال الماء إلى أثنائه۔

(الفتاوى الهندية،ج:1،ص:49،الفصل الأول في فرائض الغسل)

☆☆☆

سوال: غسل میں عورت کو بالی اور نتھنی کے سوراخ میں پانی پہنچانا ضروری ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: غسل میں عورت کو بالی اور نتھنی کے سوراخ میں پانی پہنچانا ضروری ہے، اگر بالی اور نتھنی ڈھیلی ہوں کہ پانی بہانے سے سوراخوں میں پانی خود بخود پہنچ جائے، تو بس پانی بہانا کافی ہے؛ ورنہ ان زیورات کو حرکت دے کر پانی پہنچانا لازم ہے۔ یہی حکم وضو میں نتھنی کے لیے ہے۔

محیط برہانی میں ہے: وسئل نجم الدين النسفي رحمه الله عن امرأة تغتسل من الجنابة هل تتكلف لإيصال الماء إلى ثقب القرط،قال:إن كان القرط فيه وتعلم أنه لا يصل الماء إليه من غير تحريك فلا بد من التحريك كما في الخاتم،وإن لم يكن القرط فيه إن كان لا يصل الماء إليه لا تكلف،وكذلك إن انضم ذلك بعد نزع القرط وصار بحيث لا يدخل القرط فيه۔وإن كان بحيث لو أمرت الماء عليه دخله،ولو عدلت لم يدخله أمرت الماء عليه حتى يدخله.

(المحيط البرهاني في الفقه النعماني،ج:1،ص:69 الفصل الثالث)

☆☆☆

سوال: ناف کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: غسل میں ناف کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے، بہتر ہے کہ انگلی ڈال کر اسے صاف کرے۔

ہندیہ میں ہے: ویجب إیصال الماء إلی داخل السرة وینبغي أن یدخل اِصبعه فیها للمبالغة. كذا في محیط السرخسي۔

(الفتاوی الھندیة،ج:1،ص:،113 کتاب الطھارة،الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل)

☆☆☆

سوال: عورت کے ناخنوں میں آٹا رہ جائے تو اس کا غسل و وضو ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: وضو و غسل میں ناخن کے نیچے اندر تک پانی پہنچانا ضروری ہے ورنہ وضو یا غسل صحیح نہ ہو گا، اور آٹا، ناخنوں کے نیچے اندر تک پانی نہیں پہنچنے دیتا، لہذا اس کے ہوتے ہوئے وضو یا غسل صحیح نہ ہو گا۔

ہندیہ میں ہے: والعجین في الظفر یمنع تمام الاغتسال۔

(الفتاوی الھندیة،ج:1،ج:13،کتاب الطھارة الباب الثاني فی الغسل)

حاشیہ طحطاوی میں ہے: ولا بد من زوال ما یمنع من وصول الماء للجسد كشمع وعجین۔

(حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح،ص:102،فصل لبیان فرائض الغسل)

☆☆☆

سوال: نیل پالش اور کولڈ کریم لگی رہنے کی صورت میں وضو و غسل ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نیل پالش ناخن تک پانی نہیں پہنچنے دیتی اس لیے اس کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل نہ ہو گا، اس پالش کو چھڑا کر ناخن تک پانی پہنچانا وضو و غسل میں فرض ہے۔

حاشیہ طحطاوی میں ہے: ولا بد من زوال ما يمنع من وصول الماء للجسد كشمع وعجين۔

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،ص:102،فصل لبيان فرائض الغسل)

کولڈ کریم عام طور سے جرم دار نہیں ہوتی جس کی وجہ سے پانی جلد تک پہنچ جاتا ہے، لہذا ایسی کریم کے لگے ہونے کے باوجود وضو و غسل ہو جائے گا۔

مراقی الفلاح میں ہے: بقاء دسومة الزيت ونحوه لا يمنع لعدم الحائل۔

(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،62،كتاب الطهارة فصل في احكام الوضوء)

☆☆☆

سوال: عورت کے لیے لپ اسٹک لگانا کیسا ہے اور اس کے لگے ہونے کی صورت میں وضو و غسل صحیح ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس لپ اسٹک میں حرام چیز شامل نہ ہو اس کا لگانا عورتوں کے لیے جائز ہے، لیکن اس کے لگے ہونے کی صورت میں وضو و غسل صحیح نہ ہو گا؛ کیوں کہ لپ اسٹک عموماتہ دار ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہونٹوں تک پانی نہیں پہنچ پاتا؛ لہذا وضو و غسل کرنے سے پہلے اس کو صاف کرنا ضروری ہے۔

حاشیہ طحطاوی میں ہے: ولا بد من زوال ما يمنع من وصول الماء للجسد

كشمع وعجين۔

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،ص:102،فصل لبيان فرائض الغسل)

☆☆☆

سوال: اگر غسل کرنے کے بعد بقیہ منی خارج ہوئی تو غسل دہرانا پڑے گا یا نہیں ؟ اور اگر اس غسل سے نماز پڑھ لی پھر بقیہ منی خارج ہوئی تو نماز کا کیا حکم ہے ؟ دہرائی جائے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر ناپاک ہونے کے بعد غسل کرنے سے پہلے پیشاب کر لیا یا سو لیا پھر غسل کرنے کے بعد بقیہ منی خارج ہوئی تو غسل کو دہرانے کی ضرورت نہیں، البتہ وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر غسل کرنے سے پہلے پیشاب نہیں کیا یا سویا نہیں، تو غسل کے بعد بقیہ منی خارج ہونے کی صورت میں دوبارہ غسل کرنا پڑے گا۔ اور نماز کا اعادہ دونوں صورتوں میں نہیں، خواہ غسل سے پہلے پیشاب کیا ہو یا نہ کیا ہو، سویا ہو یا نہ سویا ہو۔

تاتارخانیہ ہے: واجمعوا على أنه إذا بال ثم اغتسل أو نامثم خرج المني أو المذي لا غسل عليه۔ وفي الاجناس:لو جامع واغتسل قبل أن يبول وصلى ثم سال بقية المني فإنه يعيد الغسل عندهما ولا يعيد الصلاة بلا خلاف.

(التاتارخانية،ج:1،ص:118،فصل في الغسل)

☆☆☆

سوال: اگر سر پر پانی ڈالنا نقصان دہ ہو تو غسل کیسے کرے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر سر پر پانی ڈالنا نقصان دہ ہو تو کلی کرے، ناک میں پانی ڈالے اور گردن سے

نہائے اور سر کے ہر ذرہ پر بھیگا ہاتھ پھیرے، غسل ہو جائے گا۔

(فتاوی رضویه،ج:1،ص:456)

☆☆☆

سوال: کیا ناپاک شخص سبحان اللہ، الحمد للہ وغیرہ یا قرآن کی کوئی آیت، دعا کی نیت سے پڑھ سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ہاں! پڑھ سکتا ہے۔

بہار شریعت میں ہے: "اگر قرآن کی آیت دعا کی نیت سے یا تبرک کے لیے جیسے بسم الله الر حمن الرحيم یا ادائے شکر کو یا چھینک کے بعد الحمد لله رب العالمین یا خبر پریشان پر انا لله وانا اليه راجعون کہا، یا بہ نیت ثنا پوری سورہ فاتحہ یا آیتہ الکرسی یا سورہ حشر کی پچھلی تین آیتیں هو الله الذي لا اله إلا هو سے آخر سورہ تک پڑھیں اور ان سب صورتوں میں قرآن کی نیت نہ کی تو کچھ حرج نہیں۔ یوں ہی تینوں " قل "بلا لفظ قل بہ نیت ثنا پڑھ سکتا ہے"۔

(بہار شریعت،ج:1،حصه دوم،ص:،326غسل کا بیان)

☆☆☆

سوال: برہنہ ہو کر غسل کرنا اور غسل کرتے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: برہنہ ہو کر غسل کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ بند جگہ میں ہو، اور اگر ایسی جگہ غسل کرے کہ لوگ دیکھتے ہوں، تو ناف سے لے کر گھٹنوں تک چھپانا فرض ہے۔

اگر تہبند باندھے ہو تو غسل کرتے وقت قبلہ رخ ہونے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

مرقات المفاتیح میں ہے: قال ابن حجر:وحاصل حكم من اغتسل عاريا أنه إن كان بمحل خال لا يراه أحد ممن يحرم عليه نظر عورته حل له ذلك،لكن الأفضل التستر حياء من الله تعالى،وإن كان بحيث يراه أحد يحرم عليه نظر عورته،وجبعليه التستر منه إجماعا۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،ملا على القاري،ج:2،ص:421)

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے: وآداب الاغتسال هي".

مثل"آداب الوضوء" وقد بيناهاإلا أنه لا يستقبل القبلة" حال اغتساله۔ لأنه يكون غالبا مع كشف العورة" فإن كان مستورا فلا بأس به۔

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،ص:106)

☆☆☆

سوال: کیا غسل کرنے کے بعد پھر سے وضو کرنا ہوگا یا غسل، وضو کے لیے کافی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: غسل کرنے کے بعد پھر سے وضو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، غسل ہی وضو کے لیے کافی ہے۔

مشکوۃ المصابیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: كان رسول الله صلى الله عليه و سلم لا يتوضا بعد الغسل.

(مشكوة المصابيح،ص:48)

☆☆☆

سوال: کیاناپاک شخص قرآن مجید کو جُزدان کے اوپر سے ہاتھ لگا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہاں! لگا سکتا ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: وإن مس المصحف بغلافه،فلا بأس به .والكلام فى الغلاف فى حق الجنب نظير الكلام فيه في حق المحدث۔

(التاتارخانيه،ج:1،ص:123،الفصل الثالث فى الغسل)

☆☆☆

سوال: کیاناپاک شخص فقہ و حدیث اور تفسیر کی کتابوں کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ناپاک شخص کے لیے دینی کتابوں کو چھونا مکروہ ہے،اور کسی کپڑے کے ذریعہ چھونے میں حرج نہیں ؛اگرچہ اس کپڑے کو پہنے ہوئے ہو؛البتہ ان کتابوں میں جہاں قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہو خاص اس جگہ پر ہاتھ رکھنا حرام ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: ويكره له مس كتب التفسير ومس كتب الفقه و ما هو من كتب الشريعة۔

(تاتارخانيه،ج:1،ص:123،الفصل الثالث فى الغسل)

☆☆☆

سوال: کیا ناپاک شخص کے لیے کاپی وغیرہ پر قرآن کی آیت لکھنا جائز ہے؟ اور اگر کمپیوٹر میں ٹائپ کرے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ناپاک شخص کے لیے قرآن کی آیت لکھنا چھونا سب حرام ہے۔ہاں اگر اس طور پر لکھے کہ جس صفحے پر لکھ رہا ہے اس پر ہاتھ نہ پڑے تو لکھنا جائز ہے اور کمپیوٹر میں ٹائپ کرنا بہر صورت جائز ہے۔

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے: و أما كتابة القرآن فلا باس بها إذا كانت الصحيفة على الأرض وقال الكمال:وقول إبي يوسف اقيس،لان الصحيفة إذا كانت على الأرض كان مسها بالقلم وهو واسطة منفصلة فصار كثوب منفصل.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،ص:144،كتاب الطهارة)

☆☆☆

سوال: کیا ناپاک شخص کے لیے میت کو نہلانا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ناپاک شخص کے لیے میت کو نہلانا جائز ہے اسی طرح میت کو قبر میں اتارنا اور دفنانا سب جائز ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: وللجنب أن يغسل الميت ۔

(التاتارخانيه،ج:1،ص:123،الفصل الثالث في الغسل)

☆☆☆

سوال: کیا ناپاکی کی حالت میں قرآن مجید کا اردو یا ہندی ترجمہ پڑھنا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ناپاکی کی حالت میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا یا اس کو ہاتھ لگانا اسی طرح حرام

ہے جس طرح قرآن مجید کو پڑھنا یا ہاتھ لگانا حرام ہے۔ خواہ ترجمہ کسی بھی زبان میں ہو، اس کا حکم بھی قرآن مجید ہی کا سا ہے۔

النھر الفائق میں ہے: ویمنع أیضا حل مسه أي القرآن ولو مکتوبا بالفارسیة إجماعا ھو الصحیح.

(النھر الفائق شرح کنز الدقائق،ج:1،ص:134،کتاب الطھارۃ،فصل الحیض)

بہار شریعت میں ہے: قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید ہی کا سا حکم ہے۔

(بہار شریعت،ج:1،حصہ دوم،ص:327)

وضو کا بیان

سوال: وضو میں ڈاڑھی کا خلال کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: وضو میں ڈاڑھی کا خلال سنت ہے، اگر نہیں کیا تو وضو ہو جائے گا لیکن سنت کے خلاف ہو گا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ٹھوڑی کے نیچے سے اوپر کی جانب ڈاڑھی میں داخل کرے، اسی طرح داہنی اور بائیں سمت میں اندر سے داخل کرے اور باہر کی طرف ہاتھ کو لائے۔

ہدایہ میں ہے: وسنن الطهارة تخليل اللحية۔

(ہدایہ،ج:1،ص:16 کتاب الطہارۃ باب الوضوء)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: والتخليل تفريق الشعر من جهة الأسفل الى فوق ويكون الكف إلى عنقه اى حال وضع الماء ويجعل ظهركفه إلى عنقه حال التخليل۔

(طحطاوی علی المراقی،ص :70 فصل فی سنن الوضوء)

☆☆☆

سوال: اگر مسواک نہ ہو تو برش کرنے یا انگلی پھیرنے سے مسواک کی سنت ادا ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر مسواک نہ ہو یا ہو لیکن دانت یا مسوڑھے کی خرابی کی وجہ سے مسواک

کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو برش اور انگلی سے مسواک کی سنت ادا ہو جائے گی، اور مسواک ہوتے ہوئے اور مسواک کے استعمال پر قادر ہوتے ہوئے برش یا انگلی وغیرہ، مسواک کی سنت ادا کرنے کے لیے کافی نہیں۔

در مختار میں ہے: وعند فقده او فقد أسنانه تقوم الخرقة الخشنة او الاصبع مقامه كما يقوم العلك مقامه للمراة مع القدرة عليه۔

(درمختارمع رد المحتار،ج:1،ص:115 سنن الوضوء)

☆☆☆

سوال: ڈاڑھی کے جو بال چہرے کی حد سے نیچے لٹکے ہوئے ہیں ان کو وضو میں دھونا ضروری ہے یا مسح کافی ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: داڑھی کے جو بال چہرے کی حد سے نیچے ہیں اس کو وضو میں دھونا ضروری نہیں، ان کا مسح سنت ہے اور دھونا مستحب۔

در مختار میں ہے: ثم لا خلاف أن المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه،بل يسن۔

(درمختار مع ردالمحتار،ج:1،ص:262۔264 كتاب الطهارة)

تاتارخانیہ میں ہے: لا يجب غسل ما استرسل من الذقن۔

(تاتارخانيه،ج:1،ص:113،كتاب الطهارة)

☆☆☆

سوال: بیسن وغیرہ میں کھڑے ہو کر وضو کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کھڑے ہو کر وضو کرنے سے وضو ہو جائے گا؛ لیکن یہ خلاف ادب ہے۔ اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو بیٹھ کر وضو کرنا چاہیے۔

تنویر الابصار میں ہے: ومن آدا به الجلوس في مكان مرتفع۔

(تنویرالابصار،ج:1،ص:127 سنن الوضوء)

بہار شریعت میں ہے: مستحبات وضو کے بیان میں ہے: وضو کرتے وقت کعبہ رو اونچی جگہ بیٹھنا (مستحب ہے۔)

(بہار شریعت:ج:1،حصہ :دوم،ص:296)

☆☆☆

سوال: کیا وضو میں مونچھوں اور بھووں کے اندر کی کھال کو دھونا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر بھویں اور مونچھیں اتنی گھنی ہوں کہ ان کے نیچے کی کھال نظر نہ آتی ہو، تو وضو میں ان کے نیچے کی کھال کو دھونا ضروری نہیں، اور اگر اتنی گھنی نہ ہوں تو ان کا اور ان کے نیچے کی کھال سب کا دھونا فرض ہے۔ یہی حکم داڑھی کا بھی ہے۔

درمختار میں ہے: لا غسل باطن العينين والانف والفم واصول شعر الحاجبين واللحية والشارب۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: (قوله:واصول شعرالحاجبين)يحمل على ما اذا كانا كشفين،اما اذا بدت البشرة فيجب وكذا يقال في اللحية والشارب۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:1ص:97 كتاب الطهارة،اركان الوضو)

سوال: کیا وضو میں آنکھ کے اندر بھی پانی ڈالنا ضروری ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نہیں، وضو یا غسل میں آنکھ کے اندر پانی ڈالنا ضروری نہیں ؛ بلکہ نہ ڈالنا بہتر ہے ؛ کیوں کہ اس میں آنکھ کا نقصان ہے۔

درمختار میں ہے: لا غسل باطن العينين.

(درمختارمع رد المحتار، ج :1، ص:97، کتاب الطهارة ارکان الوضوء)

☆☆☆

سوال: سر، کان اور گردن کے مسح کا سنت طریقہ کیا ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سر کے مسح کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں انگوٹھوں اور کلمے کی انگلیوں کو جوڑ کر دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں کے سرے ایک دوسرے سے ملالیں، اور پیشانی کے بال یا کھال پر ان انگلیوں کو رکھ کر کھینچتے ہوئے گدی تک اس طرح لے جائیں کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں، پھر گدی سے ہتھیلیاں کھینچتے ہوئے آگے پیشانی تک لے آئیں۔ پھر کلمے کی انگلیوں سے کانوں کے اندرونی حصہ کا اور انگوٹھوں سے کانوں کے باہری حصہ کا مسح کریں اور چھنگلیاں یعنی چھوٹی انگلیاں کانوں کے سوراخ میں داخل کریں اور پھر ان کی پشت سے گردن کے پچھلے حصہ کا مسح کریں۔ گردن کے اگلے حصے یعنی گلے کا مسح بدعت ہے۔ اس کو نہیں کرنا چاہیے۔

☆☆☆

سوال: کیا وضو و غسل میں انگوٹھی کو حرکت دینا ضروری ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر انگوٹھی اتنی ڈھیلی ہو کہ اس کے نیچے پانی پہنچ جاتا ہو تو حرکت دینا ضروری نہیں؛ البتہ مستحب ہے، اور اگر اس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو حرکت دے کر اس کے نیچے پانی پہنچانا فرض ہے۔

ہندیہ میں ہے: وجب تحريك القرط والخاتم الضيقين.

(ہندیه :ج:1،ص:14،الباب الثانی فی الغسل كتاب الطہارة)

☆☆☆

سوال: حلق پر مسح کرنا سنت ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: حلق یعنی گردن کے اگلے حصے پر مسح کرنا سنت سے ثابت نہیں، اس وجہ سے فقہاے کرام نے اس کو بدعت لکھا ہے۔ لہذا حلق پر مسح کرنا ممنوع ہے۔

ہندیہ میں ہے: واما مسح الحلقوم فبدعة.

(ہندیه :ج:1،ص:8،الفصل الثالث فی المستحبات،الباب الاول فی وضوء)

☆☆☆

سوال: وضو میں کتنے ہونٹ کا دھونا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ہونٹوں کا وہ حصہ جو منہ بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے اس کا دھونا ضروری ہے اور جو حصہ منہ بند کرنے کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتا اس کا دھونا فرض نہیں۔

بہار شریعت میں ہے: لبوں کا وہ حصہ جو عادۃً لب بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے، اس کا

دھونا فرض ہے تو اگر کوئی خوب زور سے لب بند کر لے کہ اس میں کا کچھ حصہ چھُپ گیا کہ اس پر پانی نہ پہنچا، نہ کُلّی کی کہ دُھل جاتا تو وُضو نہ ہوا، ہاں وہ حصہ جو عادۃً مونھ بند کرنے میں ظاہر نہیں ہوتا اس کا دھونا فرض نہیں۔

(بہار شریعت،ج:1،حصہ دوم،ص:292)

☆☆☆

سوال: کیا عورت کے لیے اوڑھنی پر مسح کرنا جائز ہے؟ کیا اس سے مسح ہو جائے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر اوڑھنی اتنی باریک ہو کہ پانی پھوٹ کر بالوں تک پہنچ جائے تو اس پر مسح کرنا جائز ہے اور اس پر مسح کرنے کی صورت میں پانی کی تری چوتھائی سر کو تر کر دے تو مسح ہو جائے گا، لیکن افضل یہ ہے کہ اوڑھنی کو اتار کر مسح کیا جائے۔

ہندیہ میں ہے: ولا يجوز المسح على القلنسوة والعمامة وكذا لومسحت المراة على الخمار إلا أنه اذا كان الماء متقاطرا بحيث يصل الى الشعر فحينئذ يجوز ذلك عن الشعر، كذا في الخلاصة۔

(ہندیہ،ج:1،ص:6،كتاب الطهارة،الباب الاول في الوضوء)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے مسح کرنے کے بعد سر کے بال مونڈا دیے تو کیا پھر سے مسح کرنا پڑے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر مسح کرنے کے بعد سر کے بال مونڈا دیے یا وضو کرنے کے بعد ناخن کاٹ

لیے تو مسح و وضو کو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں، وہی مسح اور وضو کافی ہے۔

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: (ولا يعاد الوضو) بل ولاالمحل (بحلق رأسه ولحيته) كما لايعاد بحلق شاربه وحاجبه وقلم ظفره .

(تنوير الابصارمع درختار:ج:1،ص:101 اركان الوضوء)

☆☆☆

سوال: وضو میں جن اعضا کا دھونا فرض ہے ان میں سے کسی پر زخم ہو تو وضو کیسے کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر زخم پر پٹی باندھی ہو اور پٹی کو کھولنا نقصان دہ ہو تو اسی پٹی پر مسح کرے اور اس کے علاوہ حصے کو دھوئے۔ اور اگر زخم پر پٹی نہ باندھی ہو یا باندھی ہو لیکن کھولنے میں نقصان نہ ہو، تو زخم پر مسح کرے۔ اور باقی حصے کو دھوئے، اور اگر مسح بھی نقصان کرے تو زخم پر کپڑا ڈال کر اس کپڑے پر مسح کرے۔

در مختار میں ہے: يمسح على كل عصابة ان ضره الماء أو حلها ومنه ان لا يمكنه ربطها.

ردالمحتار میں ہے: يمسح الجريح ان لم يضره والاعصبها بخرقة ومسح فوقها،خانية.

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:481،كتاب الطهارة،باب التيمم،فاقد الطهورين)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے ترتیب کے خلاف وضو کیا تو وضو ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: وضو کے اعضا کو دھونے اور مسح کرنے میں ترتیب کا خیال رکھنا سنت ہے، لہذا اگر کسی نے ترتیب کے خلاف وضو کیا مثلاً پہلے پاؤں دھویا پھر ہاتھ دھویا، یا پہلے ہاتھ دھویا پھر چہرے کو دھویا پھر مسح کیا، تو وضو تو ہو جائے گا لیکن سنت کا ثواب نہیں ملے گا۔

ہندیہ میں ہے: ومنها الترتيب،وهو ان يبدأ لما بدأ الله بذكره. كذا فى التبيين۔عد القدوري النية والترتيب والاستعاب من المستحبات وعدها صاحب الهدايه والمحيط والتحفة والايضاح والوافى من السنن وهو الأصح.
(ہندیه،ج:1،ص:8،الفصل الثانى فى سنن الوضوء)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کے زخم سے خون برابر نکل رہا ہو تو وہ کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر خون کا تسلسل ایسا ہو کہ اس شخص کو مکمل پاکی کے ساتھ وضو کر کے ایک فرض نماز ادا کرنے کی مہلت نہیں ملتی، تو اس صورت میں وہ شخص معذور ہے۔ اور معذور کا حکم یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے وقت وضو کر لیا کرے اور پھر اس وضو سے اس ایک وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے۔ اس ایک وقت کے درمیان میں زخم سے جتنا بھی خون بہے وہ پاک ہی رہے گا؛ بشرطیکہ اس کے علاوہ کوئی اور سبب وضو کو توڑنے والا نہ پایا جائے۔

در مختار میں ہے: و صاحب عذر من به سلس بول لايمكنه إمساكه أو استطلاق بطن أو انفلات ريح... إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لايجد في جميع وقتها زمناً يتوضؤ و يصلي فيه خالياً عن الحدث ولو

حکماً؛ لأن الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم.

(در مختار،ج:1،ص:305 باب الحیض:مطلب في أحکام المعذور)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کو ایسی بیماری ہو کہ عضو پر پانی ڈالنے سے مرض بڑھ جائے گا تو وہ وضو کیسے کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر کسی کو ایسی بیماری ہو کہ عضو پر پانی ڈالنا نقصان دہ ہو، تو اس کو اجازت ہے کہ اس عضو پر مسح کر لے؛ یعنی ہاتھ بھگو کر اس پر پھیر لے، اور اگر یہ بھی نقصان دہ ہو تو اس عضو پر کپڑا رکھے، پھر اس کپڑے پر مسح کر لے۔

ردالمحتار میں ہے: یمسح الجریح ان لم یضرہ والاعصبها بخرقة ومسح فوقها،خانیة.

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:481،کتاب الطهارة،باب التیمم،فاقد الطهورین)

☆☆☆

سوال: کیا نقلی بال (وِگ) لگوانے والوں کا مسح اور غسل صحیح ہوتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: وِگ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک وہ جسے آسانی سے اتارا جا سکتا ہے۔ دوسری وہ جسے نہیں اتارا جا سکتا۔ پہلی کا حکم ٹوپی کی طرح ہے، لہذا اسے اتار کر مسح اور غسل کرنا لازم ہے، اگر پہن کر کیا تو مسح اور غسل نہیں ہوگا۔ اور دوسری، اصلی بال کے حکم میں ہے؛ لہذا اس کے اوپر پانی ڈالنے سے غسل ہو جائے گا اور اس پر مسح کرنے سے وضو بھی ہو جائے گا۔

ہندیہ میں ہے: ولا يجوز المسح على القلنسوة والعمامة۔

(ہندیہ:ج :1،ص:6،الباب الاول في الوضوء)

ہدایہ میں ہے: المسح على العمامة والقلنسوة لايجوز.

(ہدایہ،ج:1،ص:32باب المسح على الخفين)

شامی میں ہے: ان الغسل في الاصطلاح غسل البدن واسم البدن يقع على الظاهر والباطن الا ما يتعذر ايصال الماء اليه اويتعسر.

(رد المحتار،ج:1،ص:151 فرض الغسل)

☆☆☆

سوال: کیا مصنوعی دانت کو وضو و غسل میں نکالنا ضروری ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مصنوعی دانت دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو مستقل طور پر لگا دیے جاتے ہیں اور آسانی کے ساتھ نکالے نہیں جاسکتے ۔ یہ اصل دانت کا درجہ رکھتے ہیں، اس لیے ان کا حکم اصل دانت کا ہی ہو گا؛ لہذا انھیں نکالنے کی ضرورت نہیں ۔ اور دوسرے وہ دانت جو مستقل طور پر نہیں لگائے جاتے بلکہ انھیں وقت ضرورت آسانی کے ساتھ نکالا جاسکتا ہے ۔ ایسے دانتوں کو نکالنا اور جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے ۔

ردالمحتار میں ہے: ان الغسل في الاصطلاح غسل البدن واسم البدن يقع على الظاهر والباطن إلا ما يتعذر إيصال الماء إليه أو يتعسر.

(رد المحتار،ج:1،ص:151 فرض الغسل)

وضو توڑنے اور نہ توڑنے والی چیزوں کا بیان

سوال: اگر کسی نے زخم پر پٹی باندھ لی اور خون پٹی پر لگ گیا تو وضو ٹوٹے گا یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر خون کی تری باہر آکر پٹی پر ظاہر ہو گئی تو وضو ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں۔

ہندیہ میں ہے: ولو كانت جراحة فربطها فابتل ذلك الرباط،ان نفذ البلل إلى الخارج نقض الوضوء وإلا فلا.

(ہندیه،ج :1،ص:36،الباب الخامس:المسح على الخفين)

☆☆☆

سوال: اگر چھالا پھوٹ کر بہ جائے تو وضو توڑے گا یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب : اگر چھالا پھوٹ کر بہ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر چھالا نوچا؛ لیکن بہا نہیں، تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ہندیہ میں ہے: و ان قشرت نقطة وسال منها ماء۔ان سال عن راس الجرح نقض و ان لم يسل لا ينقض۔

(ہندیه،ج:1،ص:18 فصل فی نواقض الوضوء)

☆☆☆

سوال: قے (الٹی) سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قے اگر منھ بھر ہو کہ اسے آسانی سے روکا نہ جاسکے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا

ہے۔ہاں خالص بلغم کی قے سے وضو نہیں ٹوٹتا چاہے جتنی ہو۔

ہندیہ میں ہے:و قلس ملء الفم فيه مرة أو طعاما أو ماء نقض كذا فی المحیط۔والحد الصحيح في ملء الفم أن لا يمكنه امساكه إلا بكلفة ومشقة.

(ہندیہ،ج:1،ص:11،کتاب الطهارة،الباب الاول فی الوضوء)

اگر تھوڑی تھوڑی قے چند بار آئی اور سب کو ملانے سے منہ بھر کی مقدار کے برابر ہوجاتی ہو،تو اگر ایک ہی متلی سے ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا،اور اگر متلی ختم ہوگئی پھر نئے سرے سے متلی شروع ہوئی اور قے آئی تو سب کو ملانے سے اگرچہ منھ بھر ہوجائے پھر بھی وضو نہیں ٹوٹے گا.

ہندیہ میں ہے:وان قاء قليلا قليلا لوجمع يبلغ ملء الفم،قال محمد :إن اتحد السبب جمع والا فلا وهذا أصح،كذا فی المضمرات.

(ہندیہ،ج:1،ص:14،الباب الخامس في نواقض الوضو)

☆☆☆

سوال:اگر ناک سے ایک دو قطرے خون نکل آئے تو اس سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:صورت مسئولہ میں وضو ٹوٹ جائے گا۔ہاں اگر ناک میں انگلی ڈالی اور اس پر خون کا کچھ اثر آگیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

☆☆☆

سوال:بدن میں سوئی چبھ جانے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:سوئی چبھ جانے سے اگر خون نہیں بہا تو وضو نہیں ٹوٹے گا؛کیوں کہ وضو اس

وقت ٹوٹتا ہے جب خون اپنی جگہ سے بہ جائے، اور سوئی چبھنے سے عموما خون اپنی جگہ سے نہیں بہتا ہے؛ لہذا وضو بھی نہیں ٹوٹے گا۔

بہار شریعت میں ہے: (خون) اگر صرف چمکا یا ابھرا اور بہا نہیں، جیسے سوئی کی نوک یا چاقو کا کنارہ لگ جاتا ہے اور خون ابھر یا چمک جاتا ہے یا خلال کیا یا مسواک کی یا انگلی سے دانت مانجے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی اس پر خون کا اثر پایا یا ناک میں انگلی ڈالی اس پر خون کی سرخی آگئی مگر وہ خون بہنے کے قابل نہ تھا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

(بہار شریعت، ج:1، حصہ دوم، ص:307، وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان)

☆☆☆

سوال: کسی بیماری کی وجہ سے آنکھ سے نکلنے والا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ اور اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کسی بیماری کی وجہ سے آنکھ سے نکلنے والا پانی ناپاک ہے اور اس کے نکلنے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

ہندیہ میں ہے: ولو كان فی عينيه رمد أو عمش يسيل منها الدموع، قالوا: يؤمر بالوضوء۔ كل ما يخرج من بدن الانسان مما يوجب خروجه الوضوء او الغسل فهو مغلظ.

(ہندیہ، ج:1، ص:51، الفصل الثاني في الاعيان النجسة)

☆☆☆

سوال: نابینا شخص کی آنکھ سے نکلنے والا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا

نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نابینا شخص کی آنکھ سے نکلنے والا پانی ناپاک ہے، اگر کپڑے پر لگ جائے تو ایک درہم کے برابر یا زیادہ ہو تو دھونا ضروری ہے اور اس سے کم ہو تو دھونا مسنون — اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

ہندیہ میں ہے: و الدم و القیح وماء الجرح والعین والاذن لعلة سواء فی الاصح۔

(ہندیه،ج:1،ص:46،کتاب الطھارة،الباب السابع فی النجاسة)

فتاوی رضویہ میں ہے: اندھے کی آنکھ سے جو پانی بہے وہ ناپاک اور ناقض وضو ہے۔

(فتاوی رضویه،ج:1،ص:63)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے مسواک یا برش پر خون کا اثر پایا تو اس سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مسواک یا برش پر صرف خون کا اثر پایا تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر زیادہ خون ہو کہ بہنے کے قابل ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

ہندیہ میں ہے: المتوضي اذا عض شئیا فوجد فیه اثرالدم أو استاك بسواك فوجد فیه اثرالدم لا ینتقض ما لم یعرف السیلان، كذا في الظھیریة۔

(ہندیه،ج:1،ص:10،کتاب الطھارة الباب الاول في الوضوء)

اسی طرح خانیه،ج:ص:۳۸،حلبی کبیری،ج:1،ص۱۳۰اور فتاوی

تاتارخانیه، ج:1،ص:١٢٦ پر ہے۔

☆☆☆

سوال: دانت سے خون نکلنے پر کب وضوٹوٹتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر خون، تھوک پر غالب ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا،ورنہ نہیں۔ تھوک کا رنگ اگر سرخ ہوجائے تو خون غالب مانا جائے گا اور زرد ہو تو تھوک غالب۔ پہلی صورت میں وضوٹوٹ جائے گا اور دوسری صورت میں نہیں۔ اور اگر خون اور تھوک دونوں برابر ہوں تب بھی احتیاطاوضوکرلیاجائے۔

مختارات النوازل میں ہے: ولو بزق و خرج معه دم فالعبرة للغالب،فاذا استويا لا ينقض قياسا؛ لأن الشك وقع في الانتقاض،وفي الاستحسان ينقض فهو الاحتياط.

(مختارات النوازل،ج:1،ص:209،فصل فی نواقض الوضوء)

اسی طرح حلبی کبیر،ص:١٢٩ و ہندیه،ج:١،ص:١٣ اورالبحر الرائق، ج: ١،ص:٢٦ میں بھی ہے۔

☆☆☆

سوال: کسی نے اپنے کانوں میں تیل ڈالا اور پھر وہ تیل باہر آگیا تو وضو کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: صورت مسئولہ میں وضو برقرار ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: لو دخل الماء اذن رجل في الاغتسال و مكث ثم خرج بنفسه،فلا وضوء عليه،و في النصاب:و هو الأصح۔

(تاتارخانیه،ج:1،ص:95،کتاب الطهارة)

☆☆☆

سوال: کان سے خون یا مواد وغیرہ نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کان سے خون یا مواد وغیرہ اگر درد اور تکلیف کے ساتھ نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔

ہندیہ میں ہے: وإن خرج من اذنه قيح او صديد،ينظرإن خرج بدون الوجع لا ينتفض وضوءه وإن خرج مع الوجع ينتقض.

(ہندیه،ج:1،ص:12،الباب الخامس فی نواقض الوضوء)

☆☆☆

سوال: اگر پانی ناک کی طرف سے دماغ تک پہنچ گیا پھر واپس آگیا تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر پانی دماغ تک پہنچ کر واپس آگیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

تاتارخانیہ میں ہے: و الماء اذا دخل و بلغ الرأس ثم خرج لا ينقض وضوءه وان بلغ الرأس۔

(تاتارخانیه،ج:1،ص:95،کتاب الطهارة)

☆☆☆

سوال: انجکشن لگوانے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو انجکشن رگ میں لگایا جاتا ہے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لئے کہ اس انجکشن کو لگانے سے پہلے تھوڑا سا خون سرنج (syringe) میں بھرا جاتا ہے پھر دوا کو بدن میں داخل کیا جاتا ہے، اور وہ خون اتنا ہوتا ہے کہ اپنی جگہ سے بہ جائے؛ لہذا اس انجکشن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جو انجکشن گوشت میں لگایا جاتا ہے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ کیوں کہ اس انجکشن میں عموما اتنا خون نہیں نکلتا جو وضو کو توڑ دے۔ ہاں اگر اس میں بھی خون نکل آئے اگرچہ ایک قطرہ ہی ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

جوہرہ نیرہ میں نواقض وضو کے بیان میں ہے: والدم والقيح اذا خرجا من البدن فتجاوزا إلى موضع يلحق حكم التطهير۔

(جوہرہ نیرہ، ج 1:، ص:10، کتاب الطهارة، فصل فی نواقض الوضوء)

بہار شریعت میں ہے: جونک یا بڑی کِلّی نے خون چوسا اور اتنا پی لیا کہ خود نکلتا تو بہ جاتا، وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں۔

(بہار شریعت، ج:1، ص:305، وضو کا بیان)

☆☆☆

سوال: نشہ سے کب وضو ٹوٹتا ہے اور کب نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اتنا نشہ کہ جس سے چلنے میں پاؤں لڑکھڑا جائیں، ناقض وضو ہے۔

ہندیہ میں ہے: ومنها الاغماء والجنون والغشي والسكر، وحد السكر من

هذا الباب والصحيح ما نقل عن شمس الائمة الحلوانى انه اذا دخل فى بعض مشيته تحرك كذا فى الذخيره۔

(ہندیہ،ج:1،ص:15،الباب الخامس فی نواقض الوضو،کتاب الطھارة)

☆☆☆

سوال: بعض لوگ نماز میں کھڑے کھڑے سوجاتے ہیں، ان کا وضوٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نماز میں کھڑے کھڑے یا رکوع وسجود کی حالت میں سونے سے وضونہیں ٹوٹتا۔

سنن ترمذی وابی داؤد ومسند احمد میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا:

ان الوضوء لا يجب إلا على من نام مضطجعا۔

(ترمذی،حدیث :77،باب ما جاء في الوضو من النوم)

تاتارخانیہ میں ہے: اذا نام فى صلاته قائما او راكعا أو ساجدا فلا وضوء عليه۔

(تاتارخانیہ،ج:1،ص:98،کتاب الطھارة)

☆☆☆

سوال: نماز میں قہقہہ لگانے یا مسکرانے سے وضوٹوٹتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نماز میں قہقہہ لگانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور مسکرانے سے نہیں ٹوٹتا۔

قہقہہ سے مراد اتنی آواز سے ہنسی کہ آس پاس والے سن لیں۔ اور مسکرانے سے مراد یہ کہ صرف دانت نکلے، آواز بالکل بھی نہ ہو۔ اور اگر اتنی آواز سے ہنسا کہ اس نے خود سن لیا، پاس والوں نے نہ سنا تو وضو نہیں ٹوٹے گا البتہ نماز فاسد ہو جائے گی، اور قہقہہ سے وضو اور نماز دونوں چیزیں فاسد ہو جائیں گی اور مسکرانے سے نہ نماز فاسد نہ وضو۔

ہندیہ میں ہے: ومنها القهقهة وحد القهقهة ان يكون مسموعا له ولجيرانه والضحك ان يكون مسموعا له ولا يكون مسموعا لجيرانه والتبسم ان لا يكون مسموعا له و لا لجيرانه۔ كذافى الذخيره۔

القهقهة في كل صلاة فيها ركوع وسجود تنقض الصلاة والوضو عندنا۔ والضحك يبطل الصلاة ولا يبطل الطهارة والتبسم لا يبطل الصلاة ولا الطهارة۔

(ہندیه، ج:1، ص:15، كتاب الطهارة، الفصل الخامس فى نواقض الوضوء)

☆☆☆

سوال: جس کو یہ شک ہو جائے کہ وضو کیا ہے یا نہیں؟ اس کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس کو وضو کرنے نہ کرنے میں شک ہو وہ بے وضو ہے، اس پر وضو لازم ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: من شك فى الوضوء فهو محدث۔

(تاتارخانيه، ج:1، ص:109، كتاب الطهارة)

عمدۃ القاری میں ہے: و أما اذا تيقن الحدث وشك فى الطهارة فانه يلزمه

الوضوء بالاجماع۔

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري،ج:2،ص:359)

☆☆☆

سوال: جس کو نماز کے درمیان اپنے وضو کے بارے میں شک ہو جائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ نماز توڑ دے یا جاری رکھے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: جس کو دورانِ نماز وضو کے بارے میں شک ہو جائے وہ اپنی نماز جاری رکھے اور اس شک کی طرف توجہ نہ دے کیوں کہ شریعت کا قاعدہ ہے: الیقین لا یزول بالشک۔

ہندیہ میں ہے: من شك فی الحدث فهو علی وضوئه۔

(ہندیه،ج:1،ص:15،کتاب الطهارة،الفصل الخامس فی نواقض الوضوء)

☆☆☆

سوال: جس کو وضو ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کے بارے میں شک ہو جائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: محض شک پیدا ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، جب تک وضو ٹوٹنے کا اس حد تک یقین نہ ہو کہ اس پر قسم کھالے، تب تک وضو باقی رہتا ہے۔

اشباہ وغیرہ میں ہے: الیقین لا یزول بالشك۔

(الاشباه و النظائر،ص:48،القاعدة الثالثة)

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: ولو ایقن بالطهارة وشك بالحدث او العكس

اخذ باليقين۔وتحته في الشامية:حاصله انه اذا علم سبق الطهارة وشك فى عروض الحدث بعدها او بالعكس اخذ باليقين السابق۔

(رد المحتار مع در مختار،ج:1،ص:310،کتاب الصلاۃ)

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلی حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: یعنی یقین ایسا درکار ہے جس پر قسم کھا سکے کہ ضرور حدث ہوا، اور جب قسم کھاتے ہچکچائے تو معلوم ہوا کہ معلوم نہیں، مشکوک ہے، اور شک کا اعتبار نہیں کہ طہارت کا یقین تھا، اور یقین شک سے نہیں جاتا۔

(فتاوی رضویہ،ج:1،ص:775،کتاب الطہارۃ)

☆☆☆

سوال: کیا بے وضو شخص قرآن پاک کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بے وضو شخص کے لیے قرآن پاک کو ہاتھ لگانا حرام و گناہ ہے، ہاں اگر وہ جزدان میں ہو تو جزدان کے اوپر سے ہاتھ لگانا جائز ہے، یوں ہی رومال وغیرہ ایسا کپڑا جو بدن پر پہنے ہوئے نہ ہو اس کے ذریعہ بھی قرآن کو چھو سکتا ہے۔

ہندیہ میں ہے: منها حرمة مس المصحف،لا يجوز لهما و للجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه الخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به،وهوالصحيح،هكذا في الهداية۔

(ہندیہ،ج:1،ص:38 کتاب الطہارۃ،الباب السادس)

ردالمحتار میں ہے:"دون المتصل" كالجلد المشرز.هو الصحيح وعليه الفتوى۔

(ردالمحتار،ج:1ص:195،کتاب الطہارۃ،باب الحیض)

اسی طرح ہدایہ،ج:1،ص:٦٤،مجمع الانہر،ج:١،ص:١٤٢،النہر الفائق، ج:١، ص:١٣٤ وغیرہ میں بھی ہے۔

☆☆☆

سوال: بے وضواور جنبی شخص فقہ وتفسیر کی کتابوں کو چھو سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بے وضواور جنبی شخص فقہ وتفسیر کی کتابوں کو چھو سکتا ہے، لیکن ان کتابوں میں جہاں قرآن کی آیات لکھی ہوئی ہوں اس جگہ کو چھونا جائز نہیں، اور افضل یہ ہے کہ دینی کتابوں کو باوضو ہو کر ہی ہاتھ لگایا جائے۔

ردالمحتار میں ہے: ان كتب التفسير لا يجوز مس موضع القرآن منها،وله ان يمس غيره،وكذا الكتب الفقه اذا كان فيها شئ من القرآن بخلاف المصحف، فان الكل فيه تبع للقرآن.

(رد المحتار،ج:1،ص:118۔119،كتاب الطهارة،قبيل باب المياه)

☆☆☆

سوال: بے وضو شخص کے لیے مسجد میں داخل ہونا درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جائز ہے۔ہاں ناپاک شخص کے لیے حرام ہے۔

تحفة الفقہاء میں ہے: يباح له دخول المسجد وقراءة القرآن واداء الصوم.

(تحفة الفقهاء للسمرقندي:ج:1،ص:31،كتاب الطهارة)

ہندیہ میں ہے: ومنها انه يحرم عليهما وعلى الجنب الدخول فى

المسجد۔

(ہندیه،ج:1،ص:38،کتاب الطهارة،الباب السادس)

☆☆☆

سوال:اگر وضو کرتے وقت ریح خارج ہو جائے یا پیشاب کاقطرہ آجائے تو کیا حکم ہے؟ پھر سے وضو کرنا ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:اگر وضو کرتے وقت ریح خارج ہو جائے یا قطرہ آجائے یا کوئی اور چیز وضو کو توڑنے والی پیش آجائے، تو دوبارہ شروع سے وضو کرنا لازم ہے۔ جتنا وضو کر چکا وہ نہ کرنے کی طرح ہوگیا۔ ہاں اگر وہ شرعی معذور ہو تو اس کے لیے دوبارہ شروع سے وضو کرنا لازم نہیں۔

الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے: ومنها ان لا يوجد من المتوضئ ما ينافي الوضوء مثل ان يصدر منه ناقض للوضوء فی اثناء الوضوء،فلو غسل وجهه ويديه مثلا ثم احدث فانه يجب عليه ان يبدأ الوضوء من اوله الا إذا كان من اصحاب الاعذار۔

(الفقه على المذاهب الاربعة،للصاغرجي،ج:1ص:49،كتاب الطهارة)

بہار شریعت میں ہے: درمیانِ وضو میں اگر ریح خارج ہو یا کوئی ایسی بات ہو جس سے وضو جاتا ہے۔ تو نئے سِرے سے پھر وضو کرے،وہ پہلے دُھلے ہوئے بے دُھلے ہو گئے۔

(بہار شریعت،ج:1ص:49،وضوکا بیان)

☆☆☆

سوال:اگر زخم کو دبا کر خون نکالا تو وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: زخم یا پھوڑا وغیرہ کو دبا کر خون نکالا تو وضو ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ خون اپنی جگہ سے بہہ جائے۔

ہندیہ میں ہے: خرج دم من القرحة بالعصر، ولو لاه ما خرج، نقض في المختار، كذا في الوجيز الكردري، في القنية: وهو الاوجه، كذا في شرح المنية۔
(ہندیہ، ج:1، ص:11، کتاب الطهارة الباب الخامس في نواقض الوضو)

در مختار میں ہے: (المخرج) بنفسه لعصر (والخارج) بنفسه (سيان في حكم النقض) على المختار كما فى البزازية۔
(درمختار، ج:1، ص:286، كتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء)

☆☆☆

سوال: وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا سنت ہے یا بیٹھ کر؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: آب زمزم کی طرح وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔
سنن ترمذی کی روآیت ہے کہ ایک موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وضو فرمایا اور وضو کے بعد بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پی لیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

(سنن ترمذی، ج:2، حدیث:48)

صحیح بخاری میں حضرت عباس سے روآیت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا تو حضور نے کھڑے کھڑے نوش فرمایا۔

(صحیح البخاری، ج:2، ص:156 حدیث :1637)

تیمم کا بیان

سوال: تیمم کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: تیمم کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کرکے کسی ایسی چیز پر ماریں جو زمین کی قسم سے ہو اور دونوں ہاتھوں کو اس پر رگڑلیں، زیادہ غبار لگ جائے تو جھاڑ لیں اور پھر اس سے سارے منہ کا مسح کریں، پھر دوسری مرتبہ یوں ہی کریں اور دونوں ہاتھوں کا ناخن سے کہنیوں سمیت مسح کریں۔

ہندیہ وغیرہ میں ہے: ومنها الضربان:يمسح باحداهما وجهه و بالاخرى يديه إلى المرفقين۔ كذا في الهداية.

(ہندیہ،ج:1،ص:29،كتاب الطهارة،الباب الرابع في التيمم)

☆☆☆

سوال: تیمم صرف انگلیوں سے کیا جائے یا ہتھیلیوں سے بھی؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: تیمم پورے ہاتھ سے کیا جائے، یعنی انگلیوں کے ساتھ ہتھیلیاں بھی استعمال کی جائیں۔ ہاں اگر کسی نے صرف انگلیوں سے تیمم کیا تو اگر کم از کم تین انگلیوں سے مسح کیا تو تیمم ہو گیا، اور اگر ایک یا دو انگلیوں سے کیا تو تیمم نہ ہوا؛ اگرچہ تمام عضو پر ان کو پھیر لیا ہو۔

ہندیہ میں ہے: ومنها المسح بثلاثة أصابع،لا يجوز المسح باقل من ثلاثة اصابع۔ كذا فى التبيين۔

(ہندیہ،ج :1،ص:31،كتاب الطهارة،الفصل الرابع فى التيمم)

سوال: اگر تیمم میں ہاتھ یا چہرے کا کوئی حصہ مسح کرنے سے رہ جائے تو تیمم ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تیمم میں ہاتھ یا چہرے کا کوئی حصہ مسح کرنے سے رہ جائے تو تیمم نہ ہو گا۔

ہندیہ میں ہے: استعاب العضو في التيمم واجب في ظاهر الرواية، كذا في محيط السرخسي و هو المختار.

(ہندیہ، ج:1، ص:30، کتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم)

☆☆☆

سوال: کیا تیمم میں انگوٹھی کو حرکت دینا کافی ہے؟ یا اسے اتارنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تیمم میں ہاتھ اور چہرے کے ہر حصے پر ہاتھ پھیرنا فرض ہے؛ لہذا اس میں انگوٹھی کو حرکت دینے سے فرض ادا نہ ہو گا؛ بلکہ اس کو اتار کر اس جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

ہندیہ میں ہے: ولا بد من نزع الخاتم والسوار، هكذا في الخلاصة.

(ہندیہ، ج:1، ص:36،، کتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم)

☆☆☆

سوال: اگر کسی زخم وغیرہ کی وجہ سے کسی عضو کو نہ دھو سکے تو کیا اس پر تیمم کرنا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر زخم وغیرہ کی وجہ سے کسی عضو کو نہ دھو سکے تو اس عضو پر تیمم کرنا جائز

نہیں، بلکہ جن اعضا کو دھو سکتا ہے ان کو دھوئے اور جن کو نہیں دھو سکتا ان پر بھیگا ہاتھ پھیرے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اس پر کپڑا ڈال کر اس کپڑے پر بھیگا ہاتھ پھیرے۔ تیمم کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ کیوں کہ غسل اور تیمم کو ایک عضو پر جمع کرنا جائز نہیں۔

ہندیہ میں ہے: وان كان به جدرى او جراحات يعتبر الاكثر إلى قوله: فان كان اكثر صحيحا والأقل جريحا، يغسل الصحيح ويمسح على الجريح إن امكنه، وان لم يمكنه المسح يمسح على الجبائر أو فوق الخرقة، ولا يجمع بين الغسل والتيمم۔

(ہنديه، ج:1، ص:32، كتاب الطهارة، الباب الرابع فى التيمم)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کے پاس اتنا پانی ہے جس سے صرف بعض حصے کو دھو سکتا ہے تو اس کو تیمم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر پانی صرف بعض اعضا کو دھونے کے برابر ہو تو تیمم کرنا جائز ہے۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: المحدث إذا كان معه من الماء ما يكفيه لغسل بعض الأعضاء تيمم عندنا۔

(فتاوى قاضى خان، ج:1، ص:195، كتاب الطهارة، المتفرقات)

☆☆☆

سوال: اگر تیمم میں طہارت کی نیت نہیں کی تو تیمم صحیح ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر تیمم میں طہارت کی نیت نہیں کی یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کے لیے تیمم

نہیں کیا جو بغیر پاکی کے جائز نہ ہو، تو ایسے تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا، باقی جس چیز کے لیے تیمم کیا ہے وہ کر سکتا ہے۔ مثلاً: قرآن مجید چھونے یا سلام کرنے یا مسجد میں داخل ہونے کے لیے اگر بغیر عبادت کی نیت کے تیمم کیا تو نماز نہیں پڑھ سکتا، باقی ان میں سے جس کام کو کرنے کی نیت سے تیمم کیا ہے وہ کام کر سکتا ہے۔

ہندیہ میں ہے: ومنها النية، وكيفيتها ان ينوي عبادة مقصودة لا تصح إلا بالطهارة أو استباحة الصلاة۔ ولو تيمم لقراءة القرآن عن ظهر القلب او عن المصحف أو لزيارة القبور أو لدفن الميت او للاذان والاقامة أو لد خول المسجد او مس المصحف وصلى بذلك التيم، قال عامة العلماء: لا يجوز، كذا في فتاوى قاضي خان.

(ہندیہ، ج:1، ص:29، کتاب الطهارة الباب الرابع فی التیمم)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے نفل نماز پڑھنے کے لیے تیمم کیا تو کیا اس تیمم سے فرض کی نماز پڑھ سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نفل نماز کے لیے کیئے گئے تیمم سے فرض نماز پڑھنا جائز ہے۔ بلکہ فرض کے علاوہ دوسری نمازیں، تلاوتِ قرآن مسِّ قرآن اور ذکر و اذکار سب جائز ہے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے: لو وقع التيمم للصلاة أو لجزء من الصلاة جاز أن يصلي به صلاة أخرى وما لا فلا۔

(تاتارخانیہ، ج:1، ص:174 کتاب الطهارة الفصل الخامس فی التیمم)

سوال: کیا قرآن کی تلاوت کرنے یا اسے چھونے کے لیے تیمم کرنا جائز ہے؟ اور اگر کر لیا تو کیا اس تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: قرآن کی تلاوت کرنے اور اسے چھونے کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص بے وضو تھا، ناپاک نہیں تھا، تو وہ اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اور اگر ناپاک تھا تو تلاوتِ قرآن کی نیت سے کیے گئے تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ان دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی عبادت کے لیے تیمم کیا جو خود مقصود بالذات ہو اور اس کے لیے طہارت بھی ضروری ہو تو اس تیمم سے نماز صحیح ہے ورنہ نہیں۔ اور اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو اس تیمم سے نماز نہیں بڑھ سکتا۔ اب اگر بے وضو شخص نے زبانی تلاوت کے لیے تیمم کیا تو اس میں دوسری شرط یعنی طہارت ضروری نہیں، مفقود ہے۔ اور اگر قرآن کریم کو چھونے کے لیے تیمم کیا تو پہلی شرط مفقود ہے یعنی یہ عبادت، مقصود نہیں۔ اس لیے دونوں صورتوں میں بے وضو شخص اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ البتہ اگر تیمم کرتے وقت تلاوت کے بجائے صرف پاکی حاصل کرنے کی نیت کرتا تو اس تیمم سے نماز درست ہو جاتی۔ اور رہا ناپاک شخص کے لیے تیمم سے نماز کا جائز ہونا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تلاوت، عبادتِ مقصودہ ہے اور اس کے لیے طہارت بھی شرط ہے۔

☆☆☆

سوال: نماز جنازہ کے لیے کئے گئے تیمم سے فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: نماز جنازہ کے لیے تیمم اگر اس وجہ سے کیا کہ اگر وضو کرتا تو نماز جنازہ فوت ہو جاتی تو اس تیمم سے فرض نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور اگر بیماری یا پانی موجود نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اس تیمم سے فرض نماز پڑھنا جائز ہے۔

ہندیہ میں ہے: لو تیمم لصلاۃ الجنازۃ او لسجدۃ التلاوۃ أجزأہ أن یصلي بہ المکتوبۃ بلا خلاف۔

(ہندیہ، ج:1، ص:29، کتاب الطھارۃ، الباب الرابع فی التیمم)

☆☆☆

سوال: ایک فرض نماز کے لیے کئے گئے تیمم سے دوسری فرض نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ایک فرض نماز کے لیے کئے گئے تیمم سے دوسری فرض نماز پڑھنا جائز ہے، جب تک تیمم توڑنے والا کوئی سبب نہ پایا جائے تب تک اس تیمم سے ہر وہ کام جائز ہے جو وضو سے جائز ہوتا ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: ویصلي الرجل بتیممہ ماشاء من الصلاۃ من الفرائض والنوافل والفوائت ما لم یحدث أو تزول العلۃ أو یجد الماء.

(تاتارخانیہ، ج:2، ص:195، فصل في التیمم)

☆☆☆

سوال: اگر نماز کا وقت تنگ ہو کہ وضو کرے گا تو نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو تیمم کر کے نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے، لیکن بعد میں وضو کرکے اس نماز کو دہرانا لازم ہے۔

در مختار میں ہے: وقيل:يتيمم لفوات الوقت،قال الحلبي:فالأحوط ان يتيمم ويصلي ثم يعيده.

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:246،باب التيمم)

☆☆☆

سوال: اگر پانی قریب ہی تھا؛ لیکن معلوم نہ تھا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر پانی قریب ہی تھا؛ لیکن اسے معلوم نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی بتانے والا موجود تھا یا بتانے والا تو تھا لیکن پوچھنے پر بتایا نہیں۔ تو تیمم کرکے نماز پڑھی تو نماز ہو گئی۔

ہندیہ میں ہے: ولو قرب من الماء ولم يعلم به ولم يكن بحضرته من يسأله أجزاه التيمم۔ وان كان بحضرته من يسأله فلم يسأله حتى تيمم وصلى ثم سال فاخبره بماء قريب لم تجز صلاته.

(ہنديه،ج:1،ص:32, كتاب الطهارة،الفصل الرابع في التيمم)

☆☆☆

سوال: کن چیزوں سے تیمم کرنا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تیمم ان چیزوں سے جائز ہے جو زمین کی قسم سے ہوں، اور جو چیزیں زمین کی

قسم سے نہیں ان سے تیمم جائز نہیں۔ زمین کی قسم سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آگ سے جل کر نہ راکھ ہوں، نہ پگھلیں اور نہ ہی نرم پڑیں، جیسے: ریت، چونا، سُرمہ، ہڑتال، گیرو، گردو غبار اور پتھر وغیرہ۔

ہندیہ میں ہے: يتمم بطاهر من جنس الأرض، كذا في التبيين، كل ما يحترق فيصير رمادا كالحطب والحشيش ونحوهما أو ينطبع ويلين كالحديد والصفر۔ فليس من جنس الأرض۔ وما كان بخلاف ذلك فهو من جنسها، كذا في البدائع.

(ہندیہ، ج:1، ص:30، کتاب الطهارة، الفصل الرابع فی التیمم)

☆☆☆

سوال: جس پتھر پر غبار نہ ہو اس سے تیمم کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: جس پتھر پر غبار نہ ہو اس سے تیمم کرنا جائز ہے، کیوں کہ پتھر خود ہی جنسِ ارض میں سے ہے۔

ہندیہ میں ہے: فيجوز التيمم بالتراب والرمل الى قوله: وبالحجر عليه غبار أو لم يكن۔

(ہندیہ، ج:1، ص:30، کتاب الطهارة، الباب الرابع فی التیمم)

☆☆☆

سوال: پکی اینٹ اور ٹائلس سے تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: پکی اینٹ سے تیمم کرنا جائز ہے، کیوں کہ پکنے کے بعد بھی وہ جنسِ ارض سے

ہے۔

البحر الرائق میں ہے: ویجوز بالآجری المشوي وھو الصحیح۔

(البحر الرائق،ج:1،ص:147،کتاب الطھارۃ،باب التیمم)

اور ٹائلس سے تیمم کرنے میں تفصیل یہ ہے کہ جس ٹائلس پر کوئی تہ پلاسٹک یا شیشہ یا کسی ایسی چیز کی ہو جو زمین کی جنس سے نہیں ہے تو اس ٹائلس کے تہ والے حصہ سے تیمم کرنا جائز نہیں۔ اور اگر اس پر کوئی تہ نہیں یا تہ تو ہے مگر چونا وغیرہ کسی ایسی چیز کی ہے جو زمین کی جنس سے ہے تو اس سے تیمم کرنا بہر حال درست ہے۔ یہی تفصیل ماربل میں بھی ہے۔ ہاں اگر ٹائلس یا ماربل پر اتنا غبار ہے کہ ہاتھ مارنے سے غبار کا اثر ہاتھ میں ظاہر ہوتا ہے تو اس غبار سے تیمم کرنا جائز ہے؛ اگرچہ ٹائلس پر پلاسٹک یا شیشہ وغیرہ کی تہ ہو۔

بہار شریعت میں ہے: چینی یا مٹی کے برتن سے جس پر کسی ایسی چیز کی رنگت ہو جو جنس زمین سے ہے، جیسے: گیرو، کھریا مٹی۔ یا وہ چیز جس کی رنگت جنس زمین سے تو نہیں مگر برتن پر اس کا جِرم نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس سے تیمم جائز ہے۔ اور اگر جنس زمین سے نہ ہو اور اس کا جِرم برتن پر ہو تو جائز نہیں۔ جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہو ان پر اتنا غبار ہے کہ ہاتھ مارنے سے اس کا اثر ہاتھ میں ظاہر ہوتا ہے تو اس غبار سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔

(ملخصا،بہار شریعت،ج:1،ص:358،تیمم کا بیان)

☆☆☆

سوال: اگر پانی استعمال کرنے کی صورت میں اپنی جان یا اپنے کسی عضو کے نقصان کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر پانی استعمال کرنے کی صورت میں اپنی جان یا اپنے کسی عضو کے نقصان کا

صحیح اندیشہ ہو یا ایسی بیماری ہو کہ پانی چھونے سے اس کے زیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا خوف ہو تو تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ خواہ اس نے خود آزمایا ہو کہ پانی اسے نقصان کرتا ہے یا کسی ماہر ڈاکٹر نے کہہ دیا ہو کہ پانی نقصان کرے گا۔ اور اگر محض خیال ہی خیال ہے کہ پانی نقصان کرے گا تو تیمم کرنے کی اجازت نہیں۔

ہندیہ میں ہے: ولو كان يجد الماء إلا انه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه او ابطا برؤه يتيمم ويعرف ذلك الخوف إما بغلبة الظن عن أمارة أو تجربة أو إخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق.

(ہندیه،ج:1،ص:28،کتاب الطهارة،الباب الرابع في التيمم)

☆☆☆

سوال: اگر عیدین یا جنازہ کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر عیدین یا غیر ولی کے لیے نماز جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنا جائز ہے۔ عیدین میں فوت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وضو کرے گا تو امام سلام پھیر دے گا، اور جنازہ میں فوت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وضو کرے گا تو ایک بھی تکبیر نہ مل سکے گی۔
لیکن جنازہ میں ولی کو تیمم کرنے کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ لوگ اس کا انتظار کرلیں گے۔

الاختیار میں ہے: وتجوز الصلاة على الجنازة بالتيمم إذا خاف فوتها لو توضأ،وكذلك صلاة العيد.

(الاختيار لتعليل المختار،ج:1،ص:33)

فتاوی قاضی خان میں ہے: إذا سبقه الحدث قبل الشروع في الصلاة أنه على وجهين ايضا،ان كان يرجو ادراك شي من الصلاة مع الامام لو تؤضا،لا يباح له التيمم،و في العتابية:بالإجماع۔وان كان يرجو ادراك شيء من الصلاة مع الإمام،يباح له التيمم .

(فتاوى قاضى خان،ج:1ص:188،كتاب الطهارة فى بيان ما يتيمم عنه)

و فيه أيضاً: وكذلك غير الولي يتيمم لصلاة الجنازة إذا خاف الفوت والولي لا يتيمم لصلاة الجنازة.

(المرجع السابق)

☆☆☆

سوال: جمعہ کی نماز فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جمعہ کی نماز فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کی اجازت نہیں،بلکہ وضو کر کے جماعت ملے تو جمعہ پڑھے ورنہ ظہر ادا کرے؛ کیوں کہ تیمم اس نماز کے لیے مشروع ہے جس کا کوئی بدل نہ ہو، جیسے جنازہ اور عیدین کی نماز،اور جمعہ کا بدل ظہر موجود ہے،لہذا جمعہ کے لیے تیمم جائز نہیں۔

ہدایہ میں ہے: ولا يتيمم للجمعة وإن خاف الفوت لو توضا،فان ادرك الجمعة صلاها وإلا صلى الظهر ؛لأنها تفوف إلى خلف وهو الظهر۔

(ہدایہ،ج:1،ص:53،کتاب الطهارة،باب التيمم)

☆☆☆

سوال: تیمم کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے، نیز پانی کے استعمال پر قادر ہونے سے بھی تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔

ہندیہ میں ہے: ينقض التيمم كل شئ ينقض الوضوء كذا في الهداية، وينقضه القدرة على استعمال الماء الكافي الفاضل عن حاجته.

(ہندیہ، ج:1، ص:33، كتاب الطهارة الفصل الرابع في التيمم)

کتاب الصلاۃ

اذان، نماز کے اوقات، ستر عورت، قبلہ، نیت، تکبیر تحریمہ، قیام،
رکوع، سجود، قعدہ، نماز کے آداب، قراءت،
امامت، اور سترہ وغیرہ کا بیان

اذان کا بیان

سوال: جو جماعت اذان واقامت کے بغیر ہو وہ صحیح ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مسجد میں جماعت اولی مستحبہ کے لیے اذان و اقامت سنت مؤکدہ ہیں، اذان واقامت کو بالکل ترک کر دینا مکروہ اور گناہ ہے، البتہ نماز ہو جائے گی۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: الاذان سنة لأداء المكتوبة بالجماعة۔

(فتاوی خانیه، ج :1، ص:49)

ہندیہ میں ہے: ویکره اداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير اذان و اقامة۔

(ہندیه، ج:1، ص:54 کتاب الصلاة الفصل الاول فی صفت الاذان)

☆☆☆

سوال: کیا شہر کی ہر مسجد میں اذان دینا ضروری ہے؟ یا ایک مسجد کی اذان تمام مسجدوں کے لیے کافی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: شہر کی ہر مسجد میں جماعت اولی کے لیے اذان دینا سنت موکدہ ہے جس کا ترک گناہ ہے۔ لہذا ایک مسجد کی اذان شہر کی تمام مسجدوں کے لیے کافی نہیں۔

ہندیہ میں ہے: ویکره اداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير اذان و اقامة۔

(ہندیه، ج:1، ص:54 کتاب الصلاة الفصل الاول فی صفت الاذان)

سوال: کیا بے وضو شخص کے لیے اذان دینا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بے وضو شخص کے لیے اذان دینا مکروہ ہے لیکن دی تو اذان صحیح ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں۔

تاتارخانیہ میں ہے: فاذان المحدث لا یعاد۔

(تا تارخانیه، ج:1، ص: کتاب الصلاة، باب الاذان)

☆☆☆

سوال: سمجھ دار لڑکا جو عاقل ہو لیکن بالغ نہ ہو وہ اذان دے تو اذان صحیح ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سمجھ دار عاقل غیر بالغ کی اذان صحیح ہے۔

درمختار میں ہے: (و یجوز) بلا کراھة (اذان صبي مراھق۔

(در مختار مع تنویر الابصار، ج:1، ص:73 کتاب الصلاة باب الأذان)

ہندیہ میں ہے: اذان الصبي العاقل صحیح من غیر کراھة۔

(ہندیه، ج:1، ص:97، کتاب الصلاة الباب الثانی فی الأذان)

☆☆☆

سوال: ڈاڑھی منڈانے یا ایک مشت سے کم رکھنے والے کی اذان صحیح ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: داڑھی منڈانے یا ایک مشت سے کم رکھنے والے کی اذان مکروہ ہے، اس اذان کو دہرانا مستحب ہے؛ لیکن اگر نہیں دہرایا؛ بلکہ اسی اذان کے ساتھ جماعت کرلی گئی تب بھی نماز

ہوگئی۔

البحر،کنزوفتح القدیر وغیرہ میں ہے: واللفظ للفتح:صرحوا بکراهة اذان الفاسق۔

(فتح القدیر،ج:1،ص:216باب الاذان)

البحرالرائق میں ہے: صرح بکراهة اذان الفاسق ولا یعاد،فاعادة فیه لیقع علی وجه السنة۔

(البحر الرائق،ج:1،ص:264باب الاذان)

فتاوی رضویہ میں ہے: فاسق کی اذان اگرچہ شعار اسلام کا کام دے مگر اعلام کہ اس کا بڑا کام ہے اس سے حاصل نہیں ہوتا۔ نہ فاسق کی اذان پر وقتِ روزہ و نماز میں اعتماد جائز۔ ولہذا مندوب ہے کہ اگر فاسق نے اذان دی ہو تو اس پر قناعت نہ کریں بلکہ دوبارہ مسلمان، متقی پھر اذان دے۔

(فتاوی رضویه،ج:2،ص:388)

☆☆☆

سوال: اذان کوئی دے اور اقامت کوئی اور کہے تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر مؤذن موجود نہ ہو تو کوئی بھی اقامت کہہ سکتا ہے، اور اگر مؤذن موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو اقامت کہنا مکروہ ہے جب کہ موذن کو ناگوار ہو، ورنہ مکروہ بھی نہیں اور اگر مؤذن خود ہی اجازت دے تو کوئی حرج نہیں۔

ہندیہ میں ہے: وان أذن رجل واقام آخر ان غاب الأول جاز من غیر کراهة، وان کان حاضرا ویلحقه الوحشة فاقامة غیره یکره،وإن رضي به لا یکره

عندنا۔

(ہندیہ،ج:1،ص:97،کتاب الصلاۃ،الباب الثاني في الأذان)

☆☆☆

سوال: کیازبان سے اذان کا جواب دیناضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: زبان سے اذان کا جواب دیناواجب ہے یاقدم سے یعنی اذان سن کر مسجد جانا واجب ہے؟،اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک زبان سے اذان کا **جواب** دیناواجب ہے اور بعض کے نزدیک قدم سے واجب اور زبان سے مستحب ہے۔

خلاصة الفتاوی،فتح القدیر،البحر الرائق،فتاوی ہندیه،بدائع الصنائع،فتاوی بزازیه،بنایه اور در مختار وغیرہ میں زبان سے اذان کا **جواب** دینے کو واجب کہا گیا **اور فتاوی قاضی خان،مبسوط سرخسی،نہر الفائق غنیه،فتاوی ظہیریه،عیون المسائل،طحاوی،ہدایه،مجمع الانہر،حلبی اور جدالممتار** وغیرہ میں اجابت بالقدم کوواجب اور اجابت باللسان کومستحب کہا گیا۔اور یہی زیادہ صحیح اور مختار ہے کہ زبان سے اذان کا جواب دینامستحب ہے،واجب نہیں۔

عمدۃ القاری میں علامہ بدرالدین عینی نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا: (قوله:إذا سمعتم المنادي فقولوا مثل الذي يقول)ان ذلك ليس على الوجوب وأنه على الاستحباب والندبة إلى الخير واصابة الفضل۔

(عمدة القارى شرح صحيح البخارى،ج:5ص:117باب ما يقول اذا سمع المنادى)

حاشیہ طحطاوی میں ہے: وفي مجمع الأنهر عن الجواهر:اجابة المؤذن سنة،

وفي الدرة المنيفة:أنها مستحبة على الأظهر۔

(حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح،ص:202)

فتح القدیر میں ہے: حاصله نفي وجوب الإجابة باللّسان و به صرح جماعة وأنه مستحب۔

(فتح القدير،ج:1،ص:248،باب الاذان)

☆☆☆

سوال: عورتوں پر اذان کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عورتوں پر اذان کا جواب دینا اگر چہ ضروری ؛یعنی فرض یا واجب نہیں ؛مگر جواب نہ دینے پر بہت بڑے ثواب سے محرومی ضرور ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب موذن الله اکبر الله اکبر کہے اور سننے والا اس کے جواب میں الله اكبر الله اكبر کہے۔ پھر موذن اشهد ان لا اله الا الله کہے اور یہ شخص بھی اشهد ان لا اله الا الله کہے، اور آخر میں فرمایا: صدق دل سے جواب دینے والا جنت میں داخل ہوگا۔ صحیح مسلم ہی میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص موذن کی اذان کا جواب دے اور اذان کے بعد دعا کرے جس میں میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرے تو اس پر میری شفاعت واجب ہے۔

(مشكوة بحواله مسلم باب فضل الأذان وإجابة المؤذن)

اس طرح کی بہت ساری روایات ہیں جن میں اذان کا جواب دینے والے کے لیے بڑے ثواب کی بشارت اور خوش خبری سنائی گئی ہے۔ اور یہ ثواب جس طرح مردوں کے لیے

ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے۔ لہذا عورتوں کو بھی اذان کا جواب دینا چاہیے تاکہ ثواب سے محروم نہ رہیں۔

☆☆☆

سوال: اذان کے الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہوجانے سے اذان ہوجاتی ہے یانہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کلمات اذان میں تقدیم وتاخیر ہوجانے سے اذان ہوجاتی ہے؛ لیکن بہتر ہے کہ جس جگہ تقدیم وتاخیر ہوئی اس کو درست کرلے، سرے سے اذان کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔.

ہندیہ میں ہے: وإذا قدم فی اذانه أو في إقامته بعض الكلمات على بعض۔ فالأفضل في هذا أن ما سبق على أوانه لا يُعتد به۔حتى يُعيده فی أوانه وموضعه،وإن مضىٰ على ذلك جازت صلاته۔ كذا في المحيط۔

(ہندیه،ج:1،ص:100،الباب الثانی فی الأذان،الفصل الثاني)

درمختار میں ہے: ولو قدم فيهما مؤخرا أعاد ما قدم فقط

(درمختار،ج:1،ص:389،فصل فی الاذان)

☆☆☆

سوال: کلمات اذان میں سے کوئی کلمہ موذن سے چھوٹ جائے توکیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کلماتِ اذان میں سے کوئی کلمہ اگر موذن سے چھوٹ جائے تو اگر اذان کے درمیان یاد آجائے تو یاد آتے ہی وہ کلمہ کہہ لے اور وہیں سے آخر تک اذان کے کلمات کا اعادہ کرلے۔ اور اگر اذان دینے کے بعد یاد آیا کہ کوئی کلمہ چھوٹ گیا ہے تو دوبارہ اذان دینے کی

ضرورت نہیں، اذان ادا ہو جائے گی۔

☆☆☆

سوال: مسافر حالت سفر میں نماز پڑھے تو اذان واقامت کہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مسافر کے لیے اذان واقامت دونوں کہہ لینا بہتر ہے، اور اگر صرف اقامت پر اکتفا کرے تب بھی بلا کراہت درست ہے۔ ہاں مگر اذان واقامت دونوں کو ترک کرنا مکروہ ہے۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: والمسافر إذا صلى وحده وترك الأذان والاقامة أو ترك الاقامة فانه يكره له ذلك.

(فتاوى تاتارخانيه،ج :1 ص :383،كتاب الصلاة،باب الأذان)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہو اور اذان ہونے لگے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ تلاوت جاری رکھے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر تلاوت کے دوران اذان ہونے لگے تو تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اسی کی مسجد کی اذان ہو، اگر دوسری مسجد کی اذان ہے تو تلاوت جاری رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

محیط برہانی میں ہے: رجل فی مسجد يقرأ القرآن فسمع الاذان فان كان هذا الرجل في المسجد يمضي على تلاوته ولا يجيب المؤذن وإن كان في

منزله،فإن لم يكن هذا اذان مسجده لا يجيب ويمضي على قراءته،وان كان هذا اذان مسجده يقطع القرآن ويجيب المؤذن۔

(محيط برباني،ج:1،ص:102،كتاب الصلاة،الفصل الثاني)

☆☆☆

سوال: جمعہ میں خطبے کی اذان مسجد کے اندر منبر کے پاس ہو یا مسجد سے باہر؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: جمعہ میں خطبے کی اذان کا مسجد کے باہر ہونا سنت ہے۔ **سنن ابی داؤد** میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

كان يؤذن بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وابي بكر وعمر.

(سنن ابی داود،ج:1،حدیث :1088)

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہو جاتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر خطبہ کی اذان دی جاتی، اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بھی ہوتا۔

اس روایت میں دو الفاظ قابل توجہ ہیں: (۱)... بین یدی، (۲)... علی باب المسجد۔

"بین یدی" سے بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوا کہ اس سے مراد مسجد کے اندر منبر کے پاس اذان کا ہونا ہے، مگر یہ اشکال درست نہیں؛ کیوں کہ اسی روآیت میں دوسرا لفظ یعنی "علی باب المسجد" خود بخود مسجد کے باہر اذان کا ہونا متعیّن کر رہا ہے۔ لہذا یہ حدیث پاک مسجد کے باہر اذان ہونے کے بارے میں بالکل صریح ہے۔

عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ میں ہے: بین یدیه ای :مستقبل الإمام،فی المسجد كان او خارجا،المسنون هو الثاني.**یعنی حدیث پاک میں** " بین یدیه "**کے معنی صرف یہ ہیں کہ مؤذن، امام کے رُوبرو ہو، خواہ مسجد میں یا مسجد سے باہر، مگر سنت یہی ہے کہ مسجد سے باہر ہو۔**

اب اس عبارت میں جب یہ تصریح ہو چکی کہ مسجد سے باہر ہی سنت ہے تو مسجد کے اندر، خلاف سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

اس کے علاوہ سیکڑوں کتب فقہ میں مسجد کے اندر اذان کو مکروہ کہا گیا، مثلاً فتاوی قاضی خان میں ہے: لا یوذن في المسجد، **یعنی مسجد میں اذان نہ دی جائے۔**

(فتاوی خانیه،ج:1،ص:)

فتاوی خلاصہ وخزانۃ المحققین میں ہے: لا یوذن في المسجد.

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: وینبغی ان یؤذن علی المئذنة أو خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد. **اذان، منارے پر یا خارج مسجد سے ہو، مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔**

(تاتارخانیه،ج:1،ص:377)

فتاوی ہندیہ میں ہے: لا یوذن فی المسجد۔ **مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔**

(ہندیه،ج:1،ص:،55،الباب الثانی فی الاذان)

البحرالرائق میں ہے: لا یوذن فی المسجد۔ **مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔**

(البحرالرائق،ج:1،ص:،باب الأذان،فصل :التنقل بین الخطبة)

فتح القدیر میں ہے: قالوا لا یؤذن في المسجد **کہ علمانے مسجد کے اندر اذان دینے سے منع فرمایا۔**

(فتح القدیر،ج:1،ص:246،باب الاذان)

پھر آگے چل کر آپ باب الجمعہ میں فرماتے ہیں: هو ذكر الله في المسجد أي في حدوده لكراهة الاذان في المسجد۔ کہ جمعہ کا خطبہ، مسجد کے اندر اذان ہی کی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور مسجد سے مراد حدود مسجد ہے، کیوں کہ مسجد کے اندر سے اذان دینا مکروہ ہے۔

(فتح القدير،ج:1،ص:58،باب صلاة الجمعة)

شرح نقایہ میں ہے: فيه اشعار بانه لا يوذن في المسجد ۔کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

غُنیہ شرح مُنیہ میں ہے: الاذان إنما يكون في المئذنة أو خارج المسجد والاقامة في داخله۔ یعنی اذان منارہ یا مسجد کے باہر سے دی جائے اور اقامت مسجد کے اندر سے۔

حاشیہ طحطاوی علی مراقی میں ہے: يكره ان يوذن في المسجد ۔ کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ۔ ہے۔

(حاشيه طحطاوی،ج:1،ص:197)

فتح القدير اور حاشيه طحطاوی میں لفظ "کراہت" کو مطلق استعمال کیا گیا، اس کے ساتھ تنزیہی یا تحریمی کی کوئی قید نہیں ہے، اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب مطلق کراہت بولا جاتا ہے تو اس سے غالبا کراہتِ تحریمی ہی مراد ہوتی ہے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: الكراهة حيث اطلقت فالمراد منها التحريم۔ کہ کراہت کو جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے۔

نیز مسجد کے اندر اذان کو صیغہ نفی کے ذریعہ منع فرمایا گیا نہ کہ صیغہ نہی کے ذریعہ، اور صیغہ نفی میں نہی سے زیادہ تاکید ہوتی ہے؛ لہذا یہ منع اس کے ناجائز ہونے پر بھی دلیل ہے۔

نیز عقل بھی یہی کہتی ہے کہ اذان مسجد کے اندر نہ ہو؛ کیوں کہ شریعت نے مسجد کو ہر اس آواز سے بچانے کا حکم دیا ہے جس کے لیے مسجد کی تعمیر نہ ہوئی ہو۔ اب اگر مسجد اذان کے لیے بھی ہوتی تو کم سے کم ایک مرتبہ بیان جواز کے لیے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر اذان دلوا ہی دیتے، مگر کسی حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ایک مرتبہ بھی مسجد کے اندر سے اذان دلوائی ہو۔ ان تصریحات کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ خطبہ کی اذان مسجد کے باہر ہی سے کہنا مسنون ہے۔

☆☆☆

سوال: قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں، اور اس کا ثبوت کہاں سے ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر پر اذان دینا یقینا جائز اور مستحب ہے، اور اس کے جواز کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن و حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا، جو منع کرے اس پر لازم ہے کہ قرآن و حدیث سے اس کا ممنوع و ناجائز ہونا ثابت کرے۔ پھر بھی اس کے جائز ہونے پر کچھ دلیلیں ذکر کی جاتی ہیں۔

دفن کے بعد قبر کے سوالات کے وقت شیطان قبر میں مردے کو بہکاتا ہے تاکہ وہ درست جواب نہ دے سکے۔ جیسا کہ امام ترمذی اپنی کتاب **"نوادر الاصول"** میں امام سفیان ثوری سے روآیت کرتے ہیں: اذا سئل الميت من ربك ترا ای له الشيطان في صورة فيشير الى نفسه أى انا ربك۔ یعنی جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔

(نوادرالاصول فی معرفة احادیث الرسول،ج:3،ص:323)

اس عبارت کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان مردے کو دفن کرنے کے بعد بہکانے کے لیے شیطان کے قبر میں آنے کی کوئی راہ نہ ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میت کے حق میں شیطان سے حفاظت کی دعا نہ فرماتے۔

اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اذان سے شیطان بھاگتا ہے۔ جیسا کہ **صحیح مسلم** میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان وله خصاص۔ یعنی جب موذن اذان دیتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اس کی گوز نکلتی رہتی ہے۔

(صحیح مسلم،ج:1،ص:291،حدیث :857)

لہذا قبر پر اذان دینا بہتر ہے تاکہ قبر کے سوالات کے وقت شیطان وہاں سے بھاگ جائے اور میت شیطان کے فتنے سے بچ کر درست جوابات دینے میں کامیاب ہوجائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے بعد اونچی آواز میں تکبیر" الله اکبر"کا تکرار فرمایا۔ جیساکہ **مسند احمد** اور **معجم کبیر** میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

فلما صلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم و وضع في قبره وسوى عليه،سبح رسول الله صلى الله عليه وسلم فسبحنا طويلا،ثم كبر فكبرنا،فقيل يا رسول الله ! لِما سبحتَ ثم كبرت ؟ قال:لقد تضايق على هذا العبد الصالح قبره حتى فرجه الله عنه۔

ترجمہ: جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت سعد کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور انہیں قبر میں رکھ کر اُوپر سے مٹی برابر کردی تو حضور نے سبحان اللہ فرمایا۔ تو ہم نے بھی کافی دیر

تک سبحان اللہ کہا۔ پھر حضور نے اللہ اکبر کہا تو ہم نے بھی اللہ اکبر کہا۔ پھر حضور سے پوچھا گیا کہ آپ نے سبحان اللہ اور اللہ اکبر کیوں فرمایا؟ حضور نے جواب دیا کہ اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس تسبیح و تکبیر کی وجہ سے قبر کو کشادہ فرمادیا۔

(مسند أحمد، ج:22، ص:385)

اس حدیث پاک سے قبر پر تکبیر کی تکرار ثابت ہوئی، اور اذان میں بھی تکبیر کے الفاظ کی تکرار ہوتی ہے۔

سنت واحادیث سے ثابت ہے کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ طیبہ لا اله الا الله کہا جائے تاکہ میت کو یاد رہے۔ جیسا کہ **مسند احمد، صحیح مسلم، سنن ابی داود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ** میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور اسی طرح حضرت ابوہریرہ وعائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لقنوا موتاكم لا إله إلا الله ۔ اپنے مردوں کو لا اله الا الله سکھاؤ۔

اب جو نزع کی حالت میں ہے وہ مجازاً مردہ ہے، حقیقتاً نہیں۔ اور اس حدیث پاک میں دونوں طرح کے مردے مراد ہوسکتے ہیں۔ مجازی مردہ مراد لینے کی صورت میں اسے کلمۂ طیبہ سکھانے کی حاجت اس لیے ہے تاکہ اس کا خاتمہ اس کلمہ طیبہ پر ہو، اور شیطان لعین کے بہکاوے میں نہ آئے۔

اور جو دفن ہوچکا وہ حقیقی مردہ ہے، اور اسے کلمۂ طیبہ سکھانے کی حاجت اس لیے ہے تاکہ قبر میں اسے جواب یاد آجائے اور شیطان کے بہکاوے میں نہ آئے؛ کیوں کہ قبر میں تین سوال ہوتے ہیں: من ربک مادینک، ماکنت تقول في هذا الرجل اور ان تینوں سوالات کے جوابات، اذان میں موجود ہیں۔ پہلے سوال کا جواب الله اکبر اور اشهد ان لا

اله الا اللہ میں۔ دوسرے سوال کا جواب حی علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح میں ہے کہ میرا دین وہ ہے جس میں نماز رکن اور ستون ہے۔ اور تیسرے سوال کا جواب أشهد ان محمدا رسول اللہ میں ہے کہ میں اس ذات کو اللہ کا رسول مانتا ہوں۔

لہذا ثابت ہوا کہ دفن کے بعد قبر پر اذان دینا حضور کے ارشاد کی تعمیل ہے۔

پھر مذکورہ حدیث پاک میں مزید غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس میں اموات (مردے) سے مراد وہی ہے جو قبر میں دفن کر دیا گیا ہے، کیوں کہ نَزع کی حالت میں وہ مجازی مردہ ہے، اور دفن کے بعد حقیقی، جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جب تک حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو اس وقت تک مجاز پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ تو اس قاعدے کی رو سے حدیث پاک میں "موتاکم" سے دفن کے بعد والے مردے کا مراد ہونا متعیّن ہوا۔

کثیر احادیث سے ثابت ہے کہ مردے کو دفن کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لیے دعا فرماتے تھے۔ جیسا کہ **سنن ابی داود، مستدرک للحاکم وبیہقی** میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه، قال:استغفروا لأخيكم وسلوا له بالتثبيت فانه الآن يسأل۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب دفنِ میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہرتے اور ارشاد فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیوں کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

(سنن أبي داود، ج:2، ص:103 ، باب الاستغفارعند القبر)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد میت کے لیے دعا کرنا سنت ہے، اور

آداب دعا میں سے ہے کہ دعا سے پہلے کوئی نیک کام کرے، جیسا کہ **سنن ابی داود، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان** میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ آداب ہے کہ اس سے پہلے کوئی نیک کام کیا جائے۔

(حصن حصین آداب الدعاء،ص:14)

اور اس میں شک نہیں کہ اذان بھی نیک کام ہے، تو دعا پر اذان کو مقدم کرنا سنت کے مطابق ہوا نہ کہ سنت کے خلاف۔

اذان، اللہ کا ذکر ہے اور ذکر اللہ سے عذاب دور ہوتا ہے، جیسا کہ **مسند احمد** میں حضرت معاذ بن جبل سے اور ابن ابی الدنیا و بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما من شئ انجی من عذاب الله من ذکر الله ۔یعنی خدا کے ذکر سے زیادہ عذاب خدا سے نجات دینے والی کوئی چیز نہیں۔

(مسند احمد بن حنبل،ج:5،ص:239)

اور ایسا عمل کرنا جو مسلمان سے اللہ کے عذاب کو دور کرے خود اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کو پسند ہے۔ اب اذان کا انکار صرف دو وجہوں سے ہو سکتا ہے: یا تو اذان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ مانیں اور یا تو مسلمان سے عذاب کے دور ہونے کو پسند نہ کریں، اور یہ دونوں باتیں شریعت کے خلاف ہیں۔

لہٰذہ مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ اذان قبر مستحب و مستحسن عمل ہے۔

بعض لوگوں کو اس کے ناجائز ہونے کا شبہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اذان کو نماز کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں کہ جب نماز ہوگی تب ہی اذان ہوگی، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ شریعت مطہرہ نے نماز کے علاوہ کثیر مقامات پر اذان کو مستحسن اور اچھا جانا ہے، جیسے: پیدا ہونے والے بچے کے کان میں اذان کہنا، آگ لگنے اور کسی بلا و مصیبت کے آنے پر اذان کہنا۔ یہ وہ اذانیں

ہیں جنہیں شریعت نے

پسند بھی کیا اور فائدہ مند بھی بتایا، حالاں کہ ان کے بعد نماز کا حکم کہیں نہیں دیا۔

ردالمحتار میں ہے: يسن الأذان لغير الصلاة، كما في أُذن المولود والمهموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان او بهيمة وعند مزدحم الجيش وعند الحريق، قيل وعند إنزال الميت القبر قياسا على أول خروجه للدنيا وعند تغول الغيلان اى:عند تمرد الجن بخبر صحيح فيه لمن ضل الطريق في ارض قفر۔

(ردالمحتار مع درمختار، ج :1، ص:385، باب الأذان)

یعنی نماز کے علاوہ بھی اذان سنت ہے جیسا کہ نومولود بچے کے کان میں، یونہی غمزدہ اور دورہ پڑنے والے کے پاس، غصہ والے اور بُرے اخلاق والے انسان یا جانور کے پاس، جب دشمن کے لشکر کا سامنا ہو جائے اور آگ میں جلنے والے کے پاس۔ اور کہا گیا کہ میت کو قبر میں رکھتے وقت اس کے دنیا میں آنے پر قیاس کرتے ہوئے، یوں ہی جنات بھوت کی سرکشی کے وقت۔ اس کے بارے میں صحیح حدیث موجود ہے، یوں ہی جو ویران جگہ میں راستہ بھول جائے۔ (ان مقامات پر اذان دینا سنت ہے)

☆☆☆

سوال: ناپاک شخص کے لیے اذان کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ناپاک شخص کے لیے اذان کا جواب دینا جائز ہے، خواہ مرد ہو یا عورت؛ البتہ عورتوں کو مخصوص ایام میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہئے۔

ہندیہ میں ہے: ویجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان ونحو ذلك۔

(ہندیہ،ج:1،ص:43،الباب الرابع في احكام الحيض والنفاس)

درمختار میں ہے: (ويجيب من سمع الاذان) و لو جنبا۔لا حائضاو لا نفسا۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:81،مطلب فی کراهة تكرار الجماعة)

نماز کے اوقات، سترِ عورت، قبلہ اور نیت وغیرہ کا بیان

سوال: کن وقتوں میں ہر طرح کی نماز پڑھنا منع ہے؟ اور ان وقتوں کی مقدار کتنی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور زوال (نصف النہار) کے وقت کوئی نماز جائز نہیں، نہ فرض نہ واجب، نہ نفل نہ ادا اور نہ قضا۔ ہاں اس روز کی عصر کی نماز اگر نہیں پڑھی اور سورج ڈوب رہا ہو تو پڑھ لے۔ طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے ۲۰ منٹ تک ہے۔ اور غروب سے مراد آفتاب ڈوبنے سے ۲۰ منٹ پہلے تک کا وقت ہے اور نصف النہار سے مراد نصف النہار حقیقی ہے۔ اس کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک آج کا جو وقت ہے اس کے برابر برابر دو حصے کریں، پہلے حصہ کے ختم پر نصف النہار حقیقی کی ابتدا ہے اور اس وقت سے آفتاب ڈھلنے تک وقت استوا ہے۔ اور یہ بھی تقریباً ۲۰ منٹ ہوتا ہے۔

(ملخصا از بہار شریعت، حصہ 3، جلد 1، ص:454)

امداد الفتاح میں ہے: ثلاثة اوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التی لزمت فی الذمة قبل دخولها، عند طلوع الشمس الی ان ترتفع و عند استوائها الی ان تزول وعند اصفرارها الی ان تغرب۔

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح، ص:194)

☆☆☆

سوال: نماز میں عورت اور مرد کے لیے کن اعضا کا چھپانا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نماز میں عورت کو سارا بدن چھپانا ضروری ہے سوائے منہ کی ٹکلی، ہتھیلیوں اور قدم کے اور مرد کو ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک چھپانا فرض ہے، ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے: وھی للرجل ما تحت سرته إلى ما تحت رکبته و للحرة جمیع بدنها خلا الوجه والکفین والقدمین.

(تنویرالابصارمع درمختار، ج:2، ص:96۔97، کتاب الصلاۃ)

☆☆☆

سوال: اگر معلوم نہ ہو سکے کہ قبلہ کدھر ہے تو نماز کیسے پڑھے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر معلوم نہ ہو سکے کہ قبلہ کدھر ہے تو غور و فکر کرے، جدھر قبلہ ہونے پر دل جم جائے ادھر ہی رُخ کر کے نماز پڑھ لے، اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔

درمختار میں ہے: (و یتحری) هو بذل المجهود لنیل المقصود (عاجز عن معرفة القبلة فان ظهر خطوه لم یعد۔)

(درمختار، ج:1، ص:113، کتاب الصلاۃ، مسائل التحري في القبلة)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص قبلہ سے تھوڑا ہٹ جائے تو اس کی نماز ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر کوئی شخص قبلہ سے تھوڑا ہٹ جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی، تھوڑا سے مراد پینتالیس (45) ڈگری تک ہے، اگر 45 ڈگری سے زیادہ ہٹے گا تو نماز نہ ہوگی۔ **بہار شریعت میں ہے**: اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے مگر مونھ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ میں ہے، نماز ہو گئی۔

اس کی مقدار 45 درجہ رکھی گئی ہے، تو اگر 45 درجہ سے زائد انحراف ہے، استقبال نہ پایا گیا، نماز نہ ہوئی۔

(بہار شریعت،ج:1،حصہ سوم،ص:487)

نماز کی نیت کا بیان

سوال: کیا نماز شروع کرتے وقت زبان سے نیت کرنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نیت دل کے ارادے کا نام ہے، زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں؛ البتہ زبان سے کہہ لینا مستحب ہے۔

در مختار میں ہے: (والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة) فلا عبرة للذكر باللسان(والتلفظ)عند الإرادة (بها مستحب)هوالمختار .

(درمختار، ج:2، ص:113، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ)

☆☆☆

سوال: اگر زبان سے نیت کرنے میں غلطی ہو جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ مثلاً: ظہر کی نماز پڑھنے کے ارادے سے کھڑا ہوا، اور زبان سے عصر نکل گیا تو ظہر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر زبان سے نیت کرنے میں غلطی ہو جائے تو نماز ہو جائے گی؛ کیوں کہ اعتبار، دل کی نیت کا ہے نہ کہ زبان کی نیت کا۔

در مختار میں ہے: (والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة)فلا عبرة للذكر باللسان(والتلفظ)عند الإرادة (بها مستحب)هوالمختار .

(درمختار، ج:2، ص:113، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے نماز کی نیت توکی؛لیکن رکعت کی نیت نہیں کی تواس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نیت میں رکعت کی تعداد کی ضرورت نہیں؛لہذا اگر صرف نماز کی نیت کرلی تو نماز ہوجائے گی۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: وإذا نوى فرض الوقت او ظهر الوقت او عصر الوقت ولم ينو اعداد الركعات جاز.

(فتاوى تاتارخانيه،ج:1،ص:217،كتاب الصلاة،الفصل الثانى)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے نماز کی نیت توکی؛لیکن فرض،واجب یاسنت کی نیت نہیں کی تواس کی نماز کاکیاحکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: فرائض وواجبات میں فرض وواجب کی نیت اور جو نماز پڑھنے جارہاہے خاص اس نماز کی نیت کرنی ضروری ہے،ورنہ نماز نہ ہوگی۔ہاں اگرامام کے پیچھے ہواور یہ نیت کرے کہ جو نمازامام کی وہ نماز میری،تونماز ہوجائے گی؛اگرچہ فرض کی نیت نہ کرے۔

اور سنت ونفل میں صرف نماز پڑھنے کی نیت کی،سنت یانفل کی نیت نہیں کی تونماز ہو جائے گی۔مگراحتیاط یہ ہے کہ سب میں پوری نیت کی جائے۔

محیط برہانی میں ہے: وان كان المصلي مفترضا فان كان منفردا لا يكفيه نية مطلق الفرض سواء كان يصلى في الوقت او خارج الوقت ثم إذا عين الظهر

مثلاً وكان في وقت الظهر هل يشترط نية فرض الوقت ؟ اختلف المشائخ فيه،قال بعضهم يشترط وقال بعضهم لا يشترط.

(محیط برھانی،ج:1،ص:286،کتاب الصلاۃ،الفصل الرابع)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: الواجبات والفرائض لا يتأدى بمطلق النية اجماعا۔

(تاتارخانیہ،ج:1،ص:317، کتاب الصلاۃ،الفصل الثاني)

اسی کتاب میں ہے: فان كان متنفلا يكفيه نية مطلق الصلاةوفي التراويح يكفيه أيضاً مطلق النية على ظاهر الجواب وبه أخذ عامة المشائخ،وفي سائرالسنن يكفيه مطلق النية وبه اخذ عامة المشائخ.

(تاتارخانیہ،ج:1،ص:316،کتاب الصلاۃ،الفصل الثاني)

اسی میں ہے: وفی الذخيره:والاحتياط فی السنن ان ینوی متابعا لرسول الله۔

(المرجع السابق)

☆☆☆

سوال: *اگرکسی نے امام کی اقتدا کی نیت کی لیکن اسے معلوم نہیں کہ امام کس نماز میں ہے ؟تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں ؟*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: *صورت مسئولہ میں اس کی نماز ہوجائے گی۔*

تاتارخانیہ میں ہے: إذا اقتدى بالامام ينوي صلاة الامام ولا يعلم أن الامام في أية صلاة في الظهر أو في الجمعة؟

أجزاه ايتهما كانت.

(فتاوى تاتارخانيه،ج:1،ص:318،كتاب الصلاة الفصل الثاني)

☆☆☆

سوال: اگر صرف امام کی اقتدا کرنے کی نیت سے کھڑا ہو گیا، امام کی نماز کی نیت نہیں کی تو نماز ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر امام کی اقتدا کرنے کی نیت کی لیکن اس کی نماز کی نیت نہیں کی تو نماز نہ ہو گی۔

☆☆☆

سوال: اقتدا کی نیت کا صحیح وقت کون سا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: امام کے ''الله اكبر'' کہہ لینے کے بعد اقتدا کی نیت کرنا افضل ہے۔ اور پہلے یا بعد میں کیا تب بھی حرج نہیں۔

فتح القدیر میں ہے: والأفضل أن ينوي الاقتداء عند افتتاح الامام

(فتح القدير،ج:1،ص:269،باب شروط الصلاة)

تاتارخانیہ میں ہے: والافضل ان ينوى الاقتداء بعد ما قال الامام :الله اكبر۔

(تاتارخانيه ج:1،ص:318،كتاب الصلاة،الفصل الثاني)

☆☆☆

سوال: اگر گھر سے نماز کی نیت سے نکلا لیکن نماز میں داخل ہوتے وقت نیت نہیں کی

تو نماز ہوگی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر گھر سے نکلنے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کوئی اجنبی کام مثلاً: کھانا پینا، بات چیت وغیرہ نہیں کیا تو نماز ہو جائے گی اگرچہ نماز میں داخل ہوتے وقت نیت نہ کی ہو اور یہ چلنا اجنبی کام نہیں ہے۔

محیط برہانی میں ہے: خرج من منزله يريد الصلاة إلى الصلاة التى كان القوم فيها فلما انتهى إلى القوم كبر ولم تحضره النية فهو داخل مع القوم۔

(محيط برہانی،ج:1،ص:289،الفصل الرابع في كيفيتها)

☆☆☆

سوال: نماز میں داخل ہونے کے لیے نیت کرنے کا صحیح وقت کون سا ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر امام کے پیچھے ہو تو نیت کرنے کا افضل وقت امام کی تکبیر کے بعد ہے۔ یعنی جب امام اللہ اکبر کہہ دے تب نیت کرے۔ اور اگر تنہا نماز پڑھے تو تکبیر کہتے وقت نیت کرنا افضل ہے۔ اور دونوں صورتوں میں پہلے سے نیت کر لی تب بھی بلا کراہت جائز ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: والأفضل أن ينوي الاقتداء بعد ما قال الامام الله اكبر۔

(تاتارخانيه،ج:1،ص:318،كتاب الصلاة،الفصل الثانى)

اسی میں ہے: وفى الأنفع:الأصل في النية أن يكون مقارنا إلا عند الضرورة.

(تاتارخانيه،ج:1،ص:321،كتاب الصلاة،الفصل الثانى)

تکبیر تحریمہ کابیان

سوال: تکبیر کہتے وقت ہاتھ کو کس طرح ہونا چاہئے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تکبیر کہتے وقت ہتھیلیوں کا قبلہ کی طرف ہونا سنت ہے۔ اور انگوٹھے کان کی لو سے چھو جائیں اور انگلیاں نہ ملی ہوئی ہوں، نہ خوب کھلی ہوئی ؛بلکہ اپنی حالت پر ہوں۔ اور عورتیں اس طرح ہاتھ اٹھائیں کہ انگلیوں کے سرے کندھے تک اور گٹے سینے کے برابر ہوں۔

صحیح مسلم میں حضرت مالک بن حریث رضی اللہ عنہ سے **مروی** ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب حضور نے تکبیر تحریمہ کہی تو دونوں ہاتھ کانوں کے اوپر والے حصہ کے برابر ہو گئے۔

(صحیح مسلم،ج:1،ص:168 باب استحباب رفع الیدین)۔

سنن نسائی میں حضرت وائل بن حجر سے **مروی** ہے: انه راى النبي صلي الله تعالٰى عليه وسلم اذا افتتح الصلاة فى رفع يديه حتى تكاد ابهاماه تحاذى شمحة اذنيه۔

ترجمہ: آپ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز شروع فرمائی تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ آپ کے دونوں انگوٹھے آپ کے کانوں کی لو کے برابر ہو گئے۔

(سنن نسائی،ج:1،ص:141،باب موضع الابهامين عند الرفع)

ہندیہ میں ہے: وكيفيتها إذا اراد الدخول في الصلاة كبر ورفع يديه حذاء اذنيه حتى يحاذى بابهاميه شمحتى اذنيه و برؤوس الاصابع فروع اذنيه۔

(ہندیہ،ج:1،ص:73،کتاب الصلاة؛الفصل الثالث فی سنن الصلاة)

معجم طبرانی و مجمع الزوائد میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضور نے مجھ سے فرمایا: اذا صلیت فاجعل یدیك حذاء اذنیك والمرأة تجعل یدیها حذاء ثدییها۔ یعنی جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

(معجم طبرانی،ج:9،ص:144،حدیث:17497۔ مجمع الزوائد،ج:9،ص:624،حدیث:1605)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے اللہ اکبر کی جگہ کوئی دوسرا لفظ استعمال کیا تو اس کی نماز شروع ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر "اللہ اکبر" کی جگہ کوئی دوسرا لفظ استعمال کیا تو اگر وہ لفظ ایسا ہے جو خالص تعظیمِ الٰہی کے لیے ہے تو نماز شروع ہو جائے گی؛ لیکن ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور ایسی نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب۔

الفاظ تعظیم یہ ہیں: الله اجل،الله اعظم،الله کبیر،الله الاکبر الله الکبیر، الرحمن اکبر،لا اله الا الله،سبحان الله،الحمد لله وغیره.

اور اگر وہ لفظ دعا یا کسی چیز کی طلب کے لیے ہے تو نماز شروع نہ ہوگی۔ مثلاً: اللهم اغفر لي،اللهم حسنی وغیرہ۔ اسی طرح استغفر الله،اعوذ بالله،انا لله،لا حول ولا قوة إلا بالله،بسم الله الرحمن الرحیم اور ماشاء اللهوغیرہ الفاظ سے بھی نماز شروع نہ ہوگی۔

تاتارخانیہ میں ہے: ثم ان محمدا رحمه الله ذكر أنه إذا افتتح الصلاة بالتهليل أو بالتسبيح أو بالتحميد انه يصير شارعا عندهما و لم يذكر انه هل يكره ذلك عندهما ؟ وقد اختلف المشائخ فيه،بعضهم قالوا يكره،وبعضهم قالوا لا يكره،والأول أصح۔

(تاتارخانیہ،ج:1،ص:324،کتاب الصلاۃ)

(اس کی تفصیل بہار شریعت جلد:1 حصہ سوم صفحہ 509 پر ہے)

☆☆☆

سوال: اگر مقتدی،امام کی تکبیر سے پہلے تکبیر کہہ کر فارغ ہوگیا تو اس کی نماز شروع ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مقتدی،امام کی تکبیر سے پہلے تکبیر سے فارغ ہوگیا تو اس کی نماز شروع نہیں ہوگی۔ مثلاً: مقتدی نے لفظ "اللہ" امام کے ساتھ کہا اور "اکبر" کو امام سے پہلے ختم کردیا تو نماز شروع نہ ہوئی۔

درمختار میں ہے: فلو قال:الله مع الإمام واكبر قبله لم يصح في الأصح۔

(درمختار،ج:1،ص:،کتاب الصلاۃ،باب صفۃ الصلاۃ)

قیام، رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ کا بیان

سوال: قیام کی حالت میں دونوں پیروں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئیے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: قیام کی حالت میں دونوں پیروں کے درمیان، ہاتھ کی چار انگلیوں کے برابر فاصلہ مستحب ہے۔

تبیین الحقائق میں ہے: وقال الکمال: وینبغي أن یکون بین رجلیه حالة القیام قدر أربع أصابع۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج:1، ص:114 کتاب الصلاۃ)

اسی طرح در مختار، ج:1، ص:444، اور مراقی الفلاح، ص:98 میں ہے۔

☆☆☆

سوال: حالت قیام، رکوع، سجود اور قعدہ میں نگاہ کہاں پر ہونی چاہیے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: حالت قیام میں سجدہ کرنے کی جگہ، رکوع میں قدم پر، سجدوں میں ناک کی طرف اور قعدہ میں گود کی طرف نگاہ رکھنا مستحب ہے۔

ردالمحتار میں ہے: نظره الی موضع سجوده حال قیامه والیٰ ظهر قدمیه حال رکوعه والی ارنبة أنفه حال سجوده والی حجره حال قعوده ۔

(ردالمحتار، ج:2، ص:214، کتاب الصلاۃ، آداب الصلاۃ)

☆☆☆

سوال: نماز میں مرد اور عورت کے لیے ہاتھ کہاں باندھنا سنت ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مرد کے لیے ناف کے نیچے اور عورت کے لیے سینہ پر چھاتی کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن بیہقی و دار قطنی میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: ان السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة ۔ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(مسند احمد،حدیث:833 ، مصنف ابن ابی شیبہ،حدیث:3966 ، سنن بیہقی،حدیث:2341،دار قطنی،حدیث:1088,1087)

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: رآيت النبی صلی الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے دیکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ،حدیث:3969)

یہ روآیت سند کے اعتبار سے اس بارے میں سب سے مضبوط ہے؛ کیوں کہ اس کی سند یہ ہے:

عن وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة عن وائل بن حجر۔
حضرت وائل بن حجر تو صحابی ہیں، ان پر کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

رہے وکیع، تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ میں نے وکیع سے بڑھ علم کو محفوظ رکھنے والا اور ان سے بڑا حافظ حدیث کسی کو نہ پایا، اور فرمایا کہ وکیع تو مطبوع الحفظ تھے۔ یحیی بن معین نے

فرمایا کہ وکیع عراق میں سب سے زیادہ ثبت ہیں، یہی قول امام ابو حاتم سے بھی منقول ہے، یحیی بن معین نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے وکیع سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے وکیع سے بڑھ کر حافظ کسی کو نہیں۔ دیکھا وہ اپنے زمانے کے اوزاعی تھے۔ ابن اسھال نے فرمایا کہ وکیع اپنے زمانے میں امام المسلمین تھے۔

(تاریخ ابن معین، **سوال**ات ابی داود الاحمد، تہذیب الکمال وغیرہ).

موسی بن عمیر: امام یحیی بن معین نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں، امام ابو حاتم نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں، امام برذعی نے فرمایا: لا باس به۔ امام عجلی نے کہا: ثقة، کہ وہ ثقہ ہیں۔ امام ذہبی نے فرمایا: ثقة۔ امام دولابي نے فرمایا: ثقة۔

(تاریخ ابن معین، تهذیب التهذیب، الکاشف للذهبي)

علقمہ: علقمہ کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ محدثین نے انھیں دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے۔ امام ذہبی نے میزان میں کہا کہ وہ صدوق ہیں، ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا، امام احمد بن حنبل نے انھیں ثقہ کہا۔ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں فرمایا: ثقة ثبت فقيه عابد۔

خطیب بغدادی نے فرمایا: كان علقمة مقدما في الفقه والحديث. امام شعبی نے فرمایا: كان الفقهاء بعد اصحاب رسول الله بالكوفة في اصحاب عبد الله بن مسعود هولاء: علقمة بن قيس الخ اور ابراہیم نخعی نے فرمایا: كان علقمة من الربانيين.

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ یہ روآیت سند و متن کے اعتبار سے بالکل بے غبار ہے؛ لہذا مرد کے لیے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی سنت ہے اور عورت کے بارے میں تمام فقہا کا اجماع ہے کہ وہ قیام کی حالت میں اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی؛ کیوں کہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

امام المحدثین ملا علی قاری فرماتے ہیں: والمرأة تضع يديها على صدرها اتفاقا لأن مبنى حالها على الستر۔ یعنی عورت اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی، اس پر سب فقہا کا اتفاق ہے؛ کیوں کہ عورت کی حالت کا دارو مدار پردے پر ہے۔

(فتح باب العناية :ج:1،ص:243)

☆☆☆

سوال: کیا مقتدی بھی اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مقتدی اعوذ باللہ و بسم اللہ نہیں پڑھ سکتا؛ کیوں کہ یہ دونوں قرآت کے تابع ہیں اور مقتدی کے لیے قرآت جائز نہیں۔ ہاں جس کی کوئی رکعت چھوٹ جائے وہ جب اس رکعت کو پڑھے تو اس وقت ان دونوں کو پڑھے۔

درمختار میں ہے: (فياتى به المسبوق عند قيامه لقضاء ما فاته)لقراءة (إلا المقتدى)لعدمها۔

اس کے تحت شامی میں ہے: (قوله:فيأتى به الخ)بناء على قول ابى حنيفة ومحمد:أن التعوذ تبع للقراءة.

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:243،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة)

☆☆☆

سوال: مقتدی تحمید (ربنا ولک الحمد) وتسمیع (سمع الله لمن حمده) دونوں کہے یا صرف کوئی ایک؟ اور منفرد و امام کے لیے اس بارے میں کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مقتدی صرف تحمید کہے۔ منفرد دونوں کہے اور امام صرف تسمیع، یہی سنت

ہے۔

تنویرالابصار مع الدر میں ہے:(ثم يرفع رأسه من ركوعه مسمعا و يكتفي به الامام و)يكتفي (بالتحميد المؤتم)وافضله اللهم ربنا ولك الحمد (ويجمع بينهما لومنفردا (على المعتمد)

(تنوير الابصارمع درمختار،ج:2،ص:246،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة)

☆☆☆

سوال: اگر امام رکوع میں ہو تو کسی آنے والے شخص کے لیے رکوع کو لمبا کر سکتا ہے یا نہیں؟ تاکہ وہ شخص رکعت کو پالے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: امام اگر آنے والے شخص کو پہچان لے تو اس کو خوش کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرنا جائز نہیں، اور نہ پہچانے تو لمبا کر سکتا ہے بلکہ افضل ہے؛ کیوں کہ یہ نیکی پر مدد کرنا ہے۔

درمختار میں ہے: وكره تحريما اطالة ركوع او قراءة لادراك الجائى،اى:ان عرفه وإلا فلا بأس به.

ردالمحتار میں ہے:(قوله:والا فلا بأس به)اى:وان لم يعرفه فلا باس به،لأنه إعانة على الطاعة .

(درمختار مع رد المحتار،ج:2،ص:243،مطلب:في اطالة الركوع للجائي)

☆☆☆

سوال: اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کر دیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کر دیا تو اگر امام نے مقتدی کو رکوع یا

سجدے میں پالیایعنی امام کے رکوع یا سجدے میں جانے سے پہلے اس مقتدی نے اپنا سر نہیں اٹھایا تو مقتدی کی نماز ہو جائے گی اور اگر امام کے رکوع یا سجدہ میں جانے سے پہلے اس نے اپنا سر اٹھالیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ ہاں اگر سر اٹھانے کے بعد پھر سے رکوع یا سجدے میں چلا جائے تو نماز ہو جائے گی۔

ردالمحتار میں ہے:(قوله:ومتابعته امامه في الفروض)بان ياتي بها معه او بعده،حتى لوركع امامه و رفع فرفع بعده صح،بخلاف ما لو ركع قبل امامه ورفع ثم ركع امامه و لم يركع ثانيا مع إمامه أو بعده بطلت صلاته.

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:173،كتاب الصلاة،بحث:الخروج بصنعه)

☆☆☆

سوال:اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھالیا تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھالیا تو اس کی نماز تو ہو جائے گی؛لیکن ایسی صورت میں اس پر لوٹنا واجب ہے،نہ لوٹائے گا تو مکروہ تحریمی کے ارتکاب کے سبب گنہ گار ہوگا۔

درمختار میں ہے:(لورفع الامام رأسه)من الركوع أو السجود (قبل ان يتم المأموم التسبيحات)الثلاث (وجب متابعته) وكذاعكسه وتحته في الشامي:(قوله:وكذا عكسه)وهو أن يرفع المأموم رأسه من الركوع او السجود قبل أن يتم الإمام التسبيحات فيعود أي:المقتدي لوجوب متابعته لإمامه في اكمال

الركوع وكراهة مسابقته له،فلو لم يعد ارتكب كراهة التحريم۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:2،ص:244،كتاب الصلاة،مطلب:في اطالة الركوع للجائي)

☆☆☆

سوال: بیٹھ کر نماز پڑھنے والا رکوع میں کتنا جھکے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بیٹھ کر نماز پڑھنے والا رکوع میں تھوڑا سر اور پیٹھ جھکا لے تو واجب ادا ہو جائے گا؛لیکن بہتر طریقہ یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے برابر آجائے اور سرین اپنی جگہ سے نہ اٹھے۔

ردالمحتار میں ہے: وفي حاشية القتال عن البرجندي:ولو كان يصلي قاعدا ينبغي ان يحاذي رأسه قدام ركبتيه ليحصل الركوع اھ۔ قلت:ولعله محمول على تمام الركوع وإلا فقد علمتَ حصوله باصل طاطاة الرأس اى مع انحناءالظهر۔تامل.

(ردالمحتار،ج:1،ص:448،مطلب قد يطلق الفرض)

☆☆☆

سوال: سجدہ یا تشہد سے کھڑے ہونے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سجدہ اور تشہد سے کھڑے ہونے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو۔ ہاں اگر کمزوری وغیرہ عذر کے سبب زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھے جب بھی حرج نہیں۔

سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی وغیرہ میں حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کو جاتے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھتے پھر ہاتھ اور جب اٹھتے تو پہلے ہاتھ اٹھائے پھر گھٹنے۔

(سنن ابی داود،ج:1،ص:320،حدیث:838،کتاب الصلاۃ)

تاتارخانیہ میں ہے: ویکرہ ان یضع یدیه علی الأرض قبل رکبتیه إذا انحط للسجود واذا قام رفع یدیه قبل رکبتیه،ویجوز ان یفعل خلافه حالة العذر.

(تاتارخانیه،ج:1،ص:409،کتاب الصلاۃ،الفصل الرابع)

☆☆☆

سوال: تشہد میں زانوں پر ہاتھ رکھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تشہد میں زانوں پر ہاتھ اس طرح رکھے کہ انگلیاں گھٹنے سے قریب ہوں یعنی گھٹنوں کو چھو رہی ہوں، گھٹنوں کو اس طرح نہ پکڑے جس طرح رکوع میں پکڑتے ہیں۔ اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔ یہی طریقہ افضل ہے۔ یہ حکم مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

درمختار میں ہے: ویضع یمناه علی فخذه الیمنی و یُسراه علی الیُسری جاعلا اطرافها عند رکبته ولا یاخذ الرکبة هو الأصح لتتوجه للقبلة.

(درمختار،ج:1،ص:341،کتاب الصلاۃ،اذا اراد الشروع)

☆☆☆

سوال: تنہا نماز پڑھنے والے نے تین یا چار رکعتی نماز میں دوسری رکعت کے تشہد

میں درود پڑھ لیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور اگر امام کے پیچھے ہو تب کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تنہا نماز پڑھنے والے نے اگر فرض یا واجب مثلا وتر اور سنت موکدہ (مثلاً ظہر وجمعہ سے پہلے والی سنن) میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لیا تو اس پر سجدہ سہولازم ہے؛ بلکہ اللھم صل علی محمد تک پڑھ دیا تب بھی سجدہ سہولازم ہے۔ اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز کو دہرانا لازم ہے اور سنت غیر موکدہ مثلاً: عصر و عشا سے پہلے والی چار رکعتیں، تو اس میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھا تو کوئی حرج نہیں؛ بلکہ اس میں پڑھ لینا ہی مستحب ہے اور امام کے پیچھے ہو تو درود شریف پڑھ لینے سے اس پر سجدہ سہولازم نہیں؛ لیکن ایسا کرنا ممنوع ہے۔

ہندیہ میں ہے: لو زاد على التشهد في القعدة الأولى الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم يجب عليه سجود السهو بقوله:اللهم صل على محمد۔

(ملتقطا،ہندیه،ج:1،ص:128،الباب الثانی عشر فی سجود السهو)

ہندیہ میں ہے: وفي الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها لا يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم في القعدة الأولى ولا يستفتح إذا قام إلى الثالثة،بخلاف سائر ذوات الأربع من النوافل.

(هنديه،ج:1،ص:113،کتاب الصلاة،من المندوبات صلاة ال)

☆☆☆

سوال: تشہد میں انگلی اٹھانے کا صحیح وقت اور صحیح طریقہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تشہد میں انگلی اٹھانے کا صحیح وقت اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب نمازی کلمۂ

شہادت (وأشهد أن لا اله الا الله) پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی اور ساتھ والی انگلی بند کرے، انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے اور "لا" پر شہادت کی انگلی اٹھائے اور "إلا" پر رکھ دے، پھر سب انگلیاں پہلے کی طرح سیدھی کر لے اور انگلیوں کو حرکت نہ دے۔

یہی سنت سے ثابت ہے اور جمہور فقہائے کرام، امام اعظم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور کثیر محدثین عظام رحمهم الله تعالى کا بھی یہی موقف ہے۔

سنن ابی داود، نسائی، سنن کبری بیہقی، شرح السنه للامام البغوی وغیرھا کتب احادیث میں ہے:

واللفظ للاول: عن عبد الله بن الزبيرانه ذكر ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يشير باصبعه إذا دعا، ولا يحركها۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے یعنی تشہد میں کلمۂ شہادت پر پہنچتے تو انگلی سے اشارہ کرتے اور انگلی کو بار بار حرکت نہیں دیتے تھے۔

(سنن ابی داود، ج:1، ص:150، كتاب الصلاة، باب الاشارة في التشهد)

حدیث پاک میں مذکور لفظ "لا يُحرّكُها" کے تحت علامہ حسین بن محمود شیرازی (وفات 727ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اختلف في تحريك الإصبع إذا رفعها للاشارة، الأصح انه إذا رفعها يضعها من غير تحرك۔

ترجمہ: جب نمازی اشارہ کے لیے انگلی اٹھائے تو انگلی کو حرکت دیتے رہنے کے بارے میں اختلاف ہے، صحیح تر قول یہ ہے کہ جب شہادت پر انگلی اٹھائے تو اسے بغیر ہلائے رکھ

دے۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج:2،ص:158)

محیط برہانی،فتاوی تاتار خانیہ،فتح القدیر اور دیگر کتب فقہ میں ہے:واللفظ للفتح:وعن الحلوانی یقیم الإصبع عندھا "لا اله " ویضعھا عند "إلا الله " لیکون الرفع للنفي والوضع للاثبات.

ترجمہ:امام شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ نمازی "لا اله "کہتے وقت انگلی اٹھائے اور"اِلا الله" پر گرادے؛ تاکہ اٹھانا شریک الٰہی کی نفی کے لیے اور رکھنا وحدانیت کے اثبات لیے ہو جائے۔

(فتح القدیر،ج:1،ص:321،کتاب الصلاۃ)

☆☆☆

سوال: مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو اس کی نماز ہو گی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مقتدی،امام سے پہلے سلام پھیر دے تو مقتدی کی نماز تو ہو گئی؛لیکن مقتدی کے لیے ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے،تاہم نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ہاں اگر بھول کر یا کسی عذر کی وجہ سے ایسا کرے تو مکروہ بھی نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:(قوله :لو أتمّه)ای لوأتم المؤتم التشھد بأن اسرع فیه وفرغ منه قبل اتمام امامه فأتی بما یخرجه من الصلاۃ کسلام او کلام او قیام جاز ـ ای :صحت صلاته لحصول بعد تمام الارکان وانما کره للمؤتم ذلك لترك متابعة الامام بلا عذر،فلوبه کخوف حدث او خروج وقت جمعة او

مرور ماريين يديه فلا كراهة.

(رد المحتار مع در مختار،ج:1،ص:525،كتاب الصلاة،فروع قرا بالفارسية او التوراة الخ)

☆☆☆

سوال: کیا نماز سے باہر ہونے کے لیے السلام علیکم کہنا ہی ضروری ہے یا دوسرے الفاظ بھی کہہ سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: نماز سے باہر ہونے کے لیے لفظ "السلام "کہنا نماز کے واجبات میں سے ہے؛ لہذا اس کے علاوہ دوسرے الفاظ کہنا درست نہیں۔ اگر کہے گا تو وقت باقی ہو تو اس نماز کو دہرانا واجب اور وقت نکل جائے تو دہرانا مستحب ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے: ويجب لفظ "السلام "مرتين في اليمين واليسار للمواظبة ولم يكن فرضا لحديث ابن مسعود،دون "عليكم"۔

(مراقى الفلاح شرح نور الايضاح،ص:251)

حاشیہ طحطاوی علی مراقی میں ہے: "واعادتها بتركه عمدا "اي مادام الوقت باقيا وكذا السهو وكذا الحكم في كل صلاة أديت مع كراهة التحريم۔

(حاشية الطحطاوى،على مراقى،ص:247)

نماز کے آداب کا بیان

سوال: چادر کو کاندھے سے اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: چادر کو سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنا سنت ہے اور کاندھے سے اوڑھ کر پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، اس سے بچنا چاہیے اور اگر چادر کے دونوں کنارے کاندھوں سے لٹک رہے ہوں تو یہ مکروہ تحریمی و ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے: (وكره سدل)تحريما للنهي (ثوبه)أي ارساله بلا لبس معتاد.

اس کے تحت شامی میں ہے: فكراهته لاحتمال كشف العورة،وإن كان مع السراويل فكراهته للتشبه بأهل الكتاب،فهو مكروه مطلقا .

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:639،باب ما يفسد الصلاة وما يكره)

فتاوی امجدیہ میں ہے: چادر اوڑھنے میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ سر سے اوڑھے اور یہی سنت ہے۔

☆☆☆

سوال: صدری یا جاکیٹ وغیرہ کے بٹن کھلے ہوں تو نماز میں کوئی قباحت آتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: فتاوی فقیہ ملت میں ہے: اس طرح کپڑا پہن کر نماز پڑھی کہ نیچے کرتے کا سارا

بٹن بند ہے اور اُوپر شیروانی یا صدری کا کل یا بعض بٹن کھلا ہے، تو حرج نہیں۔

(فتاوی فقیه ملت، جلد اول، ص:17)

☆☆☆

سوال: عورت کے لیے جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عورت کو جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز بلکہ بہتر ہے؛ کیوں کہ عورتوں پر بالوں کو چھپانا بھی لازم ہے، اگر جوڑا نہ باندھیں تو نماز میں بال بکھرنے کا اندیشہ ہے جس سے نماز پر بھی اثر پڑے گا، اور جوڑا باندھ لینے سے یہ اندیشہ باقی نہیں رہتا؛ لہذا عورتوں کے لیے جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

☆☆☆

سوال: سجدے میں ناک یا پاؤں کی انگلیاں زمین پر نہ لگائیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک کا سخت حصہ زمین سے لگنا ضروری ہے، اگر کسی نے عذر کے بغیر ناک کا صرف نرم حصہ رکھا یا ناک بالکل نہیں رکھی تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ حدیث پاک میں ہے: أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم وأشار إلى انفه۔

سجدے میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا سنت اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب اور کسی پاؤں کی ایک انگلی کا زمین پر لگنا فرض ہے تو

اگر دسوں انگلیوں میں سے کوئی انگلی تین مرتبہ سبحان ربي الاعلى کہنے کی مقدار تک اٹھی رہی تو نماز ہو جائے گی مگر سنت کے خلاف ہوگی۔ اور اگر تین تین انگلیوں میں سے کوئی انگلی تین مرتبہ سبحان ربي الاعلى کہنے کی مقدار تک اٹھی رہی تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اس کو دہرانا واجب ہے۔ اور اگر کوئی انگلی زمین پر لگی ہی نہیں تو نماز ہوگی ہی نہیں۔

فتح القدیر میں ہے: واما افتراض وضع القدم فلأن السجود مع رفعهما بالتلاعب أشبه منه بالتعظيم والإجلال، ويكفيه وضع اصبع واحدة. وفي الوجيز: وضع القدمين فرض، فان وضع إحداهما دون الأخرى جاز ويكرهَ۔

(فتح القدير، ج:1، ص:305 باب صفة الصلاة)

☆☆☆

سوال: چین کی گھڑی باندھ کر نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: چین کی گھڑی پہننا اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، نماز ہو جائے گی؛ البتہ بہتر ہے کہ اس کو اتار کر نماز پڑھی جائے؛ کیوں کہ بعض علمائے کرام اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اور جس چیز کے جائز و ناجائز ہونے میں علما کا اختلاف ہو اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

فتاوی شارح بخاری میں ہے: سونے چاندی کے علاوہ اور دھاتوں کے چین، گھڑی کے ساتھ باندھنا جائز ہے، اصل اشیا میں اباحت ہے۔ یعنی جن چیزوں کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی تصریح نہ ہو یا قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو کہ حلال ہے یا حرام، وہ چیزیں حلال ہیں، گھڑی کے چین کی حرمت کے بارے میں کوئی دلیل مجھے اب تک نہیں ملی ہے اور نہ کسی صاحب نے کوئی دلیل ذکر کی ہے۔ اس لیے اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا، البتہ احتیاط اسی میں ہے

کہ نہ باندھا جائے۔

(فتاوی شارح بخاری،ج:5،ص:502)

☆☆☆

سوال: سجدہ میں جانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سجدے میں جانے کا صحیح و سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھے پھر ہاتھ پھر ناک اور پھر پیشانی، اور اٹھتے ہوئے اس کے برعکس کرے، یعنی پہلے پیشانی زمین سے اٹھائے پھر ناک، پھر ہاتھ اور پھر گھٹنے۔

سنن ابی داود، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، نسائی اور ابن حبان میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم إذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه واذ انهض رفع يديه قبل ركبتيه. یعنی میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

(سنن ابی داود،ج:1،ص:222،حدیث :838،سنن ترمذی،ج:2،ص:56،حدیث:268)

☆☆☆

سوال: نماز میں بدن کھجلانے سے نماز کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ایک رکن میں دو بار تک کھجلایا تو حرج نہیں، تیسری بار کھجلایا تو نماز فاسد ہو جائے گی یعنی جب کہ کھجلا کر ہاتھ ہٹا لیا پھر کھجلایا تو اب نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر ایک بار

ہاتھ رکھ کر کئی مرتبہ حرکت دی تو یہ ایک ہی مرتبہ کھجلانا ہے، اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر ایک رکن، مثلاً قیام میں ایک مرتبہ کھجلایا، پھر دوسرے رکن، مثلاً رکوع میں ایک مرتبہ کھلایا پھر تیسرے رکن، مثلاً سجدے میں ایک مرتبہ کھجلایا تو نماز فاسد نہ ہوگی؛ کیوں کہ ایک رکن میں ایک مرتبہ ہی کھجلانا پایا گیا، اور نماز تین مرتبہ کھجلانے سے فاسد ہوتی ہے، اس سے کم میں نہیں۔ ہاں اگر کھجلانے کی ضرورت ہو، مثلاً مچھر وغیرہ کاٹ رہے ہوں تو چاہے جتنی مرتبہ کھجلائے، نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ہندیہ میں ہے: إذا حك ثلاثا فى ركن واحد تفسد صلاته، هذا اذا رفع يده فى كل مرة، أما إذا لم يرفع في كل مرة فلا تفسد۔ كذا فى الخلاصه۔ كل عمل هو مفيد لا بأس به للمصلي.

(ہندیه، ج:1، ص:156، 154، کتاب الصلاة، الفصل الثاني)

☆☆☆

سوال: نماز کی حالت میں اگر پسینہ آئے تو اسے پوچھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: نماز میں پسینہ پوچھنے کی اجازت ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

تاتارخانیہ میں ہے: لا بأس بأن يمسح العرق من جبهته في الصلاة۔

(تاتاخانيه، ج:1، ص:411، كتاب الصلاة الفصل الرابع)

☆☆☆

سوال: کپڑا موڑ کر اور ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: کپڑا موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

صحیح بخاری ومسلم کی روآیت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امرت ان لا الف شعرا ولا ثوبا ۔مجھے حکم ہوا ہے کہ بال اور کپڑے نہ موڑوں۔اب اگر کپڑا نیچے کی طرف ٹخنے سے نیچے لٹکے تو اسے لٹکنے دے، ہرگز نہ موڑے؛کیوں کہ کپڑے کا ٹخنے سے نیچے ہونا اگر تکبر کی بنا پر ہو تومکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی،اور کپڑے کو موڑنا ہر صورت میں مکروہ تحریمی ہے، خواہ نیچے سے موڑے یا اوپر سے؛لہذا نماز کو بچانے کے لیے ٹخنا بند رہنے دے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف صالحین کا طریقہ یہی رہا ہے کہ وہ سر پر عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھتے تھے۔

امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

(کشف الغُمّہ للامام الشعرانی،ج:1،ص:87)

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کا طریقہ عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا تھا،اس لیے جب انسان کے پاس عمامہ یا ٹوپی پہننے کی وسعت ہو تو وہ ننگے سر نماز نہ پڑھے۔

(شرح صحیح مسلم،ج:1،ص:1325)

لہذا ننگے سر نماز پڑھنا اگر چہ جائز ہے؛لیکن سنت رسول، سنت صحابہ و تابعین و سلف صالحین کے خلاف ہے اور اگر معاذ اللہ یہ نیت ہو کہ نماز اتنی اہم چیز نہیں کہ اس کے لیے سر ڈھانپا جائے تو یہ کفر ہے۔اور اگر سستی و کاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے تو یہ مکروہ وناپسندیدہ ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے:ویکرہ الصلاۃ حاسرا راسه تکاسلا و تھاونا،وفي

الذخيرة:اذا كان يجد العمامةوفي الحاوي:ان صلى مكشوف الراس لأجل الحرارة والتخفيف يكره،وفي الفتاوى العتابية:والمختار انه يكره.

(تاتارخانیہ،ج:1،ص:410،کتاب الصلاۃ،الفصل الرابع)

☆☆☆

سوال: نماز کی حالت میں ٹوپی سر سے گر جائے تو اٹھانے کی اجازت ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نماز کی حالت میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا لینے کی اجازت ہے، بلکہ اٹھا لینا افضل ہے جب کہ عملِ کثیر کی حاجت نہ پڑے؛ یعنی جب کہ آسانی سے سر پر رکھ سکتا ہے۔ اور اگر ٹوپی بار بار گرے تو نہ اٹھائے۔

درمختار میں ہے: سقط قلنسوته فاعادتها أفضل إلا إذا احتاجت لتكويراوعمل كثير۔

(در مختار،ج:1،ج:91،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

اسی طرح فتاوی تاتارخانیه،ج:1،ص:411،فصل رابع،في بيان مايكره للمصلی میں ہے۔

☆☆☆

سوال: جو مقتدی صف میں جگہ ہونے کے باوجود صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہو اس کی نماز ہو گی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: صف میں جگہ ہونے کے باوجود صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہاں مگر

نماز ہوجائے گی۔

سنن ابی داؤد کی حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صفوں کو درست کرو، اپنے کاندھوں کو برابر کرلو، خالی جگہ نہ چھوڑو۔ جو شخص صف کو ملائے گا اللہ اسے ملائے گا اور جو شخص صف کو کاٹے گا اللہ اسے اپنی رحمت سے کاٹے گا۔

(سنن ابی داود،حدیث:666)

درمختار میں ہے: کراھة القیام فی صف خلف صف فیه فرجة للنھي،وکذا القیام منفردا۔

(درمختارمع رد المحتار،ج:1،ص:647،فرع لا باس بتکلیم المصلی الخ)

☆☆☆

سوال: اگر صف میں جگہ نہ ہو تو بعد میں آنے والا مقتدی کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر صف میں جگہ نہ ہو تو بعد میں آنے والے کے لیے اصل حکم تو یہ ہے کہ وہ امام کے رکوع میں جانے تک اپنی نماز شروع نہ کرے بلکہ انتظار کرے، اگر کوئی آجائے تو اس کے ساتھ صف کے پیچھے کھڑا ہوجائے ورنہ اگلی صف میں قریب سے کسی نمازی کو کھینچ لے اور اس کے ساتھ کھڑا ہوجائے۔

لیکن اس زمانے میں لوگ عام طور پر دینی مسائل سے واقف نہیں ہیں؛ لہذا بعد میں آنے والے کو چاہئے کہ نہ تو کسی کا انتظار کرے اور نہ ہی اگلی صف سے کسی کو کھینچے؛ بلکہ اپنی نماز شروع کردے۔

درمختار میں ہے: و ان لم یجد فرجة بل یجذب احدا من الصف ذکره ابن

الکمال،لکن قالوا فی زماننا ترکه اولی۔

(در المختار،ج:1ص:647 فرع لا باس بتکلیم المصلی الخ)

مجمع الأنھر میں ہے: لكن الأولى في زماننا القيام وحده لغلبة الجهل،فإنه إذا جذب أحدا ربما أفسد صلاته۔

(مجمع الأنهر،ج:1،ص:188،كتاب الصلاة)

☆☆☆

سوال: نماز کی حالت میں چھینک یا سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: نماز کی حالت میں کسی کی چھینک یا زبان سے سلام کا جواب دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ہاں اگر اپنی چھینک کا جواب دیا یعنی الحمد للہ کہہ لیا تو حرج نہیں؛لیکن خاموشی بہتر ہے۔

ہندیہ میں ہے: ولو عطس فقال له المصلي الحمد لله لا تفسد لأنه ليسبجواب والصحيح أنها تفسدولو قال العاطس لا تفسد صلاته وينبغي أن يقول في نفسه والأحسن هو السكوت۔

(ہندیہ،ج:1،ص:148،كتاب الصلاة،الباب السابع فيما يفسد الصلاة)

در مختار میں ہے: (ورد السلام)ولو سهوا (بلسانه)لا بيده؛ بل يكره على المعتمد۔

(در مختار مع تنويرالابصار،ج:2،ص:450،كتاب الصلاة ما تفسد الصلاة)

☆☆☆

سوال: نماز کی حالت میں کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھا؛لیکن زبان سے نہیں پڑھا تو نماز کا

کیا حکم ہے؟ فاسد ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر لکھی ہوئی چیز کو دیکھا؛ لیکن زبان سے نہیں پڑھا تو نماز فاسد نہیں ہوگی؛ اگر چہ لکھی ہوئی چیز کو سمجھ رہا ہو۔

ہندیہ میں ہے: إذا كان المكتوب على المحراب غير القرآن فنظر المصلي إلى ذلك وتأمل وفهم فعلى قول ابى يوسف رحمه الله لا تفسد،وبه أخذ مشائخنا.

(ہندیه،ج:1،ص:101،کتاب الصلاة،الباب السابع فيما يفسد الصلاة)

☆☆☆

سوال: نماز میں عمل قلیل اور عمل کثیر کسے کہتے ہیں اور ان دونوں میں فرق کیسے کریں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نماز میں عمل قلیل اور عمل کثیر کے بارے میں فقہائے کرام کے کئی اقوال ہیں، ان میں سے تین قول زیادہ مشہور ہیں:

(۱)... جو کام عام طور پر ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے وہ عمل قلیل ہے؛ اگر چہ اسے دونوں ہاتھوں سے کرے۔

اور جو کام عام طور پر دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے وہ عمل کثیر ہے؛ اگر چہ اسے ایک ہاتھ سے کرے۔

(۲)... تین حرکات متوالیہ یعنی تین مرتبہ سبحان ربي الاعلیٰ کہنے کی مقدار وقت

میں، تین دفعہ ہاتھ کو حرکت دی، تو یہ عمل کثیر ہے، تین سے کم میں عمل قلیل ہے۔

(۳).. سب سے صحیح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرنا کہ دور سے دیکھنے والے کو لگے کہ یہ کام کرنے والا نماز میں نہیں ہے۔

اسی قول کو جمہور فقہائے کرام نے اختیار فرمایا-بدائع الصنائع میں اسی کو صحیح کہا-علامہ زیلعی و والوالجی نے ان کی پیروی کی-محیط میں اسے احسن کہا-امام صدر شہید نے اس کو صواب کہا، فتاوی خانیہ وخلاصہ میں کہاکہ عموما فقہاے کرام نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے بھول کر ایک رکوع یا ایک سجدہ زیادہ کر لیا پھر یاد آیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر بھول کر ایک رکوع یا سجدہ زیادہ کر لیا تو اگر نماز ہی میں یاد آگیا تو سجدہ سہو کر لے، نماز ہو جائے گی اور اگر نماز پڑھنے کے بعد یاد آیا تو نماز کو دہرانا واجب ہے۔

البحر الرائق، ہندیہ و رد المحتار وغیرہ میں ہے: واللفظ للبحر:لوركع ركوعين أو سجد ثلاثا في ركعة لزمه السجود لتأخير الفرض وهو السجود في الأول والقيام في الثاني.

(البحر الرائق،ج:1،ص:105، كتاب الصلاة،باب السهو عن السلام)

☆☆☆

قراءت کا بیان

سوال: اگر کسی نے چار رکعت والی سنت نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سے کسی میں سورہ فاتحہ تو پڑھی لیکن سورہ ملانے سے پہلے بھول کر رکوع میں چلا گیا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے رکوع میں چلا جائے تو کھڑا ہو جائے اور سورت ملائے پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اور اگر رکوع کرنے کے بعد یاد آیا کہ سورہ فاتحہ کے بعد سورت نہیں پڑھی تو اب نہیں پڑھ سکتا؛ بلکہ آخر میں سجدہ سہو کر لے، نماز ہو جائے گی۔

☆☆☆

سوال: اگر فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں؛ لہذا اگر ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز ہو جائے گی ــــ ہاں وتر اور سنت و نفل کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورۃ ملانا واجب ہے؛ لہذا ان نمازوں میں کسی نے کسی بھی رکعت میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو سجدہ سہو کرے ورنہ نماز نہ ہو گی۔

در مختار میں ہے: (واكتفى) المفترض (فيما بعد الأولين بالفاتحة) فإنها سنة على الظاهر۔

ہندیہ میں ہے: وتجب قراءة الفاتحة وضم السورة أو ما يقوم مقامها من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة في الأولين بعد الفاتحة ـ كذا في النهر الفائق.

وفي جميع ركعات النفل والوتر. هكذا فى البحر الرائق۔

(ہندیہ،ج:1،ص:71،الفصل الثانی فی واجبات الصلاۃ)

اسی میں ہے: وان تركها فى الاخريين لا يجب ان كان في الفرض،وان كان فى النفل او الوتر وجب عليه۔

(ہندیہ،ج:1،ص:126،الباب الثانی عشر فی سجود السہو)

☆☆☆

سوال: قرآت میں جہر اور سر کی مقدار کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: قرآت میں جہر کی مقدار یہ ہے کہ پہلی صف والے سن سکیں، یہ جہر کا ادنیٰ درجہ ہے، اعلیٰ کے لیے کوئی حد مقرر نہیں۔ ہاں اتنی زور سے نہ پڑھے کہ سننے والوں پر گراں گزرے۔ اور سر یعنی آہستہ یہ ہے کہ خود سن سکے۔

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: (و)أدنىٰ (الجهر إسماع غيره)أدنى (المخافة إسماع نفسه)ومن بقربه،فلو سمع رجل او رجلان فليس بجهر، و الجهر أن يسمع الكل،خلاصه۔)

ردالمحتار میں ہے: (قوله:والجهران يسمع الكل)أي:كل الصف الأول لا كل المصلين۔

(در مختار مع ردالمحتار،ج:2،ص:309،مطلب فی الکلام علی الجہر والمخافۃ)

سوال: تنہا نماز پڑھنے والا بلند آواز سے قرآت کر سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تنہا نماز پڑھنے والا اگر وقت کے اندر اندر یعنی ادا نماز پڑھے تو جہری نمازوں میں بلند آواز سے قراءت کر سکتا ہے، بلکہ یہی افضل ہے، اور قضا و سِرّی نمازوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے اور نفل اگر دن میں پڑھے تو آہستہ پڑھنا لازم، اور رات میں پڑھے تو اختیار ہے، چاہے آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے، دونوں درست ہے۔

☆☆☆

سوال: ایک ہی رکعت میں ایک آیت کے بعد دوسری جگہ سے ایک آیت پڑھنا یا ایک سورت کے بعد دوسری سورت پڑھنا یا دو سورتوں کو جمع کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ایک ہی رکعت میں چھوڑ چھوڑ کر آیتیں پڑھنا مکروہ ہے، اور ایک رکعت میں ایک سے زائد سورت پڑھنا درست ہے جب کہ ان سورتوں میں فاصلہ نہ ہو، اگر بیچ میں ایک یا چند سورتیں چھوڑ دیں تو مکروہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے: أما في ركعة فيكره الجمع بين سورتين بينهما سُوَر أو سورة فتح وذكر شيخ الاسلام: لا ينبغى له ان يفعل على ما هو ظاهر الرواية وفي شرح المنية: الأولىٰ أن لا يفعل في الفرض، ولو فعل لا يكره إلا ان يترك بينهما سورة أو أكثر۔

(ردالمحتارمع درمختارج:2،ص:330،مطلب:الاستماع للقرآن فرض)

☆☆☆

سوال: دوسری رکعت میں پہلی رکعت کے اوپر والی سورت پڑھنا کیسا ہے؟ اور پڑھ دیا تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جان بوجھ کر دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے اُوپر والی سورت پڑھنا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو قرآن اُلٹ کر پڑھتا ہے کیا خوف نہیں کرتا کہ اللہ تعالٰی اس کا دل اُلٹ دے۔ ہاں اگر بھول کر ایسا کرے تو مکروہ نہیں۔ اور سجدہ سہو کسی صورت میں نہیں، خواہ جان بوجھ کر ایسا کرے یا بھول کر، بہر حال دونوں صورتوں میں سجدہ سہو کے بغیر نماز ہو جائے گی۔

ردالمحتار میں ہے: ("ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرا منكوسا ")بان يقرأ فى الثانية سورة اعلى مما قرأ في الاولى،لأن الترتيب فى السور فى القراءة من واجبات التلاوة۔

(رد المحتار،ج:2،ص:330،مطلب:الاستماع للقرآن فرض)

☆☆☆

سوال: اگر پہلی رکعت میں سورۃ "الناس" پڑھ دیا تو دوسری رکعت میں کیا پڑھے؟ کیا ایسا کرنے سے سجدہ سہو لازم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: پہلی رکعت میں سورہ الناس پڑھ دیا تو دوسری میں بھی یہی سورہ پڑھے۔ البتہ جان بوجھ کر ایسا کرنا مکروہ ہے؛ لیکن سجدہ سہو کی حاجت نہیں، بغیر سجدہ سہو کے نماز ہو جائے

گی۔

ردالمحتار میں ہے: (قوله:لا بأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية) افاد انه يكره تنزيها.

هذا إذا لم يضطر فان اضطر بأن قرأ في الأولىٰ "قل اعوذ برب الناس "اعادها في الثانية ؛لان التكرار أهون من القراءة منكوسا۔

(ردالمحتار مع در مختار،ج:2،ص:546،مطلب:الاستماع للقرآن فرض)

☆☆☆

سوال: پہلی رکعت میں کوئی سورت پڑھی اور دوسری رکعت میں ایک سورت چھوڑ کر اس کے بعد والی سورت پڑھی تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: درمیان والی سورت اگر پہلی رکعت میں پڑھی گئی سورت سے چھوٹی ہو تو اسے چھوڑ کر اس کے بعد والی سورت پڑھنا مکروہ ہے،اور اگر درمیان والی سورت پہلی رکعت میں پڑھی گئی صورت سے بڑی ہو کہ اس کو پڑھے گا تو دوسری رکعت کی قرارت پہلی کی قرارت سے لمبی ہو جائے گی،تو چھوڑنے میں حرج نہیں ۔ مثلاً:"وَالتِّین "کے بعد "اِنَّا اَنزَلنَا" پڑھنے میں حرج نہیں؛کیوں کہ ان دونوں کے درمیان سورۃ "العلق" ہے جو سورہ "التین" سے بڑی ہے،تو اسے چھوڑ کر اس کے بعد والی سورہ "انا انزلنا" پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ یوں ہی درمیان سے ایک کے بجائے دو یا اس سے زیادہ سورہ چھوڑ کر پڑھا تو بھی حرج نہیں۔

در مختار میں ہے: ويكره الفصل بسورة قصيرة۔

اس کے تحت شامی میں ہے: اما سورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة

الثانية اطالة كثيرة فلا يكره۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:2،ص:330 کتاب الصلاۃ،مطلب:الاستماع للقرآن فرض)

☆☆☆

سوال: دوسری رکعت میں پہلی رکعت کی سورہ سے لمبی سورہ پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: فرائض وواجبات میں پہلی رکعت کی قراءت کا دوسری رکعت کی قراءت سے کچھ زیادہ ہونا بہتر ہے، اور دوسری رکعت کی قراءت کا پہلی رکعت کی قراءت سے تین آیت یا اس سے زیادہ لمبی ہونا مکروہ ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ دونوں رکعتوں کی سورتیں آیت کے لحاظ سے برابر ہوں، اور اگر دونوں سورتیں چھوٹی بڑی ہوں تو آیتوں کی تعداد کا اعتبار نہیں بلکہ حروف کا اعتبار ہے. اگر دوسری رکعت کی سورت کے حروف پہلی رکعت کی سورت کے حروف سے بہت زیادہ ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں۔ اور سنن ونوافل میں دونوں رکعتوں میں برابر کی سورت پڑھنا بہتر ہے۔

درمختار میں ہے:(و إطالة الثانية على الأولى يكره)تنزيها (اجماعا اى بثلاث آيات)إن تقاربت طولا وقصرا وإلا اعتبر الحروف والكلمات۔

(درمختار مع تنویر الابصار،ج:2،ص:322۔323،کتاب الصلاۃ)

ردالمحتار میں ہے: وقيد بالفرض لأنه يسوي في السنن والنوافل۔

(رد المحتار،ج:2،ص:324،مطلب:السنة تكون سنةالخ)

☆☆☆

سوال: اگر پہلی یا دوسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر پہلی یا دوسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی اور فاتحہ کے بعد سورت نہیں ملایا تو اگر بھول کر ایسا کیا تو تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملائے اور آخر میں سجدہ سہو کرے، نماز ہو جائے گی، اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو نماز کو دہرانا لازم ہے۔

درمختار میں ہے:(ولو ترك سورة اولين العشاء)مثلاً ولوعمد (قرأها وجوبا مع الفاتحة جهرا في الأخريين۔)

شامی میں ہے: ويسجد للسهو لو ساهياوقال ايضا:فصنيع الفتاوى و الشروح يقتضى أن وضع المسألة في النسيان،تامل۔

(در مختار مع ردالمحتار،ج:2،ص:310،كتاب الصلاة،فصل في القراءة)

☆☆☆

سوال: نماز میں بھول کر سورۂ فاتحہ سے پہلے کسی اور سورت کی تلاوت شروع کر دی تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر سورۂ فاتحہ سے پہلے بھول کر کوئی دوسری سورت شروع کر دی تو یاد آنے پر فوراً رُک جائے اور سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد کوئی سورت پڑھے۔ اب اگر اس نے سورۂ فاتحہ سے پہلے اتنی دیر قراءت کر لی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکے تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہے، اور اگر اتنی دیر قراءت نہیں کی؛ بلکہ اس سے پہلے ہی سورہ فاتحہ شروع کر دی تو سجدۂ سہو لازم نہیں۔

ہندیہ میں ہے:

ومن سها عن فاتحة الكتاب في الأولى أو الثانية وتذكر بعد ما قرأ بعض السورة،يعود فيقرأ بالفاتحة ثم السورة۔

(ہندیہ،ج:1،ص:126،الباب الثانی عشر فی سجود السہو)

ردالمختار میں ہے:

(قوله:على كل السورة)حتى قالوا لو قرأ حرفا من السورة ساهيا ثم تذكر يقرأ الفاتحة ثم السورة ويلزمه سجود السهو. البحر... وهل المراد بالحرف حقيقته أو الكلمة،يراجع،ثم رأيت في سهو البحر قال ما مر:وقيده فى فتح القدير بأن يكون مقدار مآيتادى به ركن۔

(رد المحتار مع در مختار،ج:1،ص:460،واجبات الصلاۃ)

☆☆☆

سوال: اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ یا فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا بھول جائے اور رکوع چلا جائے تو کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ یا فاتحہ کے بعد سورۃ ملانا بھول جائے اور رکوع میں چلا جائے تو اگر رکوع میں یاد آجائے تو قیام کی طرف پلٹ آئے اور فاتحہ و سورت پڑھے پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اور اگر رکوع کے بعد یاد آئے کہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اب بعد والی رکعتوں میں نہیں پڑھ سکتا،اس صورت میں صرف سجدہ سہو کرے، نماز ہو جائے گی۔

ہاں اگر سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول جائے اور رکوع کرنے کے بعد یاد آئے تو بعد والی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنی واجب ہے۔

سوال: اگر یاد نہ ہو کہ سورۂ فاتحہ پڑھی یا نہیں؟ تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر یاد نہ ہو کہ سورہ فاتحہ پڑھی یا نہیں تو غور و فکر کرے، جس طرف دل جم جائے اسی پر عمل کرے۔ اگر کسی طرف دل نہ جمے تو فاتحہ اور اس کے بعد کوئی سورت پڑھے۔ نماز ہو جائے گی۔

تاتارخانیہ میں ہے: الأولىٰ ان يقرأ الفاتحة ثم السورة إذا لم يثبت له رأي۔

(تاتارخانیه،ج:1،ص:522،کتاب الصلاة،الفصل التاسع عشر)

☆☆☆

سوال: نماز میں سورہ فاتحہ کی کوئی آیت چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: نماز میں پوری سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے؛ لہذا اگر اس کی کوئی آیت چھوٹ جائے تو سجدہ سہو لازم ہے۔ اگر سجدہ سہو نہ کیا اور وقت باقی ہے تو نماز کو دہرانا واجب اور وقت ختم ہو گیا تو دہرانا مستحب ہے۔

درمختار میں ہے: لٰكن في المجتبىٰ يسجد بترك آية منها،وهو أولى۔

وتحته في رد المحتار:وذكر آية تمثيل لا تقييد،إذ بترك شيء منها آية أو أقل ولوحرفا لا يكون آتيا بكلها الذي هو الواجب۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:1ص:458،واجبات الصلاة)

حاشیہ طحطاوی علی مراقی میں ہے: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تُعاد وجوبا في الوقت وأما بعدها فندب۔

(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح،ص:440)

سوال: اگر قراءت میں مَد، اِخفا، اِدغام وغیرہ چھوٹ جائیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قراءت میں مد، اخفا، ادغام اسی طرح امالہ، اظہار وغیرہ چھوٹ جائیں تو نماز ہو جائے گی۔

ہندیہ میں ہے: لو ترك التشديدالمختار أنها لا تفسد۔واما ترك المد۔ المختار انها لا تفسد۔وان شدّ،قال بعضهم لا تفسد وعليه الفتوىإذا أتى بالادغام في موضع لم يدغمه أحد من الناس لا تفسد صلاته.. وإذا ترك الإدغام۔لا تفسد صلاته وإن فحش من حيث الإعراب۔إذا قرأ بسم الله بالامالة و ما شكل ذلك لا تفسد صلاته۔هكذا في المحيط ۔

(ہندیہ،ص:2،ص:128،الباب الرابع،صفة الصلاة،الفصل الخامس)

☆☆☆

سوال: کیا مقتدی، امام کے پیچھے قراءت کر سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہم احناف کے نزدیک مقتدی کے لیے قرآت کرنا جائز نہیں۔

مسند احمد و مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روآیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنما جعل الامام ليوتم به،فاذا كبر فكبروا وإذا قرا فأنصتوا۔**یعنی** امام اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے، لہذا جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(مسند احمد بن حنبل،حدیث:9438،مصنف ابن ابی شیبه،حدیث:3820)

☆ **مسند احمد، سنن ابن ماجہ، دار قطنی، معجم ابن الاعرابی، الاستذکار للابن عبد البر وغیرہ** **میں** جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من کان له امام فقراءته له قراءة۔ یعنی جس کا کوئی امام ہو اس کے لیے امام کی قراءت کافی ہے۔

(مسند احمد،حدیث:14643،(سنن ابن ماجه،حدیث:850،سنن دار قطنی، ج:1،ص:323، حدیث: 1253،معجم الأعرابي،ص 176،الاستذکار،ج:1،ص:513)

ان ائمہ کرام کے علاوہ اس روایت کو ابن کثیر نے **الاحکام الکبیر** میں، امام سخاوی نے **الاجوبة المرضية** میں، امام ابن جوزی نے **التحقیق** میں، امام ابن عدی نے **الکامل** میں، امام بیہقی نے **السنن الکبری** میں، امام دیلمی نے **مسند الفردوس** میں، امام طحاوی نے **شرح معانی الآثار** میں، امام ابن قدامہ حنبلی نے **المغنی** میں، امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں اور امام زیلعی نے **نصب الرايه** میں الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس نے فطرت سے بغاوت کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں انگارہ ہو۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قراءت جائز نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ امام کی قراءت تمھارے لیے کافی ہے۔

حضرت ابراہیم، عمرو بن میمون، ضحاک، سوید بن غفلہ سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، ابو سعید، اسود رحمة الله تعالى عليهم اجمعين جیسے کبار تابعین سے منقول ہے کہ یہ حضرات امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبه،حدیث:3800تا3819)

سوال: امام کے پیچھے ثنا پڑھنا کب صحیح ہے اور کب نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر امام جہری نماز میں بلند آواز سے قراءت شروع کر دے تو مقتدی ثنا نہ پڑھے، اور اگر سری نماز ہو تو کبھی بھی پڑھ سکتا ہے، بلکہ امام اگر رکوع میں ہو اور آنے والے کو گمان ہو کہ ثنا پڑھ کر امام کو رکوع میں پالے گا تو بھی ثنا پڑھ لے۔ اور اندیشہ ہو کہ امام رکوع سے اٹھ جائے گا تو ثنا نہ پڑھے اور رکوع کرے۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: لو أدرك الإمام بعد ما اشتغل بالقراءة، قال ابن الفضل: لا يثنى وقال غيره: يثنى، وينبغى التفصيل: إن كان الامام يجهر لا يثني وإن كان يسر يثني۔

(فتاوی قاضی خان، ج:1، ص:84، فصل فی القراءة)

منیۃ المصلي میں ہے: إن أدرك الإمام في الركوع فإنه يتحرى، إن اكثر رأيه أنه لو أتى به يدرك الإمام في شيء من الركوع، يأتي به قائما وإلا يركع ويتابع الإمام۔

(منية المصلي، ص:91، باب صفة الصلاة)

☆☆☆

سوال: تراویح میں ختم قرآن کے وقت تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھنا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟ اور ایک مرتبہ بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تراویح میں ختم قرآن کے وقت جہر سے تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا مستحب

اور ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

بہار شریعت میں ہے: متاخرین نے ختم تراویح میں تین بار قل ھو اللہ احد پڑھنا مستحب کہا۔ ایک بار بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا سنت ہے۔

(بہار شریعت،ج:1،حصہ چہارم،ص:695)

☆☆☆

سوال: قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنے سے نماز نہیں ہوگی۔

کنز العمّال میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: نهانا أمير المؤمنين عمر بن الخطاب أن تؤم الناس فى المصحف۔ یعنی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مصحف میں دیکھ کر امامت کرنے سے ہمیں منع فرمایا۔

(کنزالعمال،ج:8،ص:125،حدیث:22837)

ہندیہ میں ہے: ویفسدها قراءته من مصحف عند أبي حنيفة رحمة الله عليه۔

(ہندیہ،ج:1،ص:101،الباب السابع،الفصل الاول فیما یفسدہا)

امامت کا بیان

سوال: امامت کے شرائط کیا ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: غیر معذور مرد کی امامت کے لیے چھ شرطیں ہیں:

(۱)... امام کا مسلمان ہونا۔

(۲)... بالغ ہونا۔

(۳)... عاقل ہونا

(۴)... مرد ہونا۔

(۵)... قرات۔

(۶) معذور نہ ہونا۔

ردالمحتار میں ہے:

وشروط الامامة للرجال الأصحاء ستة اشياء:الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار۔

(رد المحتار ،ج:1،ص:550،كتاب الصلاة،باب الإمامة)

☆☆☆

سوال: امام کا مسجد کے محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا کیسا ہے؟ کیا اس طرح کھڑے ہونے سے نماز ہو جاتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: امام کا بے ضرورت، تنہا مسجد کے محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، اور

اگر ضرورت ہو کہ لوگوں کی کثرت ہے اور امام محراب کے اندر کھڑا ہو گا تو لوگوں کے لیے جگہ نکل آئے گی، تو ایسی صورت میں کراہت بھی نہیں ۔ اور نماز دونوں صورتوں میں ہو جائے گی، خواہ ضرورت کے تحت امام محراب میں کھڑا ہو یا بغیر ضرورت۔

در مختار میں ہے: فلوقاموا على الرفوف والإمام على الأرض أو في المحراب لضيق المكان لم يكره۔

ردالمحتار میں ہے: (قوله:فلو قاموا) تفريع على عدم الكراهة عند العذر فى جمعة وعيد۔

وقال في المعراج: وذكر شيخ الاسلام انما يكره هذا اذا لم يكن من عذر،أما إذا كان فلايكره۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:646،كتاب الصلاة،فرع:لا باس بتكليم المصلى و اجابته براسه)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی مسجد ایسی ہے کہ امام اگر مسجد کے بیچ میں کھڑا ہوتا ہے تو نمازی ایک طرف کم اور ایک طرف زیادہ ہو جاتے ہیں، تو ایسی صورت میں امام کے لیے کیا حکم ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: امام کا صف کے بیچ میں کھڑے ہونا سنت ہے نہ کہ مسجد کے بیچ میں ؛لہذا صورت مسئولہ میں امام ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں کھڑے ہونے سے امام کی دونوں جانب کے مقتدی تعداد میں برابر رہیں۔

حدیث پاک میں ہے: تَوسّطُوا الامامَ وسَدّدُوا الخَلَلَ۔ امام کو بیچ میں رکھو اور کشادگی کو بند کرو۔

درمختار میں ہے: ویقف وسطا۔

ردالمحتار میں ہے: السنة أن يقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام في أحد جانبي الصف يكره۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:568،باب الإمامة)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کا گھر مسجد سے ملا ہوا ہے تو وہ اپنے گھر سے مسجد کے امام کی اقتدا کرے تو اس کی اقتدا صحیح ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر مسجد اور گھر کے درمیان راستہ نہ ہو تو اقتدا صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔

بدائع الصنائع میں ہے: لو كان على سطح بجنب المسجد متصل به ليس بينهما طريق فاقتدى به،صح اقتداءه عندنا۔

(بدائع الصنائع،ج:1،ص:146،کتاب الصلاة،واجبات الصلاة)

☆☆☆

سوال: اگر امام کے ساتھ صرف ایک شخص ہو تو وہ کہاں کھڑا ہو؟ اور دو یا دو سے زیادہ اشخاص ہوں تو وہ کہاں کھڑے ہوں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر امام کے ساتھ صرف ایک شخص ہو تو وہ امام کے برابر داہنی جانب کھڑا ہو اور دو ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں، اگر دو لوگ امام کے ساتھ کھڑے ہوں گے تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی اور اگر تین یا تین سے زیادہ لوگ ہوں تو ان کا امام کے پیچھے کھڑے ہونا واجب

ہے، اگر امام کے ساتھ کھڑے ہوں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔

درمختار میں ہے: ویقف الواحد محاذ بالیمین امامه علی المذهب، فلو وقف عن یساره کره اتفاقا، والزائد یقف خلفه، فلو توسط اثنین کره تنزیها و تحریما لو اکثر۔

(درمختار مع رد المحتار، ج:1، ص:567، باب الإمامة)

☆☆☆

سوال: کیا قاری کی نماز غیر قاری کی اقتدا میں درست ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: جو شخص قرآن کو صحیح پڑھتا ہو اور ایسی غلطی نہ کرتا ہو جس سے نماز فاسد ہوجائے، تو اس کے پیچھے سب کی نماز صحیح ہے، خواہ قاری ہو یا نہ ہو۔

البحرالرائق میں ہے: الأمي عندنا من لا یحسن القراءة المفروضة۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج:1، ص:382، باب :اقتداء المفترض بامام المتنفل الخ)

☆☆☆

سوال: اگر امام اور مقتدی کے درمیان دیوار حائل ہو یا مقتدی مسجد کی چھت پر ہو تو اس کی اقتدا صحیح ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: امام اور مقتدی کے درمیان دیوار حائل ہو یا مقتدی مسجد کی چھت پر ہو تب بھی اقتدار صحیح و درست ہے جب کہ امام کا حال مقتدی پر پوشیدہ نہ ہو۔ مثلاً: امام یا مکبّر کی آواز، مقتدی تک پہنچتی ہو یا دوسرے مقتدیوں کے رکوع و سجود کو دیکھتا ہو، تو اقتدا صحیح ہے ورنہ

نہیں۔

درمختار میں ہے: (والحائل لا يمنع)الاقتداء(إن لم يشتبه حال إمامه) بسماع أو رؤية۔

(در مختار،ج:2،ص:403،کتاب الصلاۃ،باب الامامۃ)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص اندھا یا لنگڑا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر مقتدیوں میں ایسے لوگ ہوں جو طہارت و نماز وغیرہ کے مسائل اس اندھے سے زیادہ جانتے ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے اندھے کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے؛ یعنی بہتر نہیں ہے، پھر بھی اگر اسے امام بنادیا تو نماز ہو جائے گی۔

اور لنگڑا شخص اگر صحیح طور سے رکوع و سجود کر لیتا ہو تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔

البحرالرائق میں ہے: قيدكراهة إمامة الأعمى في المحيط وغيره بأن لا يكون أفضل القوم،فان كان أفضلهم فهو أولى۔

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج:1،ص:369،باب:الاحق بالامامة فى الصلاة)

درمختار میں ہے: صح اقتداء قائم بأحدب وإن بلغ حدبه الركوع على المعتمد،وكذا بأعرج وغيره أولى۔

(درمختار،ج:1،ص:589،كتاب الصلاة،باب الإمامة)

☆☆☆

سوال: فاسق اور نابالغ کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: فاسق اگر مُعلن ہو تو اس کو امام بنانا گناہ اور اس کی اقتدا میں پڑھی ہوئی نماز کو دہرانا واجب ہے اور اگر فاسق، غیر معلن ہو تو اس کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے، گناہ نہیں ہے، اور اس کی اقتدا میں پڑھی ہوئی نماز بھی ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں۔

فاسق معلن وہ ہے جو کھلے طور پر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے یا بار بار گناہ صغیرہ کا مرتکب ہو جھوٹ، گالی، غیبت، سودی کاروبار وغیرہ اعمال گناہ کبیرہ ہیں۔

فاسق غیر معلن وہ ہے جو لوگوں کے سامنے گناہ نہ کرتا ہو؛ بلکہ چھپ کر کرتا ہو۔

بالغوں کے امام کا بالغ ہونا شرط ہے؛ لہذا نابالغ کی اقتدا میں بالغوں کی نماز نہ ہوگی، خواہ کوئی بھی نماز ہو، فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل۔ کسی بھی نماز میں نابالغ کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔

حاشیہ طحطاوی علی مراقی میں ہے: کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين، فتجب اهانته شرعا، فلا يعظم بتقديمه للامامة۔

(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ج:303 باب الامامة)

ردالمحتار میں ہے: وشروط الامامة للرجال الأصحاء ستة اشياء: الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار۔

(رد المحتار، ج:1، ص:550، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

ہندیہ میں ہے: وعلى قول عامة بلخ، يصح الاقتداء بالصبيان في التراويح والسنن المطلقة، كذا في فتاوى قاضى خان۔ المختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها، كذا فى الهداية وهو الأصح، هكذا فى المحيط وهو قول العامة وهو

ظاهر الرواية۔

(هنديه،ج:1،ص:85،باب الامامة،الفصل الثالث فی بيان من يصلح اماما)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص داڑھی کاٹ کر حد شرع سے کم رکھتا ہو تو اس کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: داڑھی منڈانے یا کاٹ کر ایک مشت سے کم رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے پڑھی گئی نماز کو پھیرنا ضروری ہے۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، درر الحکام، البحر الرائق، حاشیہ طحطاوی علی مراقی اور در مختار وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے: واللفظ للدر: أما الأخذ منها (اى من اللحية) وهي دون ذلك (أى القبضة كما يفعله بعض المغاربة و مخنثة الرجال فلم يبحه أحد وأخذ كلها فعل هنود الهند ومجوس الأعاجم۔

(درمختار،ج:2،ص:418،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسد)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص ظہر یا فجر سے پہلے والی سنت نہ پڑھے تو اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ظہر اور فجر سے پہلے والی سنت، سنت مؤکدہ ہے، بلا کسی عذر کے انھیں چھوڑنا گناہ ہے۔ ہاں اگر کبھی اتفاقاً کسی وجہ سے نہ پڑھے تو الگ بات ہے۔ بہر حال نماز دونوں صورتوں

میں ہو جائے گی، امام خواہ ان سنتوں کو کسی عذر کی وجہ سے چھوڑے یا بغیر عذر کے۔

☆☆☆

سوال: اگر کچھ نمازی وضو کر رہے ہوں اور جماعت کا وقت ہو جائے تو ان لوگوں کا انتظار کرنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر باقی نمازیوں پر گراں نہ گزرے تو کبھی کبھی وضو وغیرہ کرنے والے نمازیوں کا انتظار کرنے میں حرج نہیں؛ لیکن اس کی عادت بنا لینا درست نہیں؛ ورنہ لوگ اس کے عادی ہو جائیں گے تو سستی کرنے لگیں گے اور دوسرے مقتدیوں پر انتظار گراں ہو گا۔

فتاوی امجدیہ میں حضرت صدر الشریعہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: اس انتظار میں حرج نہیں کہ اعانت علی البر ہے، قال الله تعالیٰ: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

آگے فرماتے ہیں: مگر لوگوں کو چاہیئے کہ خواہ مخواہ دیر نہ کریں جس کی وجہ سے اور نمازیوں پر گرانی ہو، اگر اتفاقاً دیر ہو جائے تو اور بات ہے۔

(فتاوی امجدیہ، ج:1، ص:168، باب الجماعت)

☆☆☆

سوال: اگر حافظ اور عالم دونوں موجود ہوں تو امامت کا زیادہ حق دار کون ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر عالم بقدرِ ضرورت صحیح طور سے قرآن پڑھ لیتا ہے تو وہ حافظ سے زیادہ

امامت کا حق دار ہے؛کیوں کہ عالم نماز وطہارت وغیرہ کے بارے میں حافظ سے زیادہ علم رکھتا ہے،اور جو زیادہ علم والا ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہے؛ہاں اگر اس کے اندر کوئی ایسی خرابی ہو جو مانعِ امامت ہو تو وہ امامت کا مستحق نہیں۔

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:(والأحق بالإمامة تقديما بل نصبا (الأعلم باحكام الصلاة) فقط صحة وفسادا وحسن تلاوة)وتجويد (للقراءة ثم الأورع۔)

(درمختار،ج:2،ص:274،کتاب الصلاۃ،باب الامامۃ)

☆☆☆

سوال: اگر امام کا بدمذہب ہونا معلوم نہیں اور نہ ہی کوئی علامت ہو جس کی وجہ سے اس کی پہچان ہو سکے،تو ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: انسان میں اصل، مسلمان اور سنی ہونا ہے،اس لیے جب تک بدعقیدگی کی کوئی بات اور علامت ظاہر نہ ہو اسے سنی مسلمان ہی مانیں گے — اور اگر کوئی اور علامت ظاہر ہو مثلاً:اس کی گفتگو میں کوئی چیز بدعقیدگی والی ہے یا اس کے لباس وغیرہ سے شبہ ہوتا ہو کہ یہ بدمذہب ہے،تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں۔اگر پڑھ لی تو دوبارہ پھیرنا واجب ہے۔

(ایسا ہی فتاوی امجدیہ ج:1،ص:160 پر ہے)

☆☆☆

سوال: جھوٹ بولنے، گالی دینے،امانت میں خیانت کرنے والے کی امامت درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جھوٹ بولنا، گالی دینا اور امانت میں خیانت کرنا، یہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔ اور گناہ کبیرہ کرنے والا شریعت میں فاسق ہے اور فاسق کی امامت درست نہیں، اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے۔

غنیہ میں ہے: وفيه اشارة الى انهم لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم۔

در مختار میں ہے: كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها۔

(در مختار، ج:1، ص:457، واجبات الصلاة)

☆☆☆

سوال: جس شخص کے گھر کی عورتیں بے پردہ گھر سے نکلتی ہوں اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس کے گھر کی عورتیں بے پردہ گھر سے نکلتی ہوں تو وہ شخص اگر اپنی طاقت بھر ان عورتوں کو بے پردہ نکلنے سے روکتا ہے پھر بھی وہ نہیں مانیں، تو اس شخص پر کوئی الزام نہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ اور اگر اپنی طاقت بھر منع نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی و ناجائز ہے۔

(ایسا ہی فتاوی امجدیہ، ج:1، ص:125 پر ہے)

سترہ کا بیان

سوال: کیا نمازی کے آگے سے گزرنے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے ؟ اور کتنے فاصلے سے گزرنے کی اجازت ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: بغیر سترہ یا حائل کے نمازی کے آگے سے گزرنا جائز نہیں، حدیث پاک میں ایسے شخص کے لیے بڑی وعید آئی ہے۔

ترمذی شریف میں ہے: لو يعلم المار بين يدي المصلي ماذا عليه لكان أن يقف أربعين خيرله من أن يمر بين يديه۔

ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو پتا ہو کہ اس کی سزا کیا ہے تو وہ چالیس سال یا چالیس مہینہ وہاں کھڑا انتظار کرتا، اور یہ اس کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہوتا۔

(سنن ترمذی، ج:1، ص:367، حدیث :336، باب ما جاء في كراهية المرور الخ)

تاہم کسی کے گزرنے کی وجہ سے اس نمازی کی نماز ٹوٹتی نہیں ہے، اسے چاہیئے کہ اپنی نماز اسی طرح جاری رکھے۔

نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں، جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو۔

ہمارے یہاں جتنی مسجدیں ہیں وہ نمازی کے آگے گزرنے کے اعتبار سے چھوٹی ہی ہیں، لہذا ہمارے یہاں مسجد میں نمازی کے آگے قبلہ کی دیوار تک کسی کا گزرنا جائز نہیں۔

فتاوی رضویہ میں ہے: عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں، مسجد صغیر ہیں، اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز۔

(فتاوی رضويه،ج:7،ص:357)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: وان كان يصلى فى المسجد وكان بينه وبين المار اسطوانة او انسان قائم أو قاعد لا يكره،وان لم يكن بينهما حائل ان كان المسجد صغيرا يكره فى اي موضع يمر۔

(تاتارخانيه،ج:1،ص:458،الفصل التاسع في المار بين يدي المصلي)

☆☆☆

سوال: نمازی کے آگے سے ہٹنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نمازی کے آگے سے ہٹنے میں کوئی حرج نہیں۔

مرآۃ المناجیح میں حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی تحریر فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے بیٹھا رہنا، یا آکر بیٹھ جانا یا بیٹھے سے اٹھ جانا، سیدھا سامنے چلا جانا منع نہیں؛ بلکہ سامنے کی سمت کاٹ کر گزرنا منع ہے۔

(مرآة المناجيح شرح مشكوة المصابيح ج:2،ص:20)

☆☆☆

سوال: سترہ کی مقدار کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سترہ کی لمبائی کم از کم ایک ہاتھ (یعنی دو بالشت کی مقدار)، اور موٹائی کم از کم

ایک انگلی کے برابر ہونی چاہیے، زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

در مختار میں ہے: ویغرز الامام وکذا المنفرد في الصحراء ونحوها سترة بقدر ذراع طولا وغلظ إصبع لتبدؤ للناظر۔

(در مختار، ج:2، ص:401، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا)

سنن و نوافل کا بیان

سوال: سنتوں کو چھوڑنے والے کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: سنتیں دو طرح کی ہیں:

ایک مؤکّدہ جیسے فجر سے پہلے دو رکعت، ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت، مغرب و عشاء کے بعد دو رکعت اور جمعہ سے پہلے چار اور جمعہ کے بعد چار رکعت ــــ

دوسری غیر موکدہ جیسے ظہر کے بعد دو رکعت، عصر سے پہلے چار رکعت، عشا سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد دو رکعت۔

سنت موکدہ کی ادائیگی واجب کے قریب ہے، بلا کسی عذر کے اس کو چھوڑنا جائز نہیں، اور بلا عذر چھوڑنے والا گناہ گار اور لائق ملامت اور اس کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہونے کا اندیشہ ہے اور بعض فقہائے کرام نے فرمایا کہ بغیر عذر کے سنت موکدہ کو چھوڑنے والا گناہ گار ہے؛ لیکن ان سنتوں کو حق نہ سمجھتے ہوئے چھوڑنا انسان کو کفر کے قریب پہنچا دیتا ہے۔

سنت غیر موکدہ کو پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار ہے، اگر پڑھے گا تو ثواب پائے گا اور نہ پڑھے گا تو گناہ گار نہیں ہوگا۔ تاہم انہیں بالکل نہ پڑھنے کی عادت بنالینا بھی درست نہیں۔

(ملخصا از بہار شریعت، ج:1، حصہ چہارم، ص:662ـ663)

☆☆☆

سوال: چار رکعتی سنت کی تیسری رکعت میں ثنا، تعوذ و تسمیہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: چار رکعتی سنت جو غیر موکدہ ہے، جیسے: عصر و عشا سے پہلے والی سنتیں، اس کی تیسری رکعت میں ثنا تعوذ و تسمیہ پڑھی جائے گی اور چار رکعتی سنت موکدہ کی تیسری رکعت میں نہیں۔

درمختار میں ہے: (ولا يصلى على النبي صلى الله عليه وسلم في القعدة الاولى فى الأربع قبل الظهروالجمعة وبعدها ولا يستفتح إذا قام الى الثالثة منها)لانهالتأكدها أشبهت الفريضة (وفي البواقي من ذوات الأربع يصلي على النبي (ويستفتح)ويتعوذ.

(درمختار مع تنویرالابصار،ج:2،ص:552،کتاب الصلاۃ،باب الوتر و النوافل)

☆☆☆

سوال: اگر فجر کی سنت نہیں پڑھی اور جماعت کھڑی ہوگئی تو سنت پڑھے یا جماعت میں شریک ہوجائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر فجر کی سنت نہیں پڑھی اور جماعت کھڑی ہوگئی تو سنت پڑھ لینے کے بعد جماعت میں شامل ہوجانے کا گمان ہو اگرچہ قعدہ ہی میں تو سنت پڑھے پھر جماعت میں شامل ہو اور اگر یہ لگتا ہو کہ سنت پڑھے گا تو جماعت ختم ہوجائے گی تو نہ پڑھے بلکہ جماعت میں شامل ہوجائے۔ یہ حکم سنت فجر کے ساتھ خاص ہے، اس کے علاوہ جماعت کھڑی ہونے کے بعد کوئی بھی سنت یا نفل شروع کرنا جائز نہیں۔

ہندیہ میں ہے: ومن انتهى إلى الإمام في صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتي

الفجر،ان خشي ان يفوته ركعة ويدرك الأخرى يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل،وإن خشي فوتهما،دخل مع الامام وحكي عن الفقيه ابى جعفر:انه قال:على قول أبي حنيفة وابى يوسف،يصلي ركعتي الفجر،لان ادراک التشهد عندهما كإدراك الركعة۔

(ہندیہ،ج:1ج:179،کتاب الصلاة،الباب العاشر:في ادراك الفريضة)

☆☆☆

سوال: اگر ظہر کی سنت نہیں پڑھی اور جماعت کھڑی ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر ظہر کے پہلے کی سنت پڑھنے سے پہلے جماعت کھڑی ہوگئی تو جماعت میں شامل ہوجائے،اب سنت میں مشغول ہونا جائز نہیں،پھر فرض پڑھنے کے بعد سنتیں پڑھے اور سب سے آخر میں ان فوت شدہ سنتوں کو پڑھے۔یہی افضل ہے۔

(بہار شریعت،ج:1،حصہ سوم،ص:664،سنن و نوافل کا بیان)

☆☆☆

سوال: اگر فجر کی سنت نہیں پڑھی تو بعد میں پڑھی جائے گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر فجر کی سنت نہیں پڑھی تو فرض پڑھنے کے بعد اس کو پڑھنا ضروری نہیں،وہ معاف ہوگئی۔ہاں اگر کوئی پڑھنا چاہے تو آفتاب نکلنے کے بیس منٹ بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ سکتا ہے،فرض پڑھنے کے بعد آفتاب بلند ہونے سے پہلے پڑھنا بالاتفاق ممنوع ہے اور اگر فرض کے ساتھ قضا ہوئی ہو تو اگر زوال سے پہلے پہلے فرض کی قضا کرے تو سنت بھی پڑھے اور

زوال کے بعد قضا کرے تو سنت معاف ہے۔

ردالمحتار میں ہے:(قوله:وتقضىٰ إذا فاتت)فلا تقضى الا معه حيث فاتت عن وقتها،أما اذا فاتت وحدها فلا تقضى،ولا تقضى قبل الطلوع ولا بعد الزوال ولو تبعا على الصحيح۔

(ردالمحتار،ج:2،ص:550،باب الوتر والنوافل)

تاتارخانیہ میں ہے:وإذا فاتتا مع الفرض تقضى مع الفرض إلى وقت الزوال،وإذا زالت الشمس يقضي الفرض ولا يقضى السنة۔

(تاتارخانيه،ج:1،ص:468،كتاب الصلاة،الفصل الحادي عشر)

☆☆☆

سوال: نفل نماز جماعت سے پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: نوافل کی جماعت بغیر تداعی کے بالاجماع جائز ہے اور تداعی کے ساتھ ہو تو نماز تراویح، کسوف اور استسقاء کے علاوہ نوافل میں مکروہ تنزیہی و خلاف اولی ہے، گناہ نہیں ہے۔

تداعی کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو جماعت کے لیے بلایا جائے۔اصح قول کے مطابق امام کے علاوہ چار یا اس سے زیادہ مقتدی ہوں تو یہ تداعی ہے جو کہ مکروہ تنزیہی ہے اور چار سے کم مقتدی ہوں تو تداعی نہیں۔

یہ نوافل کی جماعت کا حکم تھا جو کتب فقہ میں لکھا ہوا ہے، مگر لوگ تراویح وغیرہ کے علاوہ دوسرے نوافل بھی اگر جماعت سے پڑھیں تو انہیں روکا نہ جائے، فقہائے کرام نے ایسی

ممانعت سے منع فرمایا ہے۔

در مختار میں ہے: یکرہ ذلك لو علی سبیل التداعی بان یقتدی أربعة بواحد۔

(درمختار، ج:2، ص:604، کتاب الصلاۃ، باب النوافل)

فتاوی رضویہ میں ہے: تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا مذہب معلوم ومشہور۔ اور عامہ کتب مذہب میں مذکور ومسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین اور چار میں اختلاف نقل مشائخ، اور اصح یہ ہے کہ تین میں کراہت نہیں، چار میں ہے، تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں۔ پھر اظہر یہ ہے کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے، یعنی؛ خلاف اولی لمخالفۃ التوارث نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو۔

(فتاوی رضویه، ج:7، ص:430۔431 کتاب الصلاۃ)

☆☆☆

سوال: اگر سنت پڑھ رہا تھا اور جماعت کھڑی ہوگئی تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر سنت غیر موکدہ (عصر وعشاء سے پہلے والی سنتیں) یا نفل پڑھ رہا تھا اور جماعت کھڑی ہوگئی تو اگر پہلی یا دوسری رکعت میں ہے تو دو رکعت پوری کرکے سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور اگر تیسری رکعت میں ہے تو چار رکعت پوری کرے پھر جماعت میں شامل ہو، اور اگر سنت موکدہ (ظہر وجمعہ سے پہلے والی سنتیں) پڑھ رہا تھا تو اسے پوری پڑھے، دو رکعت پر سلام پھیرنے کی اجازت نہیں ہے۔

درمختار مع رد المحتار میں ہے: والشارع فی النفل لا یقطع مطلقا ویتمه الرکعتین وکذا سنة الظهر وسنة الجمعة إذا اقیمت او خطب الامام یتمها اربعا علی القول الراجح۔

(درمختار مع رد المحتار،ج :2،ص :611،کتاب الصلاۃ،باب ادراك الفریضة)

بہار شریعت میں ہے: جمعہ اور ظہر کی سنتیں پڑھنے میں خطبہ یا جماعت شروع ہوئی تو چار پوری کرے۔

(بہار شریعت جلد:1،حصه چہارم،ص:696)

☆☆☆

سوال: نماز تہجد کی کتنی رکعتیں ہیں ؟اور کیا تہجد کے لیے سونا ضروری ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: نماز تہجد کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں،اور بعض مشائخ عظام سے بارہ رکعتیں ثابت ہیں۔

ہاں !نماز تہجد کے لیے سونا ضروری ہے،اگر بغیر سوئے پڑھے تو تہجد نہیں۔

معجم کبیر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إنما التهجد،المرء یصلي الصلاة بعد رقدة۔ تہجد یہ ہے کہ بندہ تھوڑا سونے کے بعد نماز پڑھے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی،ج:3،ص :225)

معالم التنزیل میں ہے: التهجد لا یکون إلا بعد النوم ۔ تہجد سونے کے بعد ہی ہوتی ہے

(مختصر تفسیر بغوی،سورہ أسرا،آیت:79)

ردالمحتار میں قاضی حسین شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے ہے: انه في الاصطلاح صلوة

التطوع في الليل بعد النوم۔ اصطلاح میں رات کو سونے کے بعد نوافل کی ادائیگی کو تہجد کہا جاتا ہے۔

(ردالمحتار،ج:2،ص:566،کتاب الصلاة،مطلب في صلوة الليل)

حضور صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علیہ الرحمہ **فتاوی امجدیہ میں تحریر فرماتے ہیں:** اگر سویا نہ ہو تو تہجد نہیں۔

(فتاوی امجدیہ،ج:1،ص:243)

☆☆☆

سوال: جس جگہ فرض پڑھا اسی جگہ نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: فرض پڑھی ہوئی جگہ پر نوافل پڑھنا جائز و درست ہے؛ البتہ جگہ بدل کر پڑھنا مستحب ہے؛ تاکہ زمین کے دیگر حصے بھی اس شخص کی عبادت پر گواہ ہو جائیں۔

فتح القدیر میں ہے: ان قام الى التطوع في مكانه أو تقدم او تاخر او انحرف يمنة أو يسرة جاز والكل سواء۔

(فتح القدير،ج:1،ص:441،كتاب الصلاة،باب النوافل)

☆☆☆

سوال: چار رکعتی سنت مؤکدہ کے قعدۂ اولی میں بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: چار رکعتی سنت مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنے سے سجدہ سہو

لازم ہوجاتا ہے؛کیوں کہ فرائض واجبات وسنن مؤکدہ میں التحیات کے بعد فوراً کھڑا ہونا واجب ہے،تواگراس نے التحیات کے بعد درود شریف بلکہ صرف ''اللّٰھُمّ صلّ علیٰ مُحمّد''تک پڑھ لیا تو واجب کی ادائیگی میں تاخیر کر دی،اور واجب کی ادائیگی میں تاخیر کے سبب سجدہ سہو لازم ہوجاتا ہے۔

درمختار میں ہے:(ولا يصلي على النبى صلى الله عليه وسلم في القعدة الأولى فى الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها)و لو صلى ساهيا فعليه السهو۔

(درمختار مع تنويرالابصار،ج:2،ص:552،كتاب الصلاة باب الوتر النوافل)

☆☆☆

سوال: ظہر یا جمعہ کے پہلے کی سنت فوت ہوجائے توکب پڑھی جائے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ظہر یا جمعہ کے پہلے کی سنت فوت ہوجائے اور فرض پڑھ لے توفرض کے بعد پڑھی جائے اور افضل یہ ہے کہ سب سے آخر میں پڑھے۔

درمختار میں ہے:(بخلاف سنة الظهر والجمعة)فانه إن خاف فوت ركعة يتركها ويقتدي(ثم ياتي بها)على انها سنة (فى وقته)أي الظهر۔

(درمختار مع تنويرالابصار،ج:2،ص:620،كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل)

(اسی طرح بہار شریعت،ج:1،حصہ سوم،ص:664،سنن و نوافل کا بیان،میں ہے۔)

☆☆☆

نماز تراویح کا بیان

سوال: تراویح کی نماز واجب ہے یا سنت یا نفل؟ اور اس میں کتنی رکعتیں ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: تراویح کی نماز مرد و عورت سب کے لیے سنت مؤکدہ ہے، اس کو چھوڑنا جائز نہیں۔

تراویح میں بیس رکعتیں ہیں اور یہی حدیثوں سے ثابت ہے۔

(۱) امام بیہقی نے اپنی کتاب **"معرفة السنن والآثار"** میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لوگ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں بھی یوں ہی تھا۔

(معرفة السنن والآثار للبيهقي،ج:2،ص:305 حديث:1365،باب قيام رمضان)

(۲) مؤطا امام مالک میں حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے روآیت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ رمضان میں تئیس (23) رکعتیں پڑھتے تھے۔

اس پر امام بیہقی نے کہا کہ اس میں تین رکعتیں وتر کی ہیں۔

(الموطا،لامام مالک،ج:1،ص:120،حديث :257،باب ما جاء فی قيام رمضان)

(السنن الكبرى للبيهقى،ج:2،ص:699،حديث :4618،باب ما روى فى عدد ركعات التراويح)

(۳) سنن کبریٰ میں امام بیہقی نے نقل کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے۔

(السنن الكبرى،للبيهقى حديث،ج:2،ص:699،حديث:4621،باب باب ما روى فى عدد ركعات التراويح)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ نماز تراویح بیس رکعت ہی سنت ہے؛ کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام نے بیس (20) رکعتوں پر مداومت فرمائی ہے.

اور خود حضور کا ارشاد ہے:

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين۔

ترجمہ: تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔

اور یہی جمہور کا قول ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: " رمضان کے قیام کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وتر کے ساتھ اکتالیس رکعتیں ہیں، یہ اہل مدینہ کا قول ہے۔ اور اکثر اہل علم ان احادیث کی بنا پر جو حضرت عمر، علی اور دوسرے صحابۂ کرام سے مروی ہیں، بیس رکعت کے قائل ہیں۔"

لہذا معلوم ہوا کہ تراویح کی رکعتیں بیس ہی ہیں۔

☆☆☆

سوال: کیا کوئی شخص دو مسجدوں میں تراویح کی نماز پڑھ سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دو مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھنے میں حرج نہیں، ہاں مگر وتر ایک ہی مرتبہ پڑھ سکتا ہے، دونوں جگہ پڑھنا جائز نہیں۔

ہندیہ میں ہے: والمقتدى إن صلاها في مسجدين،لا بأس به،ولا ينبغي أن يؤتر في المسجد الثاني۔

(ہندیہ،ج:1،ص:176،کتاب الصلاۃ،الباب التاسع،فصل في التراويح)

تاتارخانیہ میں ہے: والمقتدي إذا صلاها في المسجدين لا بأس به ولكن

ينبغي ان لا يؤتر في المسجد الثاني۔

(تاتارخانيه،ج:1،ص:477،كتاب الصلاة،الفصل الحادي عشر)

☆☆☆

سوال: جس کی تراویح کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئیں وہ وتر جماعت سے پڑھے یا تنہا ؟ اور جس کی عشا کی رکعتیں چھوٹ گئیں وہ وتر جماعت سے پڑھے یا تنہا ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس کی تراویح کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئیں وہ وتر جماعت سے بھی پڑھ سکتا ہے اور تنہا بھی ؛ لیکن جماعت سے پڑھنا افضل ہے جبکہ عشا کا فرض جماعت سے پڑھا ہو اور تراویح پوری کر کے وتر تنہا پڑھے تب بھی جائز ہے۔

اور جس کی عشا کی رکعتیں چھوٹی ہوں وہ وتر جماعت ہی سے پڑھے؛ ہاں اگر عشا کی جماعت ہی چھوٹ گئی تو اب وتر تنہا پڑھے۔

ہندیہ میں ہے: وإذا صلى معه شيئا من التراويح أو لم يدرك شيئا منها او صلاها مع غيره،له أن يصلي الوتر معه،وهو الصحيح۔

(هنديه،ج:1،ص:176،كتاب الصلاة،الباب التاسع،فصل في التراويح)

☆☆☆

سوال: کیا عشا کا فرض پڑھے بغیر تراویح کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عشا کا فرض پڑھے بغیر تراویح میں شریک نہیں ہو سکتا، اس پر لازم ہے کہ پہلے عشا کا فرض ادا کرے پھر تراویح میں شریک ہو؛ کیوں کہ تراویح، عشا کے تابع ہے، تو جب

تک عشاادانہ کرے گاتب تک تراویح ادانہ ہوگی۔اور تراویح کے بعد وترتنہا پڑھے۔

ہندیہ میں ہے: والصحيح أن وقتها ما بعد العشاء إلى طلوع الفجر۔

(ہنديه،ج:1،ص:167،كتاب الصلاة،الباب التاسع،فصل في التراويح)

☆☆☆

سوال: کیاتراویح میں ہر دورکعت پر نیت کرنی ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تراویح میں ہر بار نیت کرنی ضروری نہیں ہے،اگرایک ساتھ بیس رکعتوں کی نیت کرلی تب بھی جائز ہے۔مگر احتیاط یہ ہے کہ ہر دورکعت پر نیت کرے۔

تاتارخانیہ میں ہے: إذا صلى التراويح مع الإمام ولم يجدد لكل شفع نية جاز۔

(تاتارخانیه،ج:1،ص:478،كتاب الصلاة،الفصل الثالث عشر في التراويح)

☆☆☆

سوال: اگر تراویح میں امام نے کوئی آیت یاسورہ چھوڑدی توکیاحکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگرامام نے تراویح میں کوئی آیت یاسورت چھوڑدی تب بھی نماز ہوجائے گی؛ لیکن مستحب یہ ہے کہ پہلے اسے پڑھے پھر آگے بڑھے تاکہ ختم قرآن میں کمی نہ رہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: وإذا غلط في القراءة في التراويح و ترك سورة أو آية وقرأ ما بعد،فالمستحب له أن يقرأ المتروكة ثم المقروءة؛ ليكون قد قرأ القرآن على نحوه۔

(تاتارخانیه،ج:1،ص:480،كتاب الصلاة،الفصل الثالث عشر في التراويح)

سوال: تراویح کی کوئی رکعت فاسد ہو جائے تو اس رکعت میں پڑھا ہوا قرآن دوبارہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: رکعت کے فاسد ہو جانے کی صورت میں اس میں پڑھا ہوا قرآن دوبارہ پڑھا جائے تاکہ قرآن کی تکمیل میں نقصان نہ رہے۔

ہندیہ میں ہے: وإذا فسد الشفع وقد قرأ فيه لا يعتد بما قرأ فيه،ويعيد القراءة ليحصل له الختم فى الصلاة الجائزة.

(ہندیه،ج:1،ص:170،كتاب الصلاة،فصل في التراويح)

☆☆☆

سوال: کیا تراویح میں بھی پہلی رکعت کی قراءت کا دوسری رکعت کی قراءت سے لمبی ہونا افضل ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تراویح میں ہر رکعت کی قراءت کا برابر ہونا افضل ہے، اگر چھوٹی بڑی ہوں تب بھی حرج نہیں، ہاں مگر دوسری رکعت پہلی سے لمبی نہ ہو کہ یہ مکروہ ہے۔

محیط برہانی میں ہے: ان الافضل تعديل القراءة بين التسليمات،و إن خالف فى هذا لاباس به .. وأما التسليمة الواحدة فلا يستحب تطويل الركعة الأولى على الثانية ولا تطويل الثانية على الركعة الأولى۔

(محيط برہانی،ج:1،ص:460،الفصل الثالث عشر في التراويح)

☆☆☆

سوال: امام تراویح میں تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: امام تراویح میں تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کرے واپس بیٹھ جائے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے، نماز ہو جائے گی اور اگر تیسری کا سجدہ کر لے تو ایک رکعت اور ملا لے۔ اب اگر دوسری رکعت پر قعدہ کیا تھا تو چار رکعتیں مانی جائیں گی اور بغیر سجدۂ سہو کے نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا تھا تو آخر کی دو رکعتیں صحیح اور شروع کی دو رکعتیں فاسد ہو گئیں، بشرطیکہ آخر میں سجدہ سہو کر لیا ہو۔ اور شروع کی دو رکعتوں میں پڑھے گئے قرآن کو دوبارہ پڑھنا ہو گا۔

ہندیہ میں ہے: وعن أبي بكر الإسكاف أنه سئل عن رجل قام الى الثالثة في التراويح ولم يقعد في الثانية،قال:إن تذكر في القيام ينبغي أن يعود ويقعد ويسلم،وان تذكر بعد ما سجد للثالثة،فإن أضاف إليها ركعة أخرى كانت هذه الأربع عن تسليمة واحدة،وإن قعد فى الثانية قدر التشهد،اختلفوا فيه،فعلى قول العامة يجوز عن تسليمتين وهو الصحيح

(ہندیه،ج:1،ص:118،کتاب الصلاة،فصل فی التراویح)

☆☆☆

سوال: اگر سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں میں اختلاف ہو جائے کہ دو رکعت پڑھی یا تین، تو امام کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں میں رکعت کے بارے میں اختلاف ہو

جائے توامام کے علم میں جو ہو، اس پر عمل کرے۔ اس صورت میں اسی کا اعتبار ہے اور اگر امام خود شک میں ہو تو جسے سچا جانے اس کی بات پر عمل کرے۔

تاتارخانیہ میں ہے: إذا سلم الإمام في ترويحة فاختلف القوم عليه قال ابو يوسف:يأخذ الإمام بعلم نفسه ولا يدع علمه بقول غيره وفي الخانية:وإن لم يكن الإمام على يقين يأخذ بقول من كان صادقا عنده ۔

(تاتارخانیه،ج:1،ص:484،كتاب الصلاة،الفصل الثالث عشر في التراويح)

☆☆☆

سوال: کیا تراویح میں نابالغ کی امامت جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: صحیح یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغوں کی نماز نہیں ہوتی، خواہ تراویح ہو یا دوسری نمازیں۔

تاتارخانیہ میں ہے: وفي المنتقى:لو ان قوما صلوا خلف الصبي لا تجوز صلاتهم ۔

(تاتارخانیه،ج:1،ص:486،كتاب الصلاة،الفصل الثالث عشر في التراويح)

اسی طرح فتاوی قاضی خان، مسبوط سرخسی وغیرہ میں ہے۔

☆☆☆

سوال: کیا تراویح میں امام تعوذ و تسمیہ، ثنا اور درود شریف وغیرہ میں تخفیف کر سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بلا ضرورت امام کے لیے ثنا، تعوذ و تسمیہ میں تخفیف کرنا مناسب نہیں، ہاں اگر

مقتدیوں پر گراں گزرے تو درود شریف کے بعد دعا چھوڑنے میں حرج نہیں، بلکہ درود میں "اللهم صل على محمد وآله" پر اکتفا کرلے تب بھی حرج نہیں۔

درمختار میں ہے: ویاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع، (ویزید) الامام (علی التشهد، إلا أن یمل القوم فیاتي بالصلوات) ویکفي باللهم صل علی محمد أو یترك الدعوات۔)

(درمختار مع تنویر الابصار، ج:2، ص:602، مبحث: صلاۃ التراویح)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کی تراویح کی جماعت چھوٹ جائے تو کیا تنہا اس کی قضا کرے گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر تراویح کی جماعت چھوٹ جائے تو وقت کے اندر اس کی قضا کرے گا اور وقت گزرنے کے بعد نہیں۔ اس کا وقت وہی ہے جو عشا کا وقت ہے، یعنی نماز عشا کے بعد سے طلوع فجر تک۔

درمختار میں ہے: (ولا تقضیٰ إذا فاتت أصلا) ولا وحده في الأصح۔

(در مختار مع تنویر الابصار، ج:2، ص:598، کتاب الصلاۃ، مبحث صلاۃ التراویح)

ہندیہ میں ہے: إذا فاتت التراويح لا تقضى بجماعة ولا بغيرها وهو الصحيح۔

(ہندیہ، ج:1، ص:169، کتاب الصلاۃ، فصل في التراويح)

☆☆☆

سوال: کیا تراویح کی نماز بیٹھ کر پڑھنا درست ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: بغیر عذر کے تراویح کی نماز بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے، اور بعض فقہاے کرام کے نزدیک بیٹھ کر پڑھا تو ہوگی ہی نہیں ؛ لہذا جتنی دیر کھڑا رہ سکتا ہے اتنی دیر کھڑا رہے، پھر بیٹھ جائے۔

درمختار میں ہے: (وتكره قاعدا)لزيادة تأكدها،حتى قيل:لا تصح (مع القدرة على القيام۔)

(درمختار مع تنوير الابصار،ج:2،ص:603،مبحث فى التراويح)

نماز وتر کا بیان

سوال: وتر کی نماز فرض ہے یا واجب یا سنت؟ اور اگر چھوٹ جائے تو اس کی قضا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: وتر کی نماز واجب ہے، اور اگر چھوٹ جائے تو اس کی قضا بھی واجب ہے۔

ہندیہ میں ہے: عن أبي حنيفةرحمه الله تعالى۔ في الوتر ثلاث روايات، في رواية فريضة وفي رواية سنة مؤكدة وفى رواية واجب، وهي آخر أقواله وهو الصحيح۔

كذا في محيط السرخسي ويجب قضاؤه بتركه ناسيا او عامدا أو طالت المدة

(ہندیہ، ج:2، ص:161، كتاب الصلاة، الباب الثامن في الوتر)

☆☆☆

سوال: اگر دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر دعائے قنوت یاد نہ ہو تو یہ دعا پڑھے: رَبّنا اٰتنَا فِي الدُّنيا حَسَنَةً وَّ في الآخِرةِ حَسَنَةً وّ قِنَا عَذَابَ النَّار ۔ اور یہ بھی نہ ہو تو یہ کہے: **اللھم اغفرلي۔ تین مرتبہ۔**

تاتارخانیہ میں ہے: ومن لم يحسن القنوت يقول: ربنا آتنا۔۔: وقال الشيخ ابو الليث يقول: اللهم اغفرلى ويكرر وفي شرح الطحاوى: ويقول ثلاث

مرات.

(تاتارخانیه،ج:1،ص:490،کتاب الصلاة،الفصل الثالث عشر)

☆☆☆

سوال: اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع نے میں چلا گیا تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر دعائے قنوت پڑھے بغیر رکوع میں چلا گیا۔ تو اب قیام کی طرف نہ لوٹے بلکہ نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے، نماز ہو جائے گی۔ اور اگر قیام کی طرف پلٹ گیا اور قنوت پڑھا تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی مگر گناہ گار ہوگا۔ لیکن اس پر ضروری ہے کہ اب دوبارہ رکوع نہ کرے بلکہ سیدھا سجدے میں چلا جائے، اگر رکوع کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

تاتارخانیہ میں ہے: إذا نسي القنوت حتى ركع وتذكر في الركوع فعن اصحابنا فيه روايتان،في رواية:يعود إلى القيام ويقنت،وفي رواية أخرى: يمضي على ركوعه ولا يرفع رأسه للقنوت،وذكر في بعض المواضع انه يعود إلى القيام ويأتي بها فى حالة القيام،ثم إذا عاد الى القيام وقنت لا يعيد الركوع،لأن الركوع فرض والقنوت واجب ولايجوز رفض الفرض لاقامة الواجب وفي الظهيرية:والصحيح انه لا يقنت في الركوع ولا يعود إلى القيام، فإن عاد القيام وقنت ولم يعد الركوع لم تفسد صلاته.

(تاتارخانیه،ج:1،ص:489،کتاب الصلاة،الفصل الثالث عشرفي التراويح)

☆☆☆

سوال: دعائے قنوت پڑھنے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر تکبیر نہیں کہی تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دعائے قنوت پڑھنے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنا واجب ہے، لہذا اگر ہاتھ نہیں اٹھایا تو سجدہ سہو کرے۔

ہندیہ میں ہے: ولو ترك التكبيرة التي بعد القراءة قبل القنوت،سجد للسهو

(ہندیہ،ج:1،ص:187،الباب الثاني عشر،في سجود السهو)

☆☆☆

سوال: اگر وتر جماعت کے ساتھ پڑھیں تو کیا مقتدی بھی دعائے قنوت پڑھیں یا خاموش رہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دعائے قنوت سب پر واجب ہے، خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد؛ لہذا مقتدی بھی دعائے قنوت پڑھیں ورنہ گنہ گار ہوں گے۔ مگر دعائے قنوت سے مراد وہ مشہور دعا نہیں ؛بلکہ یہ ہر دعا کو عام ہے؛یعنی کوئی سی بھی دعا پڑھ لینے سے واجب ادا ہو جائے گا۔

در مختار میں ہے: (ركع الإمام قبل فراغ المقتدي)من القنوت قطعه و (تابعه)ولو لم يقرأ منه شيئا تركه إن خاف فوت الركوع معه۔

اس کے تحت ردالمختار میں ہے: (قوله:قطعه وتابعه)لأنّ المراد بالقنوت هنا الدعاء الصادق على القليل والكثير وما أتى به منه كاف في سقوط الواجب وتكميله مندوب والمتابعة واجبة فيترك المندوب للواجب۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:2،ص:10،باب الوتر و النوافل)

نماز مسافر کا بیان

سوال: حالت سفر میں چار رکعت کی جگہ دو رکعت پڑھنا عزیمت ہے یا رخصت؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حالت سفر میں ظہر، عصر اور عشا کے فرض میں دو رکعت پڑھنا عزیمت ہے اور چار رکعت پڑھنے والا گنہ گار، مسافر کے حق میں دو رکعت ہی پوری نماز ہے۔

ہندیہ میں ہے: وفرض المسافر فی الرباعیة رکعتان،والقصر واجب عندنا۔

(ہندیہ،ج:1،ص:199،کتاب الصلاة،الباب الخامس في صلاة المسافر)

☆☆☆

سوال: حالت سفر میں کن نمازوں میں قصر ہے اور کن نمازوں میں قصر نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حالت سفر میں ظہر، عصر اور عشاء کے فرض میں قصر ہے، یعنی چار کے بجائے دو رکعتیں پڑھے، ان کے علاوہ نمازوں میں قصر نہیں۔

☆☆☆

سوال: سفر میں سنتیں پڑھی جائیں گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سفر میں سکون و امن کی حالت میں سنتیں پڑھی جائیں گی اور خوف و فرار کی

حالت میں معاف ہیں۔

ہندیہ میں ہے: وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن،والمختار أنه لا يأتي بها في حالالخوف ويأتي بها في حال القرار والأمن۔هكذا في الوجيز الكردری۔

(ہندیه،ج:1،ص:199،كتاب الصلاة،الباب الخامس في صلاة المسافر)

اسی طرح البحرالرائق،ج:2ص:130۔حلبی کبیری،ص:244،اور **بہار شریعت**،ج:1،ص:744 پر ہے۔

☆☆☆

سوال: کتنی مسافت کی نیت سے نکلنے والا مسافر ہوجاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ساڑھے ستاون میل یعنی تقریبا بانوے (۹۲) کلومیٹر کی مسافت جانے کے ارادے سے نکلنے والا مسافر ہوجاتا ہے۔

☆☆☆

سوال: کم سے کم کتنے دن ٹھہرنے کی نیت سے آدمی مقیم ہوجاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت سے آدمی مقیم ہوجاتا ہے، اس سے ایک دن بھی کم کی نیت ہو تو مسافر ہی رہے گا۔

ہندیہ میں ہے: ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة او

قرية خمسة عشر يوما أو أكثر۔

(ہندیہ،ج:1،ص:199،كتاب الصلاة،الباب الخامس في صلاة المسافر)

☆☆☆

سوال: کیا صرف نیت کرنے سے آدمی مسافر ہو جاتا ہے یا مسافر ہونے کے لیے سفر بھی کرنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: صرف نیت کرنے سے آدمی مسافر نہیں ہوتا؛ بلکہ مسافر اس وقت سے ہے کہ اپنے گاوں سے باہر ہو جائے، اور شہر میں ہے تو شہر کے آس پاس کی آبادی سے باہر ہو جائے، اور کم از کم بانوے کلومیٹر سفر کا ارادہ ہو۔

درمختار میں ہے: (من خرج من عمارة موضع إقامته،من جانب خروجه (قاصدا مسيرة ثلاثة ايام ولياليها۔)

(درمختارمع تنویرالابصار،ج:2،ص:722،كتاب الصلاة،صلاة المسافر)

ہندیہ میں ہے: ولا يصير مسافرا بالنية حتى يخرج۔

(ہندیہ،ج:1،ص:،199 الباب الخامس في صلاة المسافر)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے دو شہروں میں گھر بنوالیا اور دونوں جگہ رہتا ہے تو ایسی صورت میں نماز میں قصر کرے گا یا پوری پڑھے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر کسی نے دو شہروں میں گھر بنوالیا اور دونوں جگہ رہتا ہے یا ایک جگہ خود رہتا

ہے اور دوسری جگہ اس کی بیوی بچے رہتے ہیں، اور یہ کبھی کبھی ان کے پاس آتا جاتا ہے تو نماز پوری پڑھے گا، قصر کرنے کی اجازت نہیں۔ دونوں شہر اس کے لیے وطن اصلی ہیں۔

ہندیہ میں ہے: ویبطل الوطن الأصلي بالوطن الأصلي إذا انتقل عن الأول باهله، وأما إذا لم ينتقل بأهله ولكنه استحدث أهلا ببلدة أخرى، فلا يبطل وطن الأول ويتم فيهما۔

(ہندیہ، ج:1، ص:202، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

☆☆☆

سوال: کوئی شخص بیوی بچوں کو لے کر کسی شہر میں رہتا ہے اور پہلے والے شہر میں بھی اس کا گھر اور زمین وغیرہ ہے تو وہ دونوں جگہ مقیم مانا جائے گا یا ان میں سے کسی ایک جگہ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر پہلے والے شہر میں بھی گھر اور زمین وغیرہ ہے تو دونوں جگہ مقیم ہی مانا جائے گا۔ ہاں اگر پہلے والے شہر کا گھر وغیرہ بیچ کر دوسری جگہ مکمل طور پر سکونت اختیار کرلے تو پہلا شہر اس کا وطن نہ رے گا۔

ہندیہ میں ہے: ولو انتقل بأهله ومتاعه إلى بلد وبقي له دور وعقار فى الأول، قيل: بقي الاول وطنا له واليه اشار محمد رحمه الله فى الكتاب۔ كذا فى الزاهدى۔

(ہندیہ، ج:1، ص:202، کتاب الصلاۃ الباب الخامس في صلاة المسافر)

☆☆☆

سوال: عورت شادی کے بعد اپنے میکے جائے تو میکے میں نماز پوری پڑھے گی یا قصر

کرے گی؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر عورت سسرال میں رہنے سہنے لگی، میکے کبھی کبھی چند دنوں کے لیے چلی جاتی ہے اور میکا، سسرال سے بانوے کلومیٹر کی دوری پر ہے، تو میکے میں نماز قصر کرے گی، بشرطیکہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو، اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت سے گئی، تو پوری نماز پڑھے گی۔

☆☆☆

سوال: اگر مسافر کسی مقیم امام کی اقتدا میں نماز پڑھے تو قصر کرے یا پوری پڑھے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر مسافر کسی مقیم کی اقتدا میں نماز پڑھے تو پوری پڑھے، قصر نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ مقیم کی اقتدا کرنے کی وجہ سے اس پر بھی چار رکعتیں فرض ہو گئیں۔

درمختار میں ہے: أما اقتداء المسافر بالمقيم فيصح في الوقت ويتم۔

(درمختار، ج:2، ص:736، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر)

☆☆☆

سوال: مقیم مقتدی نے مسافر امام کی اقتدا میں نماز پڑھی تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ اپنی نماز کیسے مکمل کرے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مقیم مقتدی، مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور ان

رکعتوں میں قراءت بالکل نہ کرے بلکہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کی مقدار خاموش کھڑا رہے، پھر عام نمازوں کی طرح رکوع و سجود کرے اور تشہد و درود وغیرہ پڑھ کر اپنی نماز مکمل کرلے اور اگر مقتدی کی ایک یا دو رکعتیں چھوٹ گئی ہوں تو وہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت نہ کرے؛ کیوں کہ ان میں وہ لاحق ہے اور لاحق کا حکم مُدرک کی طرح ہے کہ وہ قراءت نہ کرے بلکہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بقدر خاموش کھڑا رہے۔ اور اس کے بعد کی رکعتوں میں قراءت کرے؛ کیوں کہ ان میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق کا حکم منفرد کی طرح ہے کہ وہ قراءت کرے گا۔

ہندیہ میں ہے: وإن صلى المسافر بالمقيمين ركعتين، سلم وأتم المقيمون صلاتهم وصاروا منفردين كا المسبوق إلا انهم لا يقرؤون في الأصح۔

(ہندیہ، ج:1، ص:202، كتاب الصلاة، الباب الخامس في صلاة المسافر)

ردالمحتار میں ہے: مقيم أتم بمسافر فهو لاحق بالنظر للأخيرتين وقد يكون مسبوقا أيضا كما إذا فاتته أول صلاة امامه المسافر۔

در مختار میں ہے: اللاحق يبدأ بقضاء ما فاتته بلا قرأة ثم ما سبق به بها إن كان مسبوقا ايضا۔

(در مختار مع ردالمحتار، ج:1، ص:595، كتاب الصلاة، صلاة المسافر)

☆☆☆

سوال: حالت سفر میں چھوٹی ہوئی نماز کی قضا گھر میں کرے تو پوری پڑھے یا قصر کرے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: حالت سفر میں چھوٹی ہوئی نماز کی قضا گھر میں کرے تو جن نمازوں میں قصر

واجب ہے ان میں قصر کرے اور جن میں قصر نہیں ان کو پوری پڑھے۔ یعنی ظہر، عصر اور عشا کی فرض نماز، قصر کے ساتھ دو۔ دو رکعت پڑھی جائے گی اور فجر کی مکمل دو، اور مغرب و وتر کی مکمل تین رکعت پڑھی جائے گی۔ اور سنتوں کی قضا نہیں ہے۔

ہندیہ میں ہے: فيقضى مسافر في السفر ما فاته في الحضر من الفرض الرباعي أربعا والمقيم في الإقامة ما فاته في السفر منها ركعتين۔

(ہندیہ،ج:1،ص:180،كتاب الصلاة،الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت)

☆☆☆

سوال: کسی شہر میں جانے کے بعد یہ ارادہ کیا کہ جب مقصد پورا ہو جائے گا تب واپس جاؤں گا، اس نے دس دن یا بیس دن کی نیت نہیں کی تو وہ نماز میں قصر کرے یا پوری پڑھے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: پوچھی گئی صورت میں وہ شخص مسافر ہی رہے گا، لہذا نماز میں میں قصر کرے؛ یعنی چار رکعت والی فرض میں دو ہی رکعت پڑھے، باقی سنتوں اور نوافل میں قصر نہیں کرے گا، بلکہ پوری پڑھے گا۔

ہندیہ میں ہے: ولو بقي في المصر سنين على عزم انه اذا قضى حاجته يخرج ولم ينو الإقامة خمسة عشر يوما، قصر۔

(ہندیہ،ج :1،ص:200،كتاب الصلاة،الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

☆☆☆

سوال: جمعہ کے دن سفر کرنا کیسا ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جمعہ کے دن زوال سے پہلے سفر کرنے کی اجازت ہے، اور زوال کے بعد سفر

پر نکلنے کے بارے میں فقہاے کرام کا اختلاف ہے۔ اکثر فقہاے کرام اس سے منع کرتے ہیں۔ لہذا بغیر سخت ضرورت، جمعہ کے دن، زوال کے بعد سفر پر نہ نکلے، یہی بہتر ہے۔ اور اگر ضروری ہو تو حرج نہیں۔

اس مسئلے کی تفصیل محیط برہانی، البحر الرائق، در مختار وغیرہ کتب فقہ میں موجود ہے۔

☆☆☆

سوال: کیا حالت سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہر نماز کی ابتدا اور اس کے ختم ہونے کا وقت شریعت میں مقرر ہے، دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں۔

سنن ترمذی میں حدیث پاک ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں بلا عذر پڑھنے کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے؛ البتہ صورتاً دو نمازوں کو سفر میں جمع کرنا جائز ہے۔ یعنی ایک نماز اس کے وقت کے آخر میں اور دوسری نماز اس کے وقت کے شروع میں پڑھی جائے تو اس کی گنجائش ہے؛ لیکن حقیقی طور پر دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا ناجائز و گناہ ہے۔

در مختار میں ہے: (ولا جمع بين فرضين فی وقت) بعذر سفر و مطر (فإن جمع فسد لو قدم) الفرض علی وقته و حرم لو عكس۔

(درمختار مع تنویر الابصار، ج:1، ص:381، کتاب الصلاة، صلاة المسافر)

☆☆☆

سوال: کیا حالت سفر میں جمعہ فرض ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حالت سفر میں جمعہ فرض نہیں، مگر پڑھے گا تو ثواب پائے گا۔

ہندیہ میں ہے: والاحكام التي تتغير بالسفر هى قصر الصلاة و سقوط وجوب الجمعة والعيدين۔

(ہندیہ، ج:1، ص:198، كتاب الصلاة، الباب الخامس في صلاة المسافر)

مریض کی نماز کا بیان

سوال: مریض اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: جتنی دیر کھڑا رہ سکتا ہے اتنی دیر کھڑے رہنا فرض ہے؛ لہذا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوگی۔ ہاں اگر ایسا مرض ہے کہ کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر سجدہ نہیں کر سکتا، تو قیام ساقط ہے. اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی اگر چہ کھڑے ہونے پر قادر ہو۔

در مختار میں ہے: وان قدرعلى بعض القيام ولو متكئا على عصا او حائط قام لزوما بقدر ما يقدر ولو قدر آية او تكبيرة على المذهب۔

(درمختار مع رد المحتار،ج:1،ص:247،کتاب الصلاة،باب صلاة المريض،)

☆☆☆

سوال: کس مجبوری میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر ایسی مجبوری ہو کہ مریض کھڑا تو ہو سکتا ہے؛ مگر رکوع و سجود نہیں کر سکتا، یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا، یا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے نقصان لاحق ہوگا، یا مرض بڑھ جائے گا، یا دیر میں ٹھیک ہوگا، یا چکر آتا ہے یا کھڑے ہونے میں پاؤں میں ناقابل برداشت درد پیدا ہو جاتا ہے وغیرہ، تو ان صورتوں میں بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

درمختار میں ہے: (من تعذرعليه القيام لمرض)حقيقى وحده ان يلحقه بالقيام ضرر او حكمي بان (خاف زيادته او بطء برئه بقيامه او دوران راسه او وجد لقيامه الما شديدا (صلى قاعدا۔)

(درمختار،ج:2،:98،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ المریض)

☆☆☆

سوال: اگر کچھ دیر کھڑے رہ سکتا ہے، زیادہ دیر نہیں، توکیااس صورت میں بھی کھڑے ہوناضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: جتنی دیر کھڑے رہ سکتا ہے تواتنی دیر قیام کرنافرض ہے اگرچہ کسی چیز پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو، اگرچہ پورے رکن میں کھڑے رہنے پر قادر نہ ہو۔ اور ایسا شخص جو تھوڑی دیر قیام کر سکتا ہے وہ بیٹھ کر نماز شروع کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔ ہاں اگر پاؤں وغیرہ میں ایسی تکلیف ہے کہ کھڑے ہوکر سجدہ نہیں کر سکتا تو اس سے قیام ساقط ہے، اب بیٹھ کر نماز شروع کرے گا تو نماز ہو جائے گی۔

درمختار میں ہے: (وان قدر على بعض القيام)و لو متكئا على عصا أوحائط (قام)لزوما بقدر ما يقدر ولو قدر آية او تكبيرة على المذهب (ولو تعذر)ليس تعذرهما شرطا بل تعذر السجود كاف (لا)القيام أومأ قاعدا)و هو الافضل۔

(در مختار مع تنویر الابصار،ج:2،ص:97،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ المریض)

☆☆☆

سوال: کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا کب جائز ہے اور کب نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: بلا عذر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ،؛کیوں کہ نماز میں قیام، رکوع اور سجود فرائض میں سے ہیں، اور بلا عذر ان میں سے کسی کو چھوڑنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

اور کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا ان تمام فرائض کو چھوڑ دیتا ہے ؛چنانچہ وہ قیام کی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور رکوع و سجود کی جگہ محض اشارہ کرتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ ہاں اگر عذر ہو تو کرسی پر یا ویسے ہی زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔

عذر کی دو صورتیں ہیں

(۱)... قیام پر قدرت نہ ہو، بالکل قدرت نہ ہو یا کچھ دیر قدرت رہے پھر نہ رہے ؛مگر رکوع و سجود کر سکتا ہو۔ اس صورت میں مریض جتنی دیر قیام کر سکتا ہے اتنی دیر قیام کر کے باقی نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، مگر چوں کہ رکوع و سجود پر قادر ہے اس لیے صحیح طریقہ پر رکوع کرے اور سجدہ بھی زمین پر کرے۔ اس صورت میں اگر کرسی پر بیٹھ کر اشارے سے رکوع یا سجدہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی، لہذا ایسے مریض کو چاہئے کہ نماز میں کرسی کا استعمال ہی نہ کرے؛ بلکہ زمین پر جس طرح ممکن اور آسان ہو، بیٹھ کر نماز پڑھے، کیوں کہ کرسی سے اتر کر زمین پر سجدہ کرنے اور پھر واپس کرسی پر بیٹھنے میں بڑی دقت اور پریشانی ہوگی۔ لیکن کرسی پر بیٹھے گا تو نماز صحیح ہوگی۔

(۲)... رکوع و سجود دونوں پر قدرت نہ ہو یا رکوع پر تو قدرت ہو؛ لیکن سجدے پر قدرت نہ ہو۔ مثلاً: پاؤں یا کمر وغیرہ میں ایسی بیماری ہے کہ سجدہ نہیں کر سکتا، یا سجدہ تو کر سکتا ہے ؛لیکن شدید قسم کا درد ہونے لگتا ہے، یا پاؤں میں ایسا زخم ہے کہ پاؤں موڑے گا تو زخم کو نقصان پہنچے گا، یا ایسی بیماری ہے کہ پاؤں موڑنے پر دیر میں ٹھیک ہوگی۔ وغیرہ تو ایسا مریض اگرچہ کھڑا ہو سکتا ہو؛ مگر اس سے قیام ساقط ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مریض زمین پر بیٹھ کر

اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے اور کرسی پر بیٹھ کر بھی دونوں صورتیں جائز ہیں۔

☆☆☆

سوال: جو مریض بستر پر ہوتے ہیں، بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوتے تو وہ نماز کسی طرح پڑھیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو مریض بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوتے وہ لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھیں، خواہ داہنی یا بائیں کروٹ پر لیٹ کر قبلہ کو منہ کریں، خواہ چت لیٹ کر قبلہ کو پاؤں کریں، مگر پاؤں نہ پھیلائیں بلکہ گھٹنے کھڑے رکھیں اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر اونچا کر لیں تاکہ منہ قبلہ کو ہو جائے۔ ہاں اگر گھٹنے کھڑے کرنے یا سر اونچا کرنے میں بھی تکلیف ہو تو جیسے آسانی ہو ویسے کر سکتے ہیں۔ اور اگر ایسا مریض ہے جو سر سے اشارہ بھی نہ کر سکے تو اس سے نماز ساقط ہے۔

درمختار میں ہے: (وإن تعذر القعود)ولو حكما (أومأ مستلقيا)على ظهره (و رجلاه نحو القبلة)غير أنه ينصب ركبتيه لكراهة مد الرجل إلى القبلة ويرفع رأسه يسيرا (او على جنبه)الايمن او الايسر ووجهه اليها (والاول الافضل)۔

(درمختارمع تنویرالابصار،ج:2،ص:99،كتاب الصلاة باب صلاة المريض)

نماز جمعہ کا بیان

سوال: جو شخص نماز جمعہ پڑھائے وہی خطبہ بھی دے یا دوسرا شخص بھی خطبہ پڑھ سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بغیر ضرورت امام کے علاوہ شخص کا خطبہ پڑھنا منع ہے؛ لیکن پڑھ دیا تو خطبہ ادا ہو جائے گا۔

درمختار میں ہے: (لا ينبغي ان يصلي غير الخطيب)لانهما كشئ واحد۔

(درمختارمع رد المحتار،ج:3:ص:43،كتاب الصلاة،باب الجمعة)

☆☆☆

سوال: عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں خطبہ پڑھنا سنت کے خلاف ہے: کیوں کہ سرکار علیہ السلام، صحابہ کرام و تابعین عظام نے ہمیشہ عربی زبان میں ہی خطبۂ جمعہ پڑھا ہے،؛ حالاں کہ صحابہ و تابعین کے زمانے میں بہت سارے عجمی شہر فتح ہو چکے تھے، اور ان حضرات میں بہت سارے لوگ عجمیوں کی زبانیں جانتے تھے؛ مگر کسی نے بھی عجمیوں کی رعآیت کرتے ہوئے ان کی زبان میں خطبہ نہیں دیا؛ بلکہ ہمیشہ عربی زبان میں ہی خطبہ دیا۔ لہذا عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں خطبہ دینا سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔

☆☆☆

سوال: کیا عصا لے کر خطبہ پڑھنا سنت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اکثر فقہاے کرام کے نزدیک بلا ضرورت عصا لے کر خطبہ پڑھنا خلافِ سنت اور مکروہ ہے ۔ جیسا کہ فتاوی تاتارخانیہ، خلاصہ، محیط برھانی، البحر الرائق، ہندیہ اور در مختار وغیرہ معتمد کتب فقہ میں مذکور ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: واذا خطب متكئا على القوس أو على العصا جاز إلا انه يكره لأنه خلاف السنة۔

(تاتارخانیه،ج:2،ص:61،کتاب الصلاة،باب صلاة الجمعة)

خلاصہ میں ہے:

و يكره ان يتكئ على قوس او عصا۔

محیط برہانی میں ہے: اذا خطب متكئا على عصا او على قوس جاز الا انه يكره؛لانه خلاف السنة۔

(محيط برهانی،ج:1،ص:148،کتاب الصلاة،الفصل الخامس و العشرون)

فتاوی رضویہ میں اعلی حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"خطبے میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علما نے سنت لکھا اور بعض نے مکروہ، اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مؤکدہ نہیں، تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے، مگر جب کوئی عذر ہو۔ وہ اس لیے کہ سنت اور مکروہ ہونے میں شک ہو تو اس کا ترک بہتر ہوتا ہے۔

(فتاوی رضويه،ج:8،ص: كتاب الصلاة،باب الجمعة)

☆☆☆

سوال: دوران خطبہ قرآن کی آیت پڑھے تو تعوذ و تسمیہ پڑھے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دوران خطبہ قرآن کی آیت پڑھے تو صرف تعوذ پر اکتفا کرے، تسمیہ نہ پڑھے۔ یہی اکثر مشائخ کرام کا مذہب ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: وان قرأ آية من القرآن اختلف المشائخ فيه، قال بعضهم يتعوذ ويسمى و اكثرهم قالوا يتعوذ ولا يسمى.

(تاتارخانيه:2،ص62:تاب الصلاة،فصل في شرائط الجمعة)

☆☆☆

سوال: خطبہ کے وقت بات چیت کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: خطبہ کے وقت خاموش رہنا اور خطبہ کو غور سے سننا واجب ہے؛ یہاں تک کہ اگر کسی کو بری بات کرتے ہوئے دیکھے تب بھی زبان سے منع کرنا ناجائز ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کے روز خطیب کے خطبہ کے دوران اگر تم نے اپنے ساتھی سے خاموش ہونے کو کہا تب بھی تم نے لغو اور فضول کام کیا۔

(صحيح بخارى،حديث:892،صحيح مسلم،حديث:851)

ہندیہ وغیرہ میں ہے: وإذا خرج الامام فلا صلاة ولا كلام۔

(ہندیه،ج:1،ص:208،كتاب الصلاة،الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)

☆☆☆

سوال: خطبہ کے دوران کس طرح بیٹھنا سنت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: خطبہ کے دوران جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھ سکتا ہے؛ البتہ جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں اس طرح دوزانوں ہو کر بیٹھنا مستحب ہے۔

ہندیہ میں ہے: ان شاء جلس محتبيا او متربعا او كما تيسر ويستحب ان يقعد فيها كما يقعدفى الصلاة۔

(ہندیه،ج:1ص:209،کتاب الصلاة،الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)

☆☆☆

سوال: اگر امام کی آواز سنائی نہ دے تو کیا خطبہ کے وقت قرآن کی تلاوت یا تسبیح وغیرہ پڑھ سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: خطبہ کے وقت تمام حاضرین پر خاموش رہنا واجب ہے، خواہ امام کی آواز سنائی دے یا نہ سنائی دے، لہذا خطبہ کے وقت قرآن کی تلاوت یا تسبیح وغیرہ پڑھنا جائز نہیں۔

ہندیہ میں ہے: والنائي عن الإمام في استماع الخطبة كالقريب والانصات في حقه هو المختار۔

(ہندیه،ج1،ص:208،کتاب الصلاة الباب السادس عشر فى صلاة الجمعه)

☆☆☆

سوال: خطبہ میں خطیب جب "صلوا عليه وسلموا تسليما" کہتا ہے تو کیا لوگ زبان سے درود پاک پڑھ سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: خطبہ کے دوران زبان سے درود شریف پڑھنے کی اجازت نہیں، ہاں دل میں

پڑھ سکتے ہیں۔

در مختار میں ہے: والصواب أنه يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم عند سماع اسمه في نفسه۔

(در مختار مع رد المحتار،ج:3،ص:40،کتاب الصلاۃ،باب الجمعه)

☆☆☆

سوال: دونوں خطبوں کے دوران ہاتھ اٹھاکر دعا کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دونوں خطبوں کے درمیان مقتدیوں کے لیے ہاتھ اٹھاکر دعا کرنا، یوں ہی زبان سے دعا کرنا جائز نہیں، اگر کریں گے تو گنہ گار ہوں گے۔ ہاں دل میں دعا کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

در مختار میں ہے: اذا خرج الامام من الحجرة فلا صلاة ولا كلام الى تمامها۔

(در مختار،ج:2،ص:157،باب صلاة الجمعة)

فتاوی رضویہ میں ہے: جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں، زبان سے اصلاً تلفظ نہ ہو، تو حرج نہیں۔

(فتاوی رضویه،ج:8،ص:62)

فتاوی امجدیہ میں ہے: دونوں خطبوں کے درمیان اگر خطیب چاہے تو کچھ پڑھ سکتا ہے، یا دعا کر سکتا ہے، مقتدیوں کے لیے جائز نہیں۔

(فتاوی امجديه،ج:1،ص:299)

☆☆☆

سوال: خطبہ کے وقت کسی کی چھینک یا سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: خطبہ کے وقت کسی کی چھینک یا سلام کا **جواب** دینا جائز نہیں ؛بلکہ خاموشی کے ساتھ خطبہ سننا واجب ہے۔

ہندیہ میں ہے: و إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام سواء كان كلام الناس او التسبيح او تشميت العاطس أو رد السلام۔

(ہندیہ،ج:1،ص:208،کتاب الصلاة الباب السادس عشر فی صلاة الجمعه)

☆☆☆

سوال: ہندوستان کے قصبات اور بڑے دیہاتوں میں جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مذہب کی رُو سے ہندوستان کے قصبات اور بڑے دیہاتوں میں جمعہ کی نماز پڑھنا درست نہیں، کیوں کہ جمعہ صحیح ہونے کے لیے مصر کا ہونا ضروری ہے اور ہندوستان کے قصبات اور دیہات پر مصر کی تعریف صادق نہیں آتی ؛لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت نادرہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد، عاقل، بالغ اور تندرست آباد ہوں کہ جن پر جمعہ فرض ہو سکے، اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہو جائیں تو سمانہ سکیں ؛بلکہ انھیں جمعہ کے لیے جامع مسجد بنانی پڑے تو وہ جگہ جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے مصر سمجھی جائے گی۔

(ہدایہ،ج:1ص:109 باب صلاة الجمعة)

متأخرین کی ایک جماعت نے لوگوں کے تعامل اور بعض دینی مصلحتوں کی بنا پر امام ابو یوسف کی اس روایت نادرہ پر فتویٰ دیا اور دیہات وقصبات میں جمعہ کی نماز کو جائز قرار دیا ہے۔

"مجلس شرعی کے فیصلے" میں بحوالہ "فیصل بورڈ بریلی شریف" مرقوم ہے: 'جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے (کہ وہ نہ تو فی الحال پرگنہ ہے اور نہ کبھی پرگنہ تھا مگر مدت سے وہاں جمعہ قائم ہے) تو اس میں اس روایت نادرہ کی بنا پر جمعہ و عیدین ہو سکتے ہیں، اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متأخرین نے اختیار فرمایا ہے۔

(مجلس شرعی کے فیصلے، ج:1، ص:204)

در مختار میں ہے: ویشترط لصحتها المصر وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها، وعليه فتوى أكثر الفقهاء۔

اس کے تحت شامی میں ہے: وقال ابو شجاع: هذا أحسن ما قيل فيه، و فى الولوالجية: وهو صحيح وعليه مشى في الوقايه ومتن المختار وشرحه وقدمه فى متن الدرر على القول الآخر وظاهره ترجيحه وأيده صدر الشريعة۔

(در مختار مع رد المحتار، ج:3، ص:6، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

☆☆☆

سوال: مسافر پر جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مسافر پر جمعہ فرض نہیں؛ لیکن پڑھے گا تو ثواب کا مستحق ہوگا۔

ہندیہ وغیرہ کتب فقہ میں ہے: لا تجب الجمعة على العبيد والنسوان والمسافرين۔

(ہندیہ، ج1: ص:205، کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة)

☆☆☆

سوال: پاؤں اور آنکھوں سے معذور شخص پر جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: دونوں پاؤں سے معذور شخص پر جمعہ فرض نہیں، اور ایک پاؤں سے معذور شخص اگر مسجد تک جاسکتا ہو تو اس پر فرض ہے، ورنہ نہیں۔

اور آنکھوں سے معذور شخص اگر بغیر کس کی مدد کے بازاروں اور راستوں میں چلتا، پھرتا ہو اور جس مسجد میں چاہے جاسکتا ہو تو اس پر جمعہ فرض ہے۔ اور اگر بغیر مدد کے مسجد تک نہیں آسکتا تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔

ردالمحتار میں ہے: (قوله:فتجب على الأعور)بل يظهرلى وجوبها على بعض العميان الذي يمشي في الأسواق ويعرف الطرق بلا قائد ولا كلفة و يعرف اى مسجد أراد بلا سؤال أحد۔ (قوله:وقدرته على المشي)فلا تجب على المقعد وان وجد حاملا اتفاقا۔

(ردالمحتار،3،ص:32 كتاب الصلاة،باب الجمعه،مطلب في شروط وجوب الجمعة)

☆☆☆

سوال: جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے یا واجب؟ اور یہ غسل صرف مردوں کے لیے ہے یا مرد و عورت دونوں کے لیے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے، واجب نہیں، اور یہ ان لوگوں کے لیے سنت ہے جن پر جمعہ فرض ہے؛ لہذا عورتیں اس حکم میں داخل نہیں ہیں؛ کیوں کہ ان پر جمعہ فرض نہیں۔

صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا جاء أحدكم الجمعة فليغتسل

ترجمہ: جب کوئی نماز جمعہ کے لیے آئے تو غسل کر کے آئے۔

(بخاری شریف،ج:1،ص:120،حدیث:887)

اس حدیث پاک کے تحت **مرآۃ المناجیح** میں ہے: خیال رہے کہ غسل، نماز جمعہ کے لیے سنت ہے، لہذا جن پر جمعہ فرض نہیں ان کے لیے یہ غسل سنت بھی نہیں، جیسا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج:1،ص:345)

☆☆☆

سوال: جمعہ کا غسل، جمعہ کے دن کے لیے ہے یا جمعہ کی نماز کے لیے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جمعہ کا غسل، جمعہ کی نماز کے لیے ہے نہ کہ دن کے لیے، یہی راجح ہے۔

ہدایہ میں ہے: ثم هذا الغسل للصلاة عند أبي يوسف هو الصحيح۔

(ہدایہ اولین،ج:1،ص:32)

تاتارخانیہ میں ہے: و فی الاصل والطحاوی والقدوری:أن الغسل عند أبي يوسف للصلاة،وفي الخلاصة:وهو الصحيح۔

(تاتارخانیہ،ج:2،ص:592،کتاب الصلاة،باب صلاة الجمعة)

☆☆☆

سوال: سَعی الی الجُمعۃ میں پہلی اذان کا اعتبار ہے یا دوسری اذان کا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:سَعی الی الجُمعۃ میں پہلی اذان کا اعتبار ہے؛یعنی پہلی اذان ہوتے ہی خرید وفروخت اور تمام معاملات کو بند کر کے مسجد کی طرف جانا واجب ہے۔

مبسوط سرخسی،**در مختار**،**حلبی کبیر**،اور **مجمع الانھر** وغیرہ میں ہے:واللفظ للآخر:ویجب السعی وترك البیع بالاذان الاول عقیب الزوال ۔

(مجمع الأنهر شرح ملتقى الاالبحر،ج:1،ص:253،باب الجمعة)

باب صلاۃ العیدین

عیدین کا بیان

سوال: عیدین کی نماز سنت ہے یا واجب؟ اور اس کے انکار کرنے والے پر کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: عیدین کی نماز واجب ہے، مگر سب پر نہیں؛ بلکہ انھیں پر جن پر جمعہ واجب ہے۔ اور اس کا انکار کرنے والا یا بلا وجہ چھوڑنے والا گمراہ و بدعتی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بار بار عید کی نماز پڑھی ہے۔

(صحیح مسلم،ج:1،ص:439،حدیث:887،کتاب صلاۃ العیدین)

تاتارخانیہ میں ہے: وفی إحدی الروایتین هي سنة وعامة المشائخ على ان المذهب أنها واجبة، وفي الخلاصة: هو المختار، وفي الذخيرة: وهو الأصح، و في الزاد: والأوجه أنها واجبة۔

(تاتارخانیه،ج:2،ص:67،کتاب الصلاة،الفصل السادس والعشرون)

☆☆☆

سوال: کیا عیدین کی نماز محلے کی مسجد میں پڑھ سکتے ہیں یا عید گاہ میں پڑھنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: عیدین کی نماز عید گاہ میں پڑھنا سنت اور محلے کی مسجد میں پڑھنا خلاف سنت

ہے۔

ہندیہ میں ہے: الخروج إلى الجبانة فى صلاة العيد سنة وإن كان يسعهم المسجد الجامع،على هذا عامة المشايخ،وهو الصحيح۔

(ہندیہ،ج:2،ص:211،کتاب الصلاۃ،الفصل السادس عشر في صلاۃ العیدین)

☆☆☆

سوال: اگر عیدین کی نماز میں امام کو رکوع میں پائے تو کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عیدین کی نماز میں امام کو رکوع میں پائے تو اگر غالب گمان ہو کہ تین تکبیریں کہہ کر امام کو رکوع میں پالے گا تو کھڑے کھڑے تین تکبیریں کہے اور رکوع میں چلا جائے اور اگر یہ گمان ہو کہ امام رکوع سے اٹھ جائے گا تو کھڑے کھڑے تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع میں تین تکبیریں کہہ لے۔

ردالمحتار میں ہے: (قوله:في القيام)أى الذي قبل الركوع،أما لو ادركه راكعا،فإن غلب على ظنه ادراكه في الركوع،كبّر قائما برأي نفسه ثم ركع،وإلا ركع وكبّر في ركوعه ولا يرفع يديه۔

(رد المحتار مع الدرالمختار،ج:2،ص:174،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ العیدین)

☆☆☆

سوال: جس کی عیدین میں کوئی رکعت چھوٹ جائے وہ بعد میں تکبیر کہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہاں! جس کی عیدین میں کوئی رکعت چھوٹ جائے وہ جب اپنی نماز پڑھے تو

اس میں تکبیر کہے۔

☆☆☆

سوال: عیدین میں امام دوسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع میں چلا جائے اور تکبیر نہ کہے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر امام عیدین میں تکبیرات زوائد کہے بغیر رکوع میں چلا جائے تو رکوع میں تکبیرات کہے، یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اور اگر رکوع میں نہ کہے تب بھی نماز ہو جائے گی۔

تاتارخانیہ میں ہے: قال ابوحنيفة رحمه الله تعالى: إذا نسي الإمام تكبيرات فإنه يكبر بعد القراءة او في الركوع ما لم يرفع رأسه۔

(تاتارخانيه، ج:2، ص:69، كتاب الصلاة، الفصل السادس والعشرون،)

تنویرالابصار میں ہے: لو ركع الإمام قبل أن يكبر، فان الامام يكبر فى الركوع ولا يعود الى القيام ليكبر۔

(تنوير الابصار، ج:2، ص:174، كتاب الصلاة، صلاة العيدين)

☆☆☆

سوال: عیدین میں تکبیرات زوائد میں کمی و زیادتی ہو جائے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عیدین میں تکبیرات زوائد میں کمی زیادتی ہو جانے سے سجدۂ سہو لازم ہے؛

کیوں کہ یہ تکبیریں واجب ہیں، اور واجب کے چھوٹنے یا اس میں زیادتی کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے، لیکن عیدین میں بڑی جماعت ہونے کی وجہ سے فقہائے کرام نے سجدۂ سہو نہ کرنے کو بہتر اور اولیٰ کہا ہے تاکہ لوگ انتشار میں نہ پڑیں۔

البحر الرائق میں ہے: العاشر: تکبيرات العيدين، قال في البدائع: إذا ترکها أو نقص منها او زاد عليها او أتى بها في غير موضعها فإنه يجب عليه السجود۔

(البحر الرائق، ج:4، ص:447، کتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

در مختار مع رد المحتار میں ہے: (قوله: والسهو فی صلاة العيد والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتأخرين عدمه فی الأولين لدفع الفتنة، کما فی جمعة البحر، وأقره المصنف، وبه جزم في الدرر۔

(الدر المختار مع رد المحتار، ج:2، ص:92، باب سجود السهو)

تکبیر تشریق کا بیان

سوال: تکبیر تشریق سنت ہے یا واجب؟ اور اس کا حکم کن نمازوں کے بعد ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: تکبیر تشریق واجب ہے، اور اس کا وجوب ہر فرض نماز پنجگانہ کے بعد ہے جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔

ہندیہ میں ہے: الكلام فی تكبيرات التشريق اما صفته فانه واجب و اما شروطه:فاقامة و مصر ومكتوبة وجماعة مستحبة كذا في التبيين

(ہندیه،ج:1،ص:213،کتاب الصلاة الفصل السابع عشر في صلاة العيدين)

☆☆☆

سوال: کیا مسافر اور عورتوں پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مسافر اور عورتوں پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔ ہاں مسافر اگر کسی مقیم کی اقتدا میں نماز پڑھے تو اس پر بھی واجب ہے۔

در مختار میں ہے: ووجوبه (على امام مقيم)بمصر (و)على مقتدي (مسافر أو قروي أو إمراة)بالتبعية۔

(در مختار،ج:3،ص:74،کتاب الصلاة،باب صلاة العيدين)

ہندیہ میں ہے: و بالاقتداء يجب على المرأة والمسافر۔

(ہندیه،ج:1،ص:214،الصلاة الفصل السابع عشر في صلاة العيدين)

سوال:اگر کوئی شخص نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا بھول جائے تو کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:اگر نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا بھول جائے تو جب تک ایسا کام نہ کرے جو نماز کو توڑ دے تب تک تکبیر کہے،اور اگر ایسا کام کر لیا تو تکبیر معاف ہوگئی۔

ہندیہ میں ہے:و ینبغی ان یکبر متصلا بالسلام،حتی لو تکلم او احدث متعمدا،سقط۔

(ہندیه،ج:1،ص:213،کتاب الصلاۃ،الباب السابع عشر فی صلاۃ العیدین)

☆☆☆

سوال:جس کی کوئی رکعت چھوٹ جائے وہ تکبیر تشریق کہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:جس طرح امام کے ساتھ شروع سے رہنے والے پر تکبیر واجب ہے اسی طرح اس پر بھی واجب ہے جس کی رکعت چھوٹ جائے؛لہذا یہ بھی اپنی نماز مکمل کرنے کے بعد تکبیر کہے گا۔

ہندیہ میں ہے:ویجب علی المسبوق،ویکبر بعد ما قضی ما فاته۔

(ہندیه،ج:1،ص:213،کتاب الصلاۃ،الفصل السابع عشر في صلاۃ العیدین)

☆☆☆

سوال:تنہا نماز پڑھنے والے پر تکبیر تشریق واجب ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:تنہا نماز پڑھنے والے پر تکبیر تشریق واجب نہیں،مگر کہہ لینا بہتر ہے۔

ہندیہ میں ہے: انه(المسبوق)ياتي بتكبير التشريق اتفاقا،بخلاف المنفرد، لا يجب عليه عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى۔

(ہندیه،ج:1،ص:150،کتاب الصلاة،الباب الخامس في الامامة)

باب ادراک الفریضة

فرض میں شامل ہونے کا بیان

سوال: جس کی کوئی رکعت چھوٹی ہو وہ غلطی سے امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر مسبوق غلطی سے امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اگر امام کے ساتھ متّصلاً سلام پھیرا؛ یعنی سلام کے الفاظ کی ادائیگی میں امام کے مقابلے میں ذرا سی بھی تاخیر نہیں کی تو اس صورت میں اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ (یہ صورت عموماً نہیں پائی جاتی؛ لیکن بالفرض پائی جائے تو حکم یہی ہے کہ سجدہ سہو لازم نہیں)

اور اگر امام کے ذرا دیر بعد سلام پھیرا، یعنی امام کے لفظ "السلام" کہنے کے بعد اس نے سلام پھیرا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ اسے چاہیے کہ یاد آتے ہی فوراً کھڑا ہو جائے اور اپنی بقیہ رکعت پوری کرنے کے بعد آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اگر سجدہ سہو نہ کیا تو وقت کے اندر اس نماز کو دہرانا واجب اور وقت نکلنے کے بعد دہرانا مستحب ہے۔

ردالمحتار میں ہے: (قَوْلُهُ:وَالْمسبوق يَسْجُد مع إمامِهِ) فَإن سلم فانْ كَان عَامدا فسدَت وَإِلَّا لا ،وَلَا سُجُودَ عَلَيْهِ إنْ سَلَّمَ سَهْوًا قَبْلَ الْإِمَامِ أَوْ مَعَهُ؛ وَإِنْ سَلَّمَ بَعْدَهُ لَزِمَهُ لِكَوْنِهِ مُنْفَرِدًا حِينَئِذٍ،البحر،وَأَرَادَ بِالْمَعِيَّةِ الْمُقَارَنَةَ وَهُوَ نَادِرُ الْوُقُوعِ،كَمَا فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ. وَفِيهِ:وَلَوْ سَلَّمَ عَلَى ظَنِّ أَنَّ عَلَيْهِ أَنْ يُسَلِّمَ فَهُوَ سَلَامُ عَمْدٍ يَمْنَعُ الْبِنَاءَ".

(رد المحتار،ج:2،ص:87،كتاب الصلاة،باب سجود السهو)

سوال: اگر امام پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو مقتدی اس کے ساتھ کھڑے ہوں یا بیٹھے رہیں، ایسی صورت میں مقتدی کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر امام پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو مقتدی بیھٹے رہیں، امام کو لقمہ دیں اور اس کی واپسی کا انتظار کریں، اگر امام پانچوی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے قعدہ کی طرف لوٹ آئے تو مقتدی اس کی اتباع میں نماز پوری کریں۔ اس صورت میں سجدہ سہو کر لینے سے سب کی نماز ہو جائے گی اور اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ کرے تو مقتدی سلام پھیر کر اپنی نماز مکمل کریں، اب امام اگر چوتھی رکعت پر قعدہ کر کے پانچویں کے لیے کھڑا ہوا تھا تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہو گئی اور اگر قعدہ نہیں کیا تھا تو امام کے پانچویں رکعت پر سجدہ کرتے ہی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ تمام لوگوں پر اس نماز کو دہرانا واجب ہے۔

ہندیہ میں ہے: قام الى الخامسة ساهيا فان لم يقيد الخامسة بالسجدة و عاد وسلم،سلّم المقتدى معه،وان قيد الخامسة بالسجدة سلم المقتدي.ولو لم يقعد الامام على الرابعة وقام الى الخامسة ساهيا،وتشهد المقتدي وسلم ثم قيد الإمام الخاصة بالسجدة،فسدت صلاتهم،كذا في الخلاصة ۔

(ہندیہ ج:2،ص :148،الباب الخامس فی الامامة،الفصل السادس)

☆☆☆

سوال: جس کی ایک رکعت یا دو رکعت یا تین رکعت چھوٹ جائے وہ ادائیگی کس طرح کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس کی ایک رکعت چھوٹ جائے وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو

جائے اور سب سے پہلے ثنا پڑھے، پھر اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے پھر رکوع و سجود وغیرہ کر کے اپنی نماز مکمل کرے۔

یہ حکم ہر نماز کے لیے ہے، خواہ دو رکعت والی نماز میں ایک رکعت چھوٹے یا تین اور چار رکعت والی نمازوں میں۔

اور اگر دو رکعتیں چھوٹ جائیں تو مغرب میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے، ثنا، اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ و سورت پڑھے اور رکوع کرے، پھر سجدہ کرنے کے بعد قعدہ میں بیٹھ جائے، التحیات پڑھ کر دوبارہ کھڑا ہو جائے اور بسم اللہ پڑھے پھر سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھ کر رکوع و سجود کرے۔ اور التحیات، درود اور دعا پڑھ کر اپنی نماز مکمل کرے اور اگر ظہر، عصر یا عشا میں دو رکتیں چھوٹ جائیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو اور ثنا، اعوذ باللہ و بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ و سورت پڑھے اور رکوع و سجود کر کے پھر سے کھڑا ہو جائے، اس میں تیسری رکعت پر بیٹھنا نہیں ہے۔ پھر کھڑے ہونے کے بعد بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ و سورت پڑھے اور رکوع و سجود کرے، پھر التحیات وغیرہ پڑھ کر اپنی نماز مکمل کرے۔

اور اگر تین رکعتیں چھوٹ جائیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے، ثنا پڑھے، پھر اعوذ باللہ بسم اللہ، سورۂ فاتحہ و سورت پڑھنے کے بعد رکوع و سجدہ کرے اور پھر قعدہ میں بیٹھ جائے، اور التحیات پڑھ کر پھر کھڑا ہو جائے، پھر بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ و کوئی سورت پڑھنے کے بعد رکوع و سجود کرے، پھر قعدہ میں بیٹھے بغیر سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع و سجود کرے۔ اس میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت نہیں ملانا ہے۔ پھر رکوع و سجود کرنے کے بعد قعدہ کرے اور التحیات، درود و دعا پڑھ کر نماز مکمل کرے۔

اور اگر کسی کی سب رکعتیں چھوٹ جائیں تو جس طرح تنہا نماز پڑھتا ہے اسی طرح اس نماز

کو بھی پڑھے۔

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پائے تو جماعت میں شامل ہونے کا طریقہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر امام کو رکوع میں پائے تو اگر معلوم ہو کہ ثنا پڑھ کر امام کو رکوع میں پالے گا تو تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھے اور ثنا پڑھے پھر رکوع میں جائے، اور اگر لگے کہ ثنا پڑھنے کی صورت میں امام رکوع سے اٹھ جائے گا تو سیدھا کھڑے کھڑے تکبیر تحریمہ کہے اس کے بعد بغیر ہاتھ باندھے فوراً دوسری تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے۔

ہندیہ میں ہے: اِن ادرک الامام فی الرکوع او السجود یتحری، اِن کان اکبر رأیه اَنه لو اتی به ادرکه فی شئ من الرکوع او السجود، یاتي به قائما وإلا یتابع الامام ولا یاتي به۔

(ہندیه :ج :1، ص:149, الباب الخاص فی الامامة، الفصل السابع)

☆☆☆

سوال: اگر امام کو سجدہ وغیرہ میں پائے تو آنے والا امام کے اٹھنے کا انتظار کرے یا امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: امام کو سجدے وغیرہ میں پائے تو امام کے اٹھنے کا انتظار نہ کرے؛ بلکہ امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھا کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے اور

ہاتھ نہ باندھے، پھر دوسری تکبیر کہتا ہوا امام کے ساتھ شامل ہو جائے؛ تاکہ امام کے ساتھ زیادہ شریک ہونے کی فضیلت حاصل ہو سکے۔

☆☆☆

سوال: جس کی کوئی رکعت چھوٹ جائے وہ اس کی ادائیگی میں ثنا، تعوذ و تسمیہ پڑھے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: چھوٹی ہوئی رکعت کی ادائیگی میں ثنا، تعوذ و تسمیہ پڑھی جائے گی۔ یہی سنت ہے۔

درمختار میں ہے: فيأتي به المسبوق عند قيامه القضاء ما فاته لقراءته۔

(در مختار مع رد المحتارکتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب فی بیان المتواتر بالشاد)

☆☆☆

سوال: اگر امام نے ایک طرف سلام پھیر دیا تو آنے والا جماعت میں شامل مانا جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: لفظ السلام کی "میم" پر نماز ختم ہو جاتی ہے؛ اگرچہ "علیکم" نہ کہا ہو، لہذا امام کے ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد آنے والا شخص جماعت میں شامل نہیں مانا جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے: (قول:وتنقضی قدرة بالأول)ای بالسلام الأول. قال في التجنيس:الامام اذا فرغ من صلاته فلما قال:السلام،جاء رجل واقتدى به قبل ان يقول عليكم لا يصير داخلا في صلاته۔

(رد المحتار،ج:1،ص:468،کتاب الصلاة،صفة الصلاة،)

سوال:جس کی کوئی رکعت چھوٹ جائے وہ جماعت میں شامل ہونے پر ثنا پڑھے یا خاموش رہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:اگر امام بلند آواز سے قراءت کر رہا ہو تو جماعت میں شامل ہونے والا ثنا نہ پڑھے،ورنہ پڑھ سکتا ہے۔

ہندیہ میں ہے:اذا أدرک الامام فی القراءة في الركعة التي يجهر فيها،لا ياتي بالثناء۔

كذا في الخلاصة وهو الصحيح

(ہندیہ،ج 1:ص :148،کتاب الصلاة،الباب الخامس في الامامة:الفصل السابع)

☆☆☆

سوال:جس کی کوئی رکعت چھوٹ جائے وہ امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں التّحیات کے بعد درود شریف اور دعا بھی پڑھے یا التّحیات پڑھ کر خاموش رہے؟ اور اگر درود شریف پڑھ لیا تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:جس کی کوئی رکعت چھوٹ جائے اس کے لیے حکم یہ ہے کہ امام کی اقتدا میں قعدہ اخیرہ میں صرف تشہد (التّحیات) پڑھے،درود و دعا نہ پڑھے،اسے چاہیے کہ تشہد اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام کے قریب اس کا تشہد ختم ہو جائے۔اور اگر جلد ہی تشہد ختم کر لیا تو خاموش بیٹھا رہے یا کلمۂ شہادت کی تکرار کرتا رہے۔دونوں صورتیں جائز و درست ہیں۔تاہم اگر اس نے تشہد کے بعد درود و دعا بھی پڑھ لی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں؛کیوں

کہ وہ ابھی تک امام کی اقتدا میں ہے۔

درمختار میں ہے: ولو فرغ المؤتم قبل امامه سكت اتفاقا،وأما المسبوق فيترسل ليفرغ عند سلام إمامه،وقيل يتم،وقيل يكرر كلمة الشهادة ۔

(در مختار،ج :1،ص:149،كتاب الصلاة:فروع :قرأ بالفارسية الخ)

ہندیہ میں ہے: (ومنها)أن المسبوق ببعض الركعات يتابع الإمام في التشهد الأخير وإذا اتم التشهد لا يشتغل بما بعده من الدعوات،ثم ماذا يفعل؟تكلموا فيه،وعن ابن شجاع انه يكرر التشهد۔كذا في الغياثية، والصحيح ان المسبوق ترسل في التشهد حتى يفرغ عند سلام الإمام۔

وفيه اَيضا:سهو المؤتم لا يوجب السجدة ولو ترك الامام سجود السهو فلا سهو على الماموم،كذا فی المحيط۔

(ہندیہ،ج:1،ص:149،الباب الخامس في الامامة،الفصل السابع)

كذا فی الوجيز الكردری وفتاوی قاضی خان،وهكذا فی الخلاصة وفتح القدير۔

سجدۂ سہو کا بیان

سوال: سجدۂ سہو کرنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سجدۂ سہو کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ التّحیّات کے بعد داہنی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد و درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

☆☆☆

سوال: کیا نفل نماز میں بھی غلطی کرنے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سجدۂ سہو کے سلسلے میں تمام نمازوں کا حکم ایک ہے، یعنی ہر طرح کی نماز میں واجب کے ترک ہونے سے سجدۂ سہو واجب ہے، خواہ فرض نماز ہو یا واجب یا سنت و نفل، سب کا ایک حکم ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: وحکم السهو فی صلاة الفرض والنفل سواء۔

(تاتارخانیه، ج:1، ص:517، کتاب الصلاة، الفصل التاسع عشر)

☆☆☆

سوال: اگر سورتوں کو اُلٹا پڑھا، مثلاً: پہلے "قل یا ایها الکافرون" پڑھا پھر دوسری رکعت میں "أرایت الذی" پڑھا تو کیا سجدۂ سہو لازم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سورتوں کو اُلٹا پڑھنا اگرچہ ناجائز و گناہ ہے؛ لیکن اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں

ہوتا؛کیوں کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجباتِ قرأت سے ہے،نہ کہ واجباتِ نماز سے۔ اور سجدۂ سہو واجبات نماز میں سے کسی واجب کے ترک سے لازم ہوتا ہے۔

محیط برہانی میں ہے: وإذا قرأ في الركعة الأولى سورة وقرأ في الركعة الثانية سورة قبلها فلا سهو عليه وفي "الفتاوى العتابيه ":وقد أساء۔

(محيط بريانى،ج:1،ص:502،كتاب الصلاة،الفصل السابع عشر في سجود السهو)

☆☆☆

سوال: اگر بھول کر ایک ہی رکعت میں دو مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ دیا تو سجدۂ سہو لازم ہے یانہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ایک ہی رکعت میں فاتحہ کی تکرار سے سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے؛بلکہ فاتحہ کا اکثر (زیادہ) حصہ پڑھ لیا پھر دہرایا تو بھی سجدۂ سہو لازم ہے۔ہاں اگر فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں ایسا کیا تو سجدۂ سہو لازم نہیں۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے: اذا قرأ فى الأولين أو في إحداهما الفاتحة ثم الفاتحة ثم السورة يلزمه السهو۔

☆☆☆

سوال: کیا التَّحیّات کی تکرار سے سجدہ سہو لازم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: فرض کے قعدۂ اولی اور نوافل کے کسی قعدہ میں التّحیّات کی تکرار سے

سجدۂ سہولازم ہے۔فرض کے قعدۂ اخیرہ میں تکرار سے نہیں،اور وتر کا حکم فرض کی طرح ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: وفي الذخيرة:وكذلك تكرار التشهد على هذا التفصيل؛يعني ان كررها في القعدة الأولى فعليه السهو،وإن كررها في القعدة الثانية فلا سهو عليه۔

(فتاوی تاتارخانیه،ج:1،ص:518،کتاب الصلاۃ،الفصل التاسع عشر)

☆☆☆

سوال: سورۂ فاتحہ کی کوئی آیت چھوٹ گئی تو سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں ؟

جواب: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر و سنت و نفل کی کسی بھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کی کوئی آیت چھوٹ گئی تو سجدۂ سہو واجب ہے،اور فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ کی کوئی آیت چھوٹی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

درمختار میں ہے: "لكن في المجتبى يسجد بترك آية منها،و هو أولى."

و تحته فی الشامی "وذكر الآية تمثيل لاتقييد؛ إذ بترك شيءٍ منها آية أو أقل و لو حرفًا لايكون آتيًا بكلها الذي هو الواجب.

(در مختار مع رد المحتار،ج:1،ص:458،کتاب الصلاۃ،واجبات الصلاۃ)

☆☆☆

سوال: چار رکعتی فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورہ ملا دیا تو کیا سجدۂ سہو لازم ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: فرض کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے سجدۂ سہو لازم

نہیں ہوتا، اور نہ ہی سورت ملانے میں کوئی حرج ہے۔

ہندیہ میں ہے: ولو قرأ في الأخريين الفاتحة والسورة لا يلزمه السهو، وهو الأصح۔

(ہندیہ، ج:1، ص:186، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو)

☆☆☆

سوال: اگر نماز میں سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کھڑا ہوا پھر سورۂ فاتحہ پڑھ دیا تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کھڑا ہوا پھر سورۂ فاتحہ پڑھ دی تو سجدۂ سہو لازم نہیں۔

تاتارخانیہ میں ہے: ولو قرأ آية السجدة وسجد لها ثم قام وقرأ الفاتحة ساهيا لا يجب السهو۔

(تاتارخانیہ، ج:1، ص:520، کتاب الصلاۃ، الفصل التاسع عشر)

☆☆☆

سوال: جن نمازوں میں آہستہ قراءت کرنے کا حکم ہے، امام ان میں اگر بلند آواز سے قرأت کر دے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: امام نے سری نمازوں میں جہر سے قراءت کر دی تو اگر ایک آیت یا اس سے زیادہ کی قرأت کی تو سجدۂ سہو لازم ہے، آیت سے کم میں لازم نہیں۔

ہدایہ میں ہے: ولو جهر الإمام فيما يخافت أو خافت فيما يجهرتلزمه سجدتا السهو،لأن الجهر في موضعه والمخافة في موضعها من الواجبات۔ واختلفت الرواية فى المقدار،والأصح قدر ما تجوز به الصلاة في الفصلين۔

(ہدایہ،ج:1،ص:74،کتاب الصلاۃ،باب سجود السھو)

☆☆☆

سوال: جن نمازوں میں بلند آواز سے قراءت کا حکم ہے ان میں آہستہ قراءت کر دی تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جہری میں آہستہ سے اگر ایک آیت یا اس سے زیادہ کی قراءت کر دی تو سجدۂ سہو لازم ہے،اور ایک آیت سے کم معاف ہے۔

ہدایہ میں ہے: ولوجهرالامام فيما يخافت او خافت فيما يجهر تلزمه سجدتا السهرواختلفت الرواية في المقدار،والأصح قدرما تجوز به الصلاة فى الفصلين۔

(ہدایہ،ج:1،ص:74،کتاب الصلاۃ،باب سجود السھو)

☆☆☆

سوال: اگر امام نے ثنا، تعوذ و تسمیہ بلند آواز سے پڑھ دی تو کیا سجدۂ سہو لازم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ثنا، تعوذ و تسمیہ وغیرہ کو آہستہ آواز میں پڑھنا سنت ہے۔ اگر بلند آواز سے پڑھا تو خلاف سنت ہوا؛ مگر سجدۂ سہو واجب نہیں۔

تاتارخانیہ میں ظہیریہ سے ہے :ولوجهر الامام بالتعوذ والتسمية والتامين لا يجب عليه سجود السهو۔وفي السراجيه:اذا جهر بالثناء او التشهد ساهيا لا شئ عليه۔

(تاتا رخانيه،ج :1،ص:521 كتاب الصلاة،الفصل التاسع عشر)

☆☆☆

سوال: رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ کی تکبیرات یا ان کی تسبیحیں چھوڑ دیں تو سجدۂ سہو ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب : رکوع، سجود اور قعدہ کی تکبیراتِ انتقالات یا ان کی تسبیحات چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں۔

تاتارخانیہ میں ہے: ولو ترك تكبيرات الركوع او السجود وتسبيحاتهما فلا سهو فيهما۔

(تاتارخانيه،ج:1،ص:522،كتاب الصلاة،الفصل التاسع عشر)

☆☆☆

سوال: عیدین کی نماز میں تکبیرات میں کمی زیادتی ہوجانے سے سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عیدین کی نماز میں تکبیرات میں کمی زیادتی سے سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے؛ لیکن بڑی جماعت ہونے کی وجہ سے سجدہ نہ کرنا بہتر ہے۔

ہندیہ میں ہے: تکبیرات العیدین،قال في البدائع:اذا ترکھا او نقص منھا او زاد علیھا او اتی بھا في غیر موضعھا فانه یجب علیه السجود۔ إلا ان مشائخنا قالوا:لا یسجد للسھو في العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة،کذا في المضمرات ناقلا عن المحیط۔

(ہندیه،ج:1،ص :187 کتاب الصلاۃ،الباب الثاني عشر في سجود السھو)

☆☆☆

سوال: اگر فرض نماز کے قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ دیا تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: فرض کے قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف بلکہ صرف "اللھم صل علی محمد" تک پڑھ دیا تب بھی سجدۂ سہو لازم ہے؛کیوں کہ قعدۂ اولی میں التّحیّات کے بعد فوراً کھڑے ہونا واجب ہے اور درود شریف پڑھنے کی وجہ سے اس نے واجب کی ادائیگی میں تاخیر کردی،اور واجب کی ادائیگی میں تاخیر سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: (و تاخیر قیام الی الثالثة بزیادۃ علی التشھد بقدر رکن)وقیل:بحرف،وفي الزیلعي:الأصح وجوبه باللھم صل علی محمد۔

(تنویر الابصار مع در مختار ج:2،ص:657،کتاب الصلاۃ،باب سجود السھو)

☆☆☆

سوال: کیا سجدۂ سہو کرنے کے لیے سلام پھیرنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سجدۂ سہو کرنے کے لیے سلام پھیرنا ضروری نہیں،بغیر سلام پھیرے سجدہ کر

لیاتب بھی کافی ہے، مگرایسا کرنا بہتر نہیں۔

تاتارخانیہ میں ہے: ولو سجد قبل السلام أجزاه عندنا۔

(تاتارخانیه،ج:1،ص:517 الفصل التاسع عشر في سجود السهو)

☆☆☆

سوال: اگر سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر فاتحہ کے بعد سورت ملائے بغیر رکوع میں چلا جائے تو یاد آنے پر قیام کی طرف پلٹ آئے، پھر سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے پھر رکوع کرے اور نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔

ہندیہ میں ہے: وإن قرأ الفاتحة وترك السورة فإنه يرفع رأسه ويقرأ السورة ويعيد الركوع ويسجد للسهو۔

(ہنديه،ج:1،ص:كتاب الصلاة الفصل الثامن عشر في صلاة الوتر)

☆☆☆

سوال: اگر چوتھی رکعت میں تشہد پڑھنے کے بعد بھولے سے پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: چوتھی رکعت میں قعدہ کرنے کے بعد بھولے سے پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کر لے، قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور سجدۂ سہو

کر کے نماز مکمل کرلے۔اور اگر پانچویں کا سجدہ کرلیا تو اب اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملالے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے، نماز ہوجائے گی اور اگر چوتھی رکعت پر قعدہ کئے بغیر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہوجائے تو جب تک سجدہ نہ کرلے قعدہ میں لوٹ آئے اور آخر میں سجدۂ سہو کر کے نماز مکمل کرے، اور اگر سجدہ کرلیا تو نماز باطل ہوگئی، اب اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ہوگا۔

(فتاوی ہندیه،ج:1،ص:188،کتاب الصلاۃ،الباب الثاني عشر في سجود السهو)

☆☆☆

سوال: اگر فجر میں بھول کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر فجر میں بھول کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوجائے تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کرلے واپس قعدہ میں بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر کے اپنی نماز مکمل کرے اور اگر تیسری کا سجدہ کرلے تو اگر دوسری پر قعدہ کر کے تیسری کے لیے کھڑا ہوا تھا تو اب ایک رکعت اور ملالے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے، نماز ہوجائے گی اور اگر دوسری پر قعدہ نہیں کیا تھا تو سجدہ کرتے ہی اس کی نماز باطل ہوگئی، اب اس نماز کو دہرانا ضروری ہے۔

ہندیہ میں ہے: وفی الفجر اذا قام الی الثالث بعد ما قعد قدر التشهد و قیدها بالسجدة لایضم الیها رابعة، كذا في التبيين.وصرح فی التجنیس " بان الفتوی علی روایة هشام من عدم الفرق بین الصبح والعصر فی عدم کراهة الضم۔ کذا فی البحر الرائق،واذا لم یقعد قدر التشهد فی الفجر بطل فرضه بترك القعود علی الرکعتین۔

(ہندیه،ج:1،ص:188۔189 كتاب الصلاة،الباب الثاني عشر في سجود السهو)

سوال: اگر سجدۂ سہو لازم تھا لیکن بھول گیا اور سلام پھیر دیا تو اب کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: سجدۂ سہو لازم تھا مگر بھول کر سلام پھیر دیا تو جب تک کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے نماز ٹوٹ جاتی تب تک سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی اور اگر ایسا کام کر لیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، مثلاً: بات چیت کر لی، یا قہقہہ لگایا یا جان بوجھ کر حدث طاری کیا یا مسجد سے نکل گیا یا سجدہ سہو یاد ہوتے ہوئے قبلہ سے چہرہ کو پھیر لیا، تو اب سجدۂ سہو سے کام نہیں چلے گا؛ بلکہ نماز کو دہرانا واجب ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "ان السجودلایسقط بالسلام ولوعمدا،الااذافعل فعلا یمنعه من البناء بان تکلم اوقهقهة او احدث عمدااوخرج من المسجدا و صرف وجهه عن القبلة وهوذاکرله،لانه فات محله وهو تحریمة الصلاة"

(ردالمحتار،ج:2،ص:674،کتاب الصلاة،باب سجود السهو)

☆☆☆

سوال: اگر دوسری رکعت پر قعدہ کئے بغیر تیسری کے لیے کھڑا ہونے لگا اور سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے ہی بیٹھ گیا تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر دوسری رکعت پر قعدہ کئے بغیر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگا تو اگر کھڑے ہونے کے قریب تھا اگرچہ سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو، تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ اور اگر بیٹھنے کے قریب تھا تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

منحة السلوك في شرح تحفة الملوك میں ہے:(ومن سها عن القعدة

الأولى)اى تركها ساهيا (فان تذكر و هو الى القعود أقرب:قعد)لأن القريب من الشئ يأخذ حكمه،ولا شئ عليه (و ان كان الى القيام اقرب:لم يعد ويسجد للسهو)لتركه الواجب۔

(منحة السلوك،للإمام بدر الدين عيني،ص:200)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے دائیں طرف کے بجائے بائیں طرف سلام پھیر دیا تو سجدۂ سہو کرے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا تو سجدۂ سہو کی حاجت نہیں،اسے چاہیے کہ جب تک کلام نہ کرے دوسرا سلام داہنی طرف پھیر لے،اب پھر سے بائیں طرف پھیرنے کی ضرورت نہیں۔

ہندیہ میں ہے: ولو سلم اولا عن يساره فانه يسلم عن يمينه ما لم يتكلم ولا يعيد السلام عن يساره۔

(ہندیہ،ج:1،ص:134،کتاب الصلاة،الفصل الثالث عشرفي سنن الصلاة)

☆☆☆

سوال: جس کی کوئی رکعت چھوٹ گئی تھی اس نے بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس کی کوئی رکعت چھوٹ گئی اس نے بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو

صرف سلام پھیر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوگی جب تک ایسا کام نہ کرے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، مثلاً: بات چیت، کھانا پینا وغیرہ۔ ایسی صورت میں اسے چاہیے کہ فوراً کھڑا ہو جائے اور بقیہ رکعت پوری کرنے کے بعد آخر میں سجدۂ سہو کرلے، نماز ہو جائے گی۔

ردالمحتار میں ہے:(قوله:والمسبوق يسجد مع امامه)فان سلّم فان كان عامدا فسدت والا لا وان سلم بعده لزمه لكونه منفردا حينئذ۔

(ردالمحتار مع درمختار،ج:2،ص:830،کتاب الصلاۃ،باب سجود السھو۔)

☆☆☆

سوال: قیام کی حالت میں آیت سجدہ کی تلاوت کی مگر سجدہ نہیں پھر رکوع یا سجدے میں یاد آیا تو اب کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر آیت سجدہ پڑھنے کے بعد سجدۂ تلاوت کئے بغیر رکوع میں چلا گیا تو اگر آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیات پڑھ کر یا اس سے پہلے رکوع کر لیا تو رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لے، سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اگر رکوع میں نیت نہ کرے تو نماز کے سجدے میں سجدۂ تلاوت خود بخود ادا ہو جائے گا، خواہ نیت کرے یا نہ کرے اور اگر آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیات سے زیادہ کی تلاوت کر کے رکوع میں گیا تو یاد آتے ہی فورا سجدۂ تلاوت ادا کرے، اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کرے۔

درمختار میں ہے:(و)تؤدى (بركوع صلاة)إذا كان الركوع (على الفور من قراءة آية)أو آيتين وكذا الثلاث على الظاهر، كما في البحر،(إن نواه)أي كون الركوع (لسجود)التلاوة على الراجح (و)تؤدى (بسجودها كذلك)أي على

الفور (وإن لم ينو) بالإجماع۔

(الدر المختار مع رد المحتار،ج:2،ص:587،586 كتاب الصلاة،باب سجود التلاوة،)

☆☆☆

سوال: اگر سلام پھیرنے کے بعد شک ہوا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سلام پھیرنے کے بعد رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(رد المحتار،ج:2،ص :675 كتاب الصلاة،باب سجود السهو)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کو نماز کے دوران، رکعت کی تعداد کے بارے میں شک ہوا تو کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر دوران نماز، رکعت کی تعداد میں شک ہوا تو شک اگر زندگی میں پہلی بار ہوا یا کبھی کبھی ہوتا ہے تو نئے سِرے سے نماز پڑھے اور اگر عام طور سے شک ہوتا رہتا ہے تو غالب گمان پر عمل کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کر کے اپنی نماز مکمل کرے اور اگر غالب گمان کسی جانب نہ ہو تو کمی کی جانب اختیار کرے؛ یعنی ایک یا دو میں شک ہو تو ایک شمار کرے، دو یا تین میں شک ہو تو دو شمار کرے۔ پھر آخر میں سجدۂ سہو کر کے اپنی نماز مکمل کر لے۔

در مختار میں ہے: وإذا شك في صلاته من لم يكن ذلك اى الشك عادة له وقيل من لم يشك فى صلاة قط بعد بلوغه وعليه اكثر المشائخ،كم

صلى،استانف وان كثر شكه تعمل بغالب ظنه ان كان والا أخذ بالأقل ـ وجب عليه سجود السهو في جميع صور الشك سواء،عمل بالتحرأو بنى على الأقل۔

(درمختار مع تنوير الابصار،ج:2،ص:92،كتاب الصلاة،باب سجود السهو)

☆☆☆

سوال:اگر فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت پڑھ دیا،توکیا سجدۂ سہو لازم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنے یا سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں۔

تاتارخانیہ میں ہے:وإذا قرأ في الأخريين من الظهر و العصر الفاتحة والسورة ساهيا،وفي الحجة :أو قرأ السورة دون الفاتحة،فلا سهو عليه وهو المختار۔

(تاتارخانيه،ج:1،ص:519،كتاب الصلاة،الفصل التاسع عشر)

☆☆☆

سوال:اگر سلام پھیرنے کے بعد امام اور مقتدیوں میں اختلاف ہو جائے کہ کتنی رکعت ہوئی توکیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:اگر سلام پھیرنے کے بعد امام اور مقتدیوں میں رکعت کی تعداد میں اختلاف

ہو جائے تو اگر امام کو اپنی بات پر یقین ہے تو اسی کی بات مانی جائے گی اور اگر امام کو اپنی بات پر یقین تو نہیں ؛لیکن مقتدیوں میں سے کوئی ایک بھی اس کا حامی ہے تو اس صورت میں بھی امام کی بات مانی جائے گی۔۔امام کو اپنی بات پر یقین نہیں اور مقتدیوں میں سے کوئی بھی امام کا حامی بھی نہیں تو اس صورت میں مقتدیوں کی بات مانی جائے گی۔

ہندیہ میں ہے: رجل صلى وحده أو صلى بقوم فلما سلم،أخبره رجل عدل أنك صليت الظهر ثلاث ركعات،قالوا:ان كان عند المصلي انه صلى اربع ركعات لا يلتفت إلى قول المخبر۔

(ہنديه،ج:1،ص:191 كتاب الصلاة،الفصل الثاني عشر،في سجود السهو)

در مختار میں ہے: ولو اختلف الامام والقوم،فلو الإمام على يقين لم يعد وإلا عاد بقولهم۔

طحطاوی میں ہے: (ولو اختلف الامام والقوم)اى كل القوم،أما لو اختلف القوم وقال بعضهم صلى ثلاثا وقال بعضهم صلى أربعا والامام مع أحد الفريقين يوخد بقول الامام وإن كان معه واحد۔

(الطحطاوي على الدر المختار،ج:1،ص:317،باب سجود السهو)

☆☆☆

سوال: اگر سجدۂ سہو لازم نہیں تھا لیکن جہالت کی وجہ سے کر لیا کہ شاید لازم ہو گیا ہو، تو ایسے شخص کی نماز ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سجدۂ سہو لازم نہیں تھا لیکن کر لیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔ ہاں اگر امام نے ایسا

کیا تو وہ مقتدی جو پہلی رکعت سے آخر تک جماعت میں شریک رہا اس کی اور امام کی نماز تو ہو جائے گی؛ لیکن جس مقتدی کی کوئی رکعت چھوٹ گئی ہو وہ امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

بدائع الصنائع میں ہے: المسبوق إذا تابع الامام في سجود السهو ثم تبين انه لم يكن على الامام سهو حيث تفسد صلاة المسبوق۔

(بدائع الصنائع،ج:1،ص:175،باب سجود السهو)

کتاب الجنائز

نماز جنازہ اور میت کے غسل وکفن ودفن وغیرہ سے متعلق مسائل

نماز جنازہ کا بیان

سوال: میت کو بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا گیا تو اب نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بغیر نماز پڑھے میت کو دفن کر دیا گیا تو بھی اس کی قبر پر اس کی نماز پڑھی جائے گی۔ اور یہ حکم تب تک کے لیے ہے جب تک کہ میت کے پھٹنے کا گمان نہ ہو۔ اور اس کے لیے دنوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کہ کتنے دنوں تک پڑھی جائے گی اور کتنے دنوں کے بعد نہیں۔

اصل یہ ہے کہ میت کا جسم پھٹا نہ ہو، اور جسم کا پھٹنا موسم، زمین اور میت کے جسم و مرض کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، اگر گرمی کا موسم ہے تو جلد پھٹے گا اور جاڑے کا موسم ہے تو کچھ دیر میں۔ زمین خشک ہو تو دیر میں اور نرم ہو تو جلد، اسی طرح جسم پتلا دبلا ہو تو دیر میں پھٹے گا اور موٹا تازہ ہے تو جلد۔

در مختار میں ہے: (وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة) أو بها بلا غسل أو ممن لا ولاية له (صلي على قبره) استحسانا (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير هو الأصح وتحته في الشامية:

قوله هو الأصح) لأنه يختلف باختلاف الأوقات حرا وبردا والميت سمنا وهزالا والأمكنة۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، ج:2، ص:224)

☆☆☆

سوال: اگر میت کے غسل سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی گئی تو نماز ہوئی یا نہیں

؟اور اگر ایسا کر دیا گیا تو اس کی نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: غسل سے پہلے نماز جنازہ پڑھی گئی تو نماز نہیں ہوئی۔ اب اگر دفنائے نہ ہوں تو میت کو غسل دے کر پھر سے نماز جنازہ پڑھی جاے اور دفنانے کے بعد قبر پر جب تک کہ اس کے جسم کے پھٹنے کا گمان نہ ہو، تب تک پڑھی جائے۔

اگر یہ گمان ہو کہ جسم پھٹ گیا ہو گا تو اب قبر پر بھی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

ہندیہ میں ہے: ولو دفن الميت قبل الصلاة أو قبل الغسل فإنه يصلى على قبره إلى ثلاثة أيام، والصحيح أن هذا ليس بتقدير لازم بل يصلى عليه ما لم يعلم أنه قد تمزق، كذا في السراجية۔

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت، ج:1، ص:162)

☆☆☆

سوال: ایک سے زیادہ مرتبہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر میت کے ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی یا اس کی اجازت سے نماز پڑھ لی گئی، تو دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں، ورنہ جائز ہے۔

ہندیہ میں ہے: وإن صلى عليه الولي لم يجز لأحد أن يصلي بعده۔ فإن صلى غير الولي أو السلطان أعاد الولي إن شاء، كذا في الهداية

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت، ج:1، ص:164)

سوال: میت کے بدن کتنے حصے موجود ہوں تو انہیں غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور کتنے حصے ہوں تو نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر میت کے بدن کے آدھے سے زیادہ حصے موجود ہوں تو انہیں غسل بھی دیا جائے گا اور کفن بھی، اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور اگر آدھا بدن موجود ہو تو بدن کے ساتھ سر بھی ہو تو یہی حکم ہے۔ اور سر نہ ہو تو نہ غسل ہے نہ کفن اور نہ جنازہ؛ بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

ہندیہ میں ہے: ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس يغسل ويكفن و يصلى عليه، كذا في المضمرات، وإن وجد نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه مشقوقا طولا فإنه لا يغسل ولا يصلى عليه ويلف في خرقة ويدفن فيها، كذا في المضمرات۔

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في غسل الميت، ج:1، ص:158)

☆☆☆

سوال: مسجد یا عید گاہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے، خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر، سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض مسجد میں اور بعض باہر، ہر صورت میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا گناہ ہے۔ ہاں فنائے مسجد یعنی؛ وہ جگہ جہاں لوگ جوتا چپل اتارتے ہیں، اور مسجد کی

دوسری ضرورتوں کے لیے ہوتی ہے، اس میں نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

اور عید گاہ میں پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

ہندیہ میں ہے: وصلاة الجنازة في المسجد الذي تقام فيه الجماعة مكروه سواء كان الميت والقوم في المسجد أو كان الميت خارج المسجد والقوم في المسجد أو كان الإمام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقي في المسجد أو الميت في المسجد والإمام والقوم خارج المسجد هو المختار، كذا في الخلاصة.

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت، ج:1، ص:105)

☆☆☆

سوال: اگر میت نے کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کی تو کیا اس کی اس وصیت پر عمل کرنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نماز جنازہ پڑھانا میت کے وارثوں کا حق ہے؛ لہذا میت کا کسی خاص شخص کے تعلق سے نماز پڑھانے کی وصیت کرنا باطل ہے، اس وصیت پر عمل کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ وارثوں کو اختیار ہے کہ خود نماز پڑھائیں یا دوسرے سے پڑھوائیں۔

محیط برہانی میں ہے: إذا أوصى الميت أن يصلي عليه فلان، فالوصية باطلة.

(ابن مَازَةَ، المحيط البرهاني في الفقه النعماني، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، ج:2، ص:205)

☆☆☆

سوال: اگر نماز جنازہ کی کوئی تکبیر چھوٹ جائے تو کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر نماز جنازہ کی کوئی تکبیر چھوٹ جائے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہہ لے۔

در مختار میں ہے: (فلو جاء)المسبوق (بعد تكبيرة الإمام لرابعة فاتته الصلاة)لتعذر الدخول في تكبيرة الإمام. وعند أبي يوسف يدخل لبقاء التحريمة،فإذا سلم الإمام كبر ثلاثا كما في الحاضر وعليه الفتوى۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز،ج:2،ص:217)

☆☆☆

سوال: اگر امام نماز جنازہ کی تکبیر میں کمی بیشی کردے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر امام جنازہ کی تکبیر میں کمی کردے تو نماز نہیں ہوگی؛کیوں کہ جنازہ کی ہر تکبیر فرض ہے،اور فرض کو چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور اگر تکبیر زیادہ کردے، مثلاً: چار کی جگہ پانچ تکبیریں کہہ دے تو نماز ہو جائے گی۔

ہندیہ میں ہے: وصلاة الجنازة أربع تكبيرات ولو ترك واحدة منها لم تجز صلاته،هكذا في الكافي.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الحادي والعشرون في الجنائز،الفصل الخامس في الصلاة على الميت،ج:1،ص:165)

☆☆☆

سوال: نماز جنازہ میں ہاتھ کھول کر سلام پھیرے یا ہاتھ باندھ کر؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول کر سلام پھیرے، یہی سنت ہے۔

خلاصۃ الفتاوی میں ہے: ولا يعقد بعد التكبير الرابع لأنه لا يبقى ذكر مسنون حتى يعقد،هكذا فى الذخيرة۔

(خلاصة الفتاوى،ج:1،ص:225)

☆☆☆

سوال: کیا مقتدی کے لیے بھی نماز جنازہ کی تکبیریں کہنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نماز جنازہ کی تکبیرات، دعا و اذکار میں امام اور مقتدی دونوں شریک ہیں؛ لہذا جس طرح امام کے لیے جنازہ کی تکبیریں کہنا ضروری ہے اسی طرح مقتدی کے لیے بھی ضروری ہے۔

فتاوی رضویہ میں "رحمانیہ" کے حوالے سے منقول ہے: يكبرون الافتتاح مع رفع اليدين ثم يقرؤون الثناء ثم يكبرون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم تم يكبرون ويستغفرون للميت ثم يكبرون ويسلمون۔

(فتاوى رضويه،ج:9،ص:193)

☆☆☆

سوال: جوتا چپل پہن کر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور اگر جوتے چپل میں نجاست لگی

ہوتو اسے پہن کر نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جوتا وغیرہ پہن کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ اگر جوتے میں نجاست لگی ہو تو نمازی اس جوتے کو پاؤں میں پہن کر نماز پڑھے تو نماز نہیں گی اور اگر جوتے کو اتار کر اس پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو تو نماز ہو جائے گی۔

شریعت کا حکم یہ ہے کہ اگر جوتا پہن کر نماز پڑھیں تو جوتے اور زمین دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے اور اگر جوتا اتار کر اس جوتے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں، تو جوتے کے تلے اور زمین کا پاک ہونا ضروری نہیں، لیکن جوتے کے اوپر والے اس حصے کا پاک ہونا ضروری ہے جس پر پاؤں ہے۔

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے: ولو افترش نعليه وقام عليهما جاز فلا يضر نجاسة ما تحتهما لكن لا بد من طهارة نعليه مما يلي الرجل لا مما يلي الأرض۔

(الطحطاوي،حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،كتاب الصلاة،فصل الصلاة عليه،ص:582)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کو جنازہ کی دعا یاد نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جنازے کی دعا یاد نہ ہو تو یہ دعا پڑھ لے: **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلمُؤْمِنِینَ وَالمُؤمِناتِ**۔ اور اسے چاہئے کہ جنازے کی دعا یاد کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

البحر الرائق میں ہے: ومن لا يحسن الدعاء يقول:اللهم اغفر للمؤمنين

والمؤمنات كذا في المجتبى۔

(ابن نجيم،البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق،باب دفن الميت بلا صلاة،ج:2،ص:197)

میت کے غسل اور کفن ودفن کا بیان

سوال: میت کو غسل دینے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: میت کو غسل دینے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جس تختے پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ دھونی دیں، پھر اس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر وضو کرائے، لیکن میت کے وضو میں گٹوں تک ہاتھ دھونا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے، بلکہ کوئی کپڑا وغیرہ بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں، پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو صابون وغیرہ کسی پاک چیز سے دھویں، کچھ نہ ملے تو پانی کافی ہے۔ پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر ایسا ہی کریں۔ پھر ٹیک لگا کر نرمی کے ساتھ بٹھائیں اور نیچے کو پیٹ پر ہلکا ہاتھ پھیریں۔

اگر کچھ نکلے تو دھو ڈالیں۔ وضو و غسل کو دہرانے کی ضرورت نہیں، پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر پاک وصاف کپڑے سے بدن کو نرمی کے ساتھ پوچھ دیں۔

☆☆☆

سوال: کیا بے وضو یا ناپاک شخص میت کو نہلا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: بہتر ہے کہ میت کو نہلانے والا پاک صاف اور با وضو ہو؛ لیکن ناپاک یا بے وضو شخص نے نہلا دیا تب بھی غسل ہو جائے گا۔

ہندیہ میں ہے: وينبغي أن يكون غاسل الميت على الطهارة كذا في فتاوى قاضي خان،ولو كان الغاسل جنبا أو حائضا أو كافرا جاز ويكره،كذا في معراج الدراية. ولو كان محدثا لا يكره اتفاقا هكذا في القنية۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الحادي والعشرون في الجنائز،الفصل الثاني في غسل الميت،ج:1،ص:159)

☆☆☆

سوال: کیا میت کے بال اور ناخن وغیرہ کاٹنا درست ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: میت کے بال اور ناخن وغیرہ کاٹنا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے، حکم ہے کہ جس حالت میں ہو اسی حالت میں دفن کر دیا جائے۔

ہدایہ میں ہے: ولا يسرح شعر الميت ولا لحيته ولا يقص ظفره ولا شعره۔

(المَرْغِيناني،الهداية في شرح بداية المبتدي،باب الجنائز،فصل في الغسل،ج:1،ص:89)

☆☆☆

سوال: اگر بچّہ مُردہ پیدا ہوا تو اس کے غسل اور نماز کا کیا حکم ہے؟ اور اس کا نام رکھا جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر بچّہ مُردہ پیدا ہوا تو اس کو نہلایا جائے گا؛ لیکن اس کی نماز نہیں پڑھی جائے گی، اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ ہاں اس کا نام رکھا جائے گا خواہ اس کا جسم

مکمل بن گیا ہو یا نہ بنا ہو، بہر حال نام رکھا جائے گا۔

ہندیہ میں ہے:ومن استهل بعد الولادة سمي وغسل وصلي عليه وإن لم يستهل أدرج في خرقة ولم يصل عليه ويغسل في غير الظاهر من الرواية وهو المختار۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الحادي والعشرون في الجنائز،الفصل الثاني في غسل الميت،ج:1،ص:157)

☆☆☆

سوال:اگر بچے نے پیدا ہونے کے بعد حرکت کی پھر مر گیا تو اس کو غسل دیا جائے یا نہیں ؟اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:اگر بچہ پیدائش کے بعد حرکت کرے پھر مر جائے تو اسے غسل و کفن دیں گے ،اور نماز بھی پڑھیں گے۔

ہدایہ میں ہے:ومن استهل بعد الولادة سمى وغسل وصلي عليه " لقوله صلى الله عليه وسلم " إذا استهل المولود صلي عليه وإن لم يستهل لم يصل عليه۔

(المَرْغِيناني،الهداية في شرح بداية المبتدي،باب الجنائز،فصل في الصلاة على الميت،ج:1،ص:91)

☆☆☆

سوال:اگر غسل کے بعد میت کے بدن سے نجاست نکل آئے تو دوبارہ غسل دیا جائے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: غسل کے بعد میت کے بدن سے نجاست نکلنے پر دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں، وہی غسل کافی ہے۔ البتہ اس نجاست کو صاف کردیا جائے۔

تاتارخانیہ میں ہے: واذا غسل المیت ثم خرج من شي لا یعاد الغسل ولا الوضوء عندنا، ولکن یمسح ماسال۔

(عالم بن علاء، التاتارخانیة، الفصل الثاني والثلاثون: فی الجنائز، ج:2، ص:103)

☆☆☆

سوال: کیا چھوٹے بچے کو عورت غسل دے سکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عورت چھوٹے بچے کو غسل دے سکتی ہے، یہ بالکل جائز ہے۔ اسی طرح مرد چھوٹی بچی کو غسل دے سکتا ہے؛ یعنی جب تک وہ شہوت کی حد کو نہ پہنچیں، ورنہ جائز نہیں۔

ہندیہ میں ہے: فإن کان المیت صغیرا لا یشتهی جاز أن یغسله النساء وکذا إذا کانت صغیرة لا تشتهی جاز للرجال غسلها۔

(مجموعة من المؤلفین، الفتاوی الهندیة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في غسل المیت، ج:1، ص:160)

☆☆☆

سوال: کیا مرد اپنی مردہ بیوی کے چہرے کو دیکھ سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہاں! شوہر اپنی مردہ بیوی کے چہرے کو دیکھ سکتا ہے، لیکن اسے غسل نہیں

دے سکتا اور نہ ہی بغیر کپڑے کے اسے ہاتھ لگا سکتا ہے۔

درمختار میں ہے: (ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح)منية.

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة،ج:2،ص:198)

☆☆☆

سوال: کیا عورت اپنے مردہ شوہر کے چہرے کو دیکھ سکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عورت اپنے مردہ شوہر کے چہرے کو دیکھ سکتی ہے اور اسے چھو بھی سکتی ہے،اور اسے غسل بھی دے سکتی ہے۔

درمختار میں ہے: ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح)منية،وهي لا تمنع من ذلك۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة،ج:2،ص:198)

☆☆☆

سوال: کیا شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بلاشبہ شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے،اس میں کوئی حرج نہیں۔

(ایسا ہی فتاوی بحر العلوم،ج:2،ص:10 میں ہے)

☆☆☆☆

سوال: جنازہ کے آگے آگے چلنا کیسا ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنا افضل ہے، اور آگے چلنا بھی جائز ہے؛ لیکن جنازے سے اتنی دور ہو جانا کہ لوگ اسے جنازے سے الگ اور جدا شمار کریں، یہ مکروہ و ناپسندیدہ ہے؛ لہذا اس سے بچنا چاہیئے

ہندیہ میں ہے: الأفضل للمشيع للجنازة المشي خلفها ويجوز أمامها إلا أن يتباعد عنها أو يتقدم الكل فيكره۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الحادي والعشرون في الجنائزالفصل الرابع فى حمل الجنازة،ج:1،ص:162)

☆☆☆

سوال: نماز جنازہ ہو جانے کے بعد میت کے چہرے کو دیکھنے کے لیے کھولنا کیسا ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نماز جنازہ ہو جانے کے بعد میت کے چہرے کو دیکھنے کے لیے کھولنا جائز ہے، اس میں حرج نہیں؛ لیکن اس سے بچنا چاہیئے؛ کیوں کہ دیکھنے والوں کا سلسلہ بندھ جائے گا تو بلا وجہ میت کی تدفین میں تاخیر ہوگی اور یہ شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔

حدیث پاک میں ہے: اسرعوا بالجنازة۔ جنازے میں جلدی کرو۔

☆☆☆

سوال: کیا عورت کو قبر میں رکھتے وقت قبر کو چادر سے ڈھانکنا سنت ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہاں ! عورت کو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو چادر وغیرہ سے ڈھانکے رہنا چاہیئے۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: قال محمد فی الجامع الصغیر: ویسجی قبر المرأة بثوب وإذا وضعت فی اللحد استغنی عن التسجیة۔

(عالم بن علا،التاتارخانية،الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز،ج:2،ص:127_128)

☆☆☆

سوال: میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا مکروہ ہے۔ ہاں بہ وقت حاجت حرج نہیں۔

در مختار میں ہے: (ولا بأس باتخاذ تابوت له عند الحاجة) کرخاوة الأرض۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الجنائز،مطلب في دفن الميت،ج:2،ص:235)

☆☆☆

سوال: قبر کے سرہانے پتھر نصب کر کے اس پر میت کا نام وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟

جواب: قبر کے سرہانے پتھر لگا کر اس پر میت کا نام وغیرہ لکھنا جائز و مباح ہے، البتہ اس پتھر میں قرآن کی آیتیں نہ لکھی جائیں تاکہ بے ادبی نہ ہو۔

در مختار میں ہے: لا بأس بالکتابة إن احتیج إلیها حتی لا یذهب الأثر ولا

یمتھن۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الجنائز،مطلب في دفن الميت،ج:2،ص:235)

☆☆☆

سوال: قبر دھنس جائے تو اس پر مٹی ڈال کر درست کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دھنسی ہوئی قبر کو مٹی ڈال کر درست کرنا جائز ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دھنسی ہوئی جگہ کے اوپر پہلے لکڑی، بانس وغیرہ لگا دیں پھر اس پر چٹائی وغیرہ بچھا دیں پھر اس پر مٹی ڈالیں۔ اور لکڑی وغیرہ لگائے بغیر سیدھا گڑھے میں مٹی ڈالنا جائز نہیں؛ کیوں کہ اس میں میت کی بے حرمتی ہے۔

☆☆☆

سوال: میت بوسیدہ ہو جائے تو اسی قبر میں دوسرے مردے کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ایک قبر میں دو مردوں کو دفن کرنا جائز نہیں اگر چہ پہلی میت بوسیدہ ہو جائے، اگر چہ مٹی میں مل جائے اور اس کا نشان بھی باقی نہ ہو۔ ہاں اگر سخت ضرورت ہو اور آس پاس کوئی دوسرا قبرستان بھی نہ ہو تو بوجہ مجبوری اس کی اجازت ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: میت اگر چہ خاک ہو گیا ہو، بلا ضرورتِ شدیدہ اس کی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا جائز نہیں۔

(فتاوى رضويه،ج:9،ص:82)

تاتارخانیہ میں ہے: اذا صار الميت ترابا في القبريكره دفن غيره في قبره لأن الحرمة باقية۔

(عالم بن علا،التاتارخانية،الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز،ج:2،ص:130)

☆☆☆

سوال: قبر کھودتے وقت ہڈی وغیرہ نکلے تو اسے کیا کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قبر کھودتے وقت ہڈی وغیرہ نکلے تو اسے جمع کرکے احترام کے ساتھ اسی قبر میں ایک طرف رکھ دیا جائے۔

☆☆☆

سوال: قبر کی گہرائی کتنی ہونی چاہیے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قبر کی گہرائی کم سے کم میت کی کمر تک ہونی چاہئے، اس سے کم نہ ہو۔ اور بہتر ہے کہ لمبائی کی طرح گہرائی بھی میت کے قد کے برابر ہو۔ اور درمیانی درجہ یہ ہے کہ گہرائی سینے تک ہو

ردالمحتار میں ہے: (حفر قبره مقدار نصف قامة إلخ)أو إلى حد الصدر، وإن زاد إلى مقدار قامة فهو أحسن كما في الذخيرة۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الجنائز، مطلب في دفن الميت،ج:2،ص:234)

☆☆☆

سوال: میت کے سر اور سینے پر کلمہ وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: میت کے سر اور سینہ اسی طرح پیشانی پر شہادت کی انگلی سے کلمہ وغیرہ لکھنا جائز اور ثواب کا کام ہے، اس سے میت کو فائدہ پہنچنے کی امید ہے۔ میت کی پیشانی پر بسم اللہ شریف اور سینے پر کلمۂ طیبہ لکھنا بہتر ہے۔

☆☆☆

سوال: قبر میں عہد نامہ وغیرہ رکھنا کیسا ہے؟ اور کس جگہ رکھنا زیادہ بہتر ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قبر میں عہد نامہ یا شجرہ وغیرہ رکھنا جائز ہے، اور بہتر ہے کہ میت کے منہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھا جائے۔

☆☆☆

سوال: عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر بچہ حرکت کرے تو پیٹ چاک کر کے بچے کو نکال لیا جائے گا۔

ہندیہ میں ہے: امرأة ماتت والولد يضطرب في بطنها، قال محمد: يشق بطنها ويخرج الولد۔

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز الفصل الاول فى المحتضر، ج:1، ص:157)

کتاب الزکاۃ

زکاۃ کب اور کس پر فرض ہے، زکاۃ کی ادائیگی

اور مصارف زکاۃ کا بیان

زکاۃ کب اور کس پر فرض ہے

سوال: زکاۃ فرض ہونے کے شرائط کیا ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: زکاۃ فرض ہونے کی شرائط درج ذیل ہیں:

(۱)... مسلمان ہونا۔

(۲)... بالغ ہونا۔

(۳)... عاقل ہونا۔

(۴)... آزاد ہونا۔

(۵)... **مالک نصاب ہونا:** شریعت کے مقرر کردہ نصاب سے کم مال کے مالک پر زکاۃ فرض نہیں ہے۔

(۶)... مال کا صاحبِ نصاب کے تصرف و اختیار میں ہونا۔

(۷)... نصاب کا قرض سے فارغ ہونا۔

(۸)... **نصاب کا حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہونا:** حاجتِ اصلیہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو زندگی بسر کرنے میں بعض بنیادی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جیسے رہنے کے لیے مکان، پہننے کے لیے بلحاظ موسم کپڑے اور دیگر گھریلو اشیائے ضرورت جیسے برتن، وغیرہ۔ اگرچہ یہ سب سامان زکاۃ کے مقررہ نصاب سے زائد مالیت کا ہی ہو مگر اس پر زکاۃ نہیں ہوگی؛ کیونکہ یہ سب مال و سامان حاجتِ اصلیہ میں آتا ہے۔

(۹)... **مالِ نامی ہونا:** یعنی مال بڑھنے والا ہو خواہ حقیقتاً بڑھنے والا مال ہو جیسے مال تجارت

اور چرائی پر چھوڑے ہوئے جانور یا حکماً بڑھنے والا مال ہو جیسے سونا چاندی۔

(هكذا في المبسوط، للسرخسی، ج 2، ص:172)

(ونورالایضاح، ص:146)

(والدر المختار مع رد المحتار، ج:2، ص:258،)

(والنهر الفائق، ج:1، ص:414،)

(و تبيين الحقائق، ج:2، ص:119 وغيرها)

☆☆☆

سوال: زکاۃ کن کن چیزوں پر فرض ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: زکاۃ اس مال پر فرض ہے جو عادۃً بڑھتا ہو، (خواہ حقیقتاً بڑھے یا حکماً) جیسے مالِ تجارت یا مویشی یا سونا چاندی اور نقدی۔

سونا، چاندی اور نقدی کو اسلام نے تجارت کا ذریعہ قرار دیا ہے؛ اس لیے سونا چاندی پر بہر صورت زکاۃ لازم ہے، چاہے کوئی زیور بنا کر رکھے یا ٹکڑے بنا کر رکھے، ہر حال میں وہ بڑھنے والا مال ہے؛ اس لیے اگر وہ نصاب کے برابر ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے تو اس پر زکاۃ فرض ہے، ان چار قسموں (سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت) کے اموال کے علاوہ میں زکاۃ فرض نہیں۔

☆☆☆

سوال: مال پر سال گزرنے کا اعتبار شمسی مہینے کا ہے یا قمری مہینے کا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مال پر سال گزرنے کا اعتبار قمری مہینے کا ہے۔

البحر الرائق میں ہے: وَفِي الْقُنْيَةِ الْعِبْرَةُ فِي الزَّكَاةِ لِلْحَوْلِ الْقَمَرِي۔

(ابن نجيم،البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج:2،ص:،219 كتاب الزكاة)

☆☆☆

سوال: جو مال سال کے بیچ میں حاصل ہوا اس کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: درمیان سال میں حاصل ہونے والے مال کی زکاۃ پچھلے مال کے ساتھ ہی ادا کی جائے گی، الگ سے اس مال کا نیا سال شمار نہیں کیا جائے گا۔ الغرض جس تاریخ کو زکاۃ نکالی جائے گی اس تاریخ میں جو بھی مال اس کی ملکیت میں ہو گا سب کی زکاۃ دی جائے گی۔

مراقی الفلاح میں ہے: وأما المستفاد في أثناء الحول فيضم إلى مجانسه و يزكي بتمام الحول الأصلي۔

(الشرنبلالي،مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،ص:271)

☆☆☆

سوال: جس شخص پر قرض ہو اس پر زکاۃ فرض ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر اس پر اتنا قرض ہو کہ ادا کرنے کے بعد وہ مالک نصاب نہیں رہے گا تو اس پر زکاۃ فرض نہیں، اور اگر قرض ادائیگی کے بعد بھی وہ مالک نصاب رہے گا تو جتنا قرض ہے اس کو الگ کرنے کے بعد جو بچے اس پر زکاۃ فرض ہے۔

ہدایہ میں ہے: ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة۔ وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصابا " لفراغه عن الحاجة۔

(المَرْغِيناني، الهداية، كتاب الزكاة، ج:1، ص:95)

☆☆☆

سوال: قرض میں دیے گئے مال پر زکاۃ ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا گزشتہ سالوں کی زکاۃ واجب ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قرض میں دیئے گئے مال پر زکاۃ فرض ہے لیکن وصول سے پہلے ادا کرنا ضروری نہیں۔ اور ملنے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکاۃ بھی واجب ہے۔

درمختار میں ہے: (فتجب) زكاتها إذا تم نصابا وحال الحول، لكن لا فورا بل (عند قبض أربعين درهما من الدين) القوي كقرض۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، ج:2، ص:305)

☆☆☆

سوال: اگر کسی شخص نے کوئی زمین اپنا مکان بنانے کے لیے خریدی پھر بعد میں اس کو بیچنے کی نیت کر لی تو کیا اس زمین پر زکاۃ فرض ہو گئی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو زمین اپنا مکان بنانے کے لیے خریدی اس پر زکاۃ فرض نہیں؛ اگرچہ اس کو بیچنے کی نیت کر لی ہو، کیوں کہ زکاۃ فرض ہونے کے لیے ضروری ہے کہ خریدتے وقت بیچنے کی نیت رہی ہو۔

در مختار میں ہے: ولو نوى التجارة بعد العقد أو اشترى شيئا للقنية ناويا أنه إن در وجد ربحا باعه لا زكاة عليه۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الزكاة ج:2، ص:274)

☆☆☆

سوال: بینک میں فنڈ کے جو جو روپے ہیں ان کی زکاۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو کب ادا کی جائے گی؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: بینک میں جو روپے ہیں ان پر زکاۃ واجب ہے؛ کیوں کہ وہ روپے رب المال کی ملکیت میں ہیں۔ لہذا ان پر سال بہ سال زکاۃ لازم ہوتی رہے گی؛ لیکن زکاۃ کی ادائیگی خُمسِ مال وصول ہونے کے بعد واجب ہوگی۔

فتاوی رضویہ میں ہے: وہ جب تک بینک میں ہے اپنے قبضے میں سمجھا جائے گا اور ہر سال اس پر زکاۃ واجب ہوگی، خواہ سال بسال ادا کرتا رہے یا جب اس سے گیارہ روپے سوا تین آنے کے وصول ہو اس میں سے چالیسواں حصہ دے۔

(فتاوی رضویه، ج:10، ص:21، کتاب الزکاة)

☆☆☆

سوال: زید کے پاس سامان ڈھونے کے لیے ٹرک اور ٹریکٹر ہے اور آمدنی کے لیے جے۔ سی۔ بی مشین ہے، تو ایسے شخص پر زکاۃ واجب ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کے پاس روپئے اور سونا چاندی نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ٹرک، ٹریکٹر اور جے۔ سی بی مشین وغیرہ حاجت اصلیہ میں داخل ہیں، لہذا

زید کے پاس اگر روپے، سونا اور چاندی نہ ہوں تو زکاۃ واجب نہیں؛ کیوں کہ زکاۃ واجب ہونے کے لیے نصاب کا حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا ضروری ہے۔ اور یہاں یہ شرط مفقود ہے۔ ہاں ٹرک وغیرہ سے حاصل ہونے والی آمدنی اگر نصاب کو پہنچ جائے یا دوسرے مال کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: (ومنها فراغ المال) عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها،ج:1،ص :174)

☆☆☆

سوال: رہن پر رکھے گئے مال پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: رہن پر رکھے گئے مال پر زکاۃ نہیں، اور واپسی کے بعد گزشتہ سالوں کی زکاۃ بھی نہیں

در مختار میں ہے: ولا في مرهون بعد قبضه۔

وتحته في ردالمحتار: (قوله:ولا في مرهون) أي لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ولا على الراهن لعدم اليد،وإذا استرده الراهن لا يزكي عن السنين الماضية۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الزكاة،ج:2،ص:263)

سوال: نابالغ کے نام بینک میں جمع کی گئی رقم پر زکاۃ فرض ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نابالغ کے نام پر بینک میں جمع کی گئی رقم اگر نابالغ ہی کی ملکیت میں ہے تو اس پر زکاۃ فرض نہیں۔

بدائع الصنائع میں ہے: أن الزكاة عبادة عندنا، والصبي ليس من أهل وجوب العبادة فلا تجب عليه كما لا يجب عليه الصوم والصلاة۔

(الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الزكاة، فصل شرائط فرضية الزكاة، ج:2، ص:4)

در مختار میں ہے: وشرط افتراضها عقل وبلوغ۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الزكاة، ج:2، ص:258)

☆☆☆

سوال: حج کرنے یا مکان خریدنے یا اولاد کی شادی کرنے کے لیے جو رقم الگ رکھی جائے اس پر زکاۃ فرض ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حج کرنے، مکان خریدنے یا اولاد کی شادی کرنے یا اسی طرح کوئی اور کام کرنے کے لیے الگ رکھی گئی رقم پر زکاۃ فرض ہے؛ کیوں کہ محض الگ کر دینے کی وجہ سے وہ مال اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوا___ البتہ ان کاموں کے لیے جو رقم کہیں جمع کر دی گئی اس پر زکاۃ فرض نہیں؛ کیوں کہ اس رقم پر اگرچہ ملکیت باقی ہے؛ لیکن قبضہ باقی نہیں رہا؛ لہٰذا اس پر زکاۃ فرض نہ ہوگی۔

در مختار میں ہے: أن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة،

وكذا في البدائع في بحث النماء التقديري.

وفی رد المحتار:قلت:وأقره في النهر والشرنبلالية وشرح المقدسي، و سيصرح به الشارح أيضا،ونحوه قوله في السراج سواء أمسكه للتجارة أو غيرها،وكذا قوله في التتارخانية نوى التجارة أولا۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الزكاة،ج:2،ص:262)

ہندیہ میں ہے:ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد وأما إذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لا تجب فيه الزكاة كذا في السراج الوهاج۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها،ج:1،ص:172)

☆☆☆

سوال: مہنگے موبائل اور کمپیوٹر وغیرہ پر زکاۃ فرض ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: موبائل اور کمپیوٹر وغیرہ اگر استعمال کے لیے ہوں تو ان پر زکاۃ نہیں؛ کیوں کہ زکاۃ فرض ہونے کے لیے نصاب کا حاجت اصلیہ سے زائد ہونا شرط ہے، اور استعمالی موبائل اور کمپیوٹر حاجت اصلیہ میں سے ہیں؛ لہذا ان پر زکاۃ نہ ہوگی خواہ ان کی مالیت کم ہو یا زیادہ۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: (ومنها فراغ المال) عن حاجته الأصلية۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها،ج:1،ص:172)

☆☆☆

سوال: جو مال دو لوگوں میں مشترک ہو اس پر زکاۃ ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو مال دو لوگوں میں مشترک ہو خواہ روپے ہوں یا مالِ تجارت اگر وہ بہ قدر نصاب ہو تو اس پر زکاۃ فرض ہے۔ ہاں اگر وہ مال ایسا ہے کہ دونوں شریک اگر اپنا اپنا حصہ الگ کر لیں تو نصاب کے برابر نہ رہ جائے۔ اور ان دونوں کے پاس الگ سے سونا، چاندی، مال تجارت یا اتنے روپے نہیں ہیں کہ جن کو ملانے سے وہ مشترکہ مال، نصاب کو پہنچ جائے تو ایسی صورت میں اس مشترکہ مال پر زکاۃ فرض نہیں۔

ردالمحتار میں ہے: (وإن تعدد النصاب)أي بحيث يبلغ قبل الضم مال كل واحد بانفراده نصابا فإنه يجب حينئذ على كل منهما زكاة نصابه۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الزكاة،ج:2،ص:304)

☆☆☆

سوال: زید نے خالد کو کچھ روپے قرض میں دیے، خالد وہ روپے لے کر کہیں بھاگ گیا تو زید پر اس روپے کی زکاۃ ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: خالد، زید کے روپے لے کر کہیں فرار ہو گیا تو اگر زید خود یا کسی کے ذریعہ اسے تلاش کرنے پر قادر ہو اور وہ مقروض زید سے لیے ہوئے قرض کا اقرار کرتا ہو یا زید کے پاس اس قرض پر گواہ یا ثبوت بھی ہو، تو ایسی صورت میں ان پیسوں پر زکاۃ فرض ہے، اور اگر زید اس کو کسی بھی طرح تلاش نہ کر سکتا ہو یا تلاش تو کر سکتا ہو؛ لیکن خالد قرض کا انکار کرتا ہو اور زید کے پاس کوئی گواہ یا ثبوت بھی نہ ہو، تو ایسی صورت میں زید کے ان پیسوں پر زکاۃ فرض نہیں۔

ہدایہ میں ہے: ولو كان الدين على مقر مليء أو معسر تجب الزكاة لإمكان الوصول إليه ابتداء أو بواسطة التحصيل وكذا لو كان على جاحد وعليه بينة أو علم به القاضي لما قلنا۔

(المَرْغِيناني،الهداية في شرح بداية المبتدي،كتاب الزكاة،ج:1،ص:96)

فتاوی شامی میں ہے: ولو هرب غريمه وهو يقدر على طلبه أو التوكيل بذلك فعليه الزكاة،وإن لم يقدر على ذلك فلا زكاة عليه اه."

(ابن عابدين،حاشية ابن عابدين على الدر المختار:كتاب الزكاة،ج:2،ص:266)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: وإذا هرب المديون من رب الدين إلى مصر من الأمصار فعليه الزكاة فيما يقبض منه. وفي الخانية:ولو كان الدين على مقرّ،فهرب المديون من رب الدين إلى مصر من الأمصار فعليه الزكاة فيما يقبض منه ؛ لأنه قادر على أن يطالب أو يبعث بذلك وكيلاً،وإن لم يقدر على طلبه وعلى الوكيل فلا زكاة عليه.

(عالم بن علاء،الفتاوى التاتارخانية:كتاب الزكاة،الفصل الثالث عشر في زكاة الديون،ج:2،ص:62)

☆☆☆

سوال: بعض والدین اپنی لڑکی کے لیے زیور پہلے ہی سے بنوا کر رکھ لیتے ہیں، تو اس زیور پر زکاۃ فرض ہوتی ہے یا نہیں اور اگر فرض ہوتی ہے تو والدین پر یا اس لڑکی پر؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر والدین نے وہ زیور لڑکی کی ملکیت میں دے دیے، تو لڑکی اگر نابالغ ہے تو زیور پر زکاۃ نہیں، اور اگر بالغ ہے تو سال گزرنے کے بعد اس لڑکی پر اس زیور کی زکاۃ لازم ہے۔ اور زیور اگر لڑکی کی ملکیت میں نہیں دیے تو خود والدین پر اس زیور کی زکاۃ دینی لازم ہے۔

در مختار میں ہے: وشرط افتراضها عقل وبلوغ۔

(ابن عابدین،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الزكاة،ج:2،ص:258)

☆☆☆

سوال: کرایہ پر دیے ہوئے مکان پر زکاۃ فرض ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کرایہ پر دیے ہوئے مکان پر زکاۃ نہیں ہے؛ البتہ اس مکان سے حاصل ہونے والے کرایہ کی رقم پر پہلے سے موجود، رقم کے ساتھ مل کر زکاۃ فرض ہے۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها او يوأجرها لا تجب فيها الزكاة كما لا تجب فى بيوت الغلة.

(الفتاوى الخانية،كتاب الزكاة،ج:,1ص:252)

☆☆☆

سوال: آلہ تجارت پر زکاۃ فرض ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: آلہ تجارت پر زکاۃ فرض نہیں، ہاں اس سے حاصل ہونے والی آمدنی پر شرائط کے مطابق زکاۃ فرض ہے۔

ہندیہ میں ہے: (ومنها فراغ المال)عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها،ج:1،ص:172)

سوال: خالد نے زید کی فیکٹری میں جاکر سامان بنانے کا آڈر دیا، زید نے سامان تیار کر دیا لیکن خالد اس سامان کو اٹھانے نہیں گیا اور نہ زید کو پیسے دیے، تو زید پر اس سامان کی زکاۃ لازم ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو مال ابھی فروخت نہیں ہوا، صرف بیچنے کا وعدہ ہوا تھا وہ مال ابھی زید ہی کی ملکیت میں ہے؛ لہذا دوسرے اموالِ تجارت کے ساتھ زید پر اس مال کی بھی زکاۃ لازم ہے۔

مبسوط میں ہے: لا تجب الزكوٰة إلا بثلاث شرائط كمال النصاب وحولان الحول والتمكن فى الأداء ۔

(مبسوط السرخسي، كتاب الزكاة، وفيه زكاة الإبل، ج :2، ص:17)

☆☆☆

سوال: کھیتی کی زمین پر زکاۃ فرض ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کھیتی کی زمین اگر تجارت کے لیے نہ ہو؛ بلکہ کھیتی کرنے کے لیے ہو تو اس زمین پر زکاۃ نہیں خواہ اس کی قیمت کتنی ہی ہو! البتہ اس کی پیداوار پر عُشر یا نِصفِ عشر واجب ہے۔

در مختار میں ہے: إذا اشترى أرض عشر وزرعها أو اشترى بذرا للتجارة وزرعه فإنه يجب فيه العشر ولا تجب فيه الزكاة؛ لأنهما لا يجتمعان۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ج:2، ص:298)

☆☆☆

سوال: کیا پلاٹ پر بھی زکاۃ فرض ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر پلاٹ کو بیچنے کی نیت سے خریدا تھا اور اسی نیت پر قائم رہا تو پلاٹ پر زکاۃ فرض ہے۔ اور اگر خریدتے وقت بیچنے کی نیت نہیں تھی؛ بلکہ بعد میں نیت کر لی یا خریدتے وقت بیچنے کی نیت تو تھی؛ لیکن بعد میں نیت بدل گئی، تو زکاۃ فرض نہیں۔

در مختار میں ہے: ولو نوى التجارة بعد العقد أو اشترى شيئا للقنية ناويا أنه إن وجد ربحا باعه لا زكاة عليه۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الزكاة، ج:2، ص:274)

محیطِ برہانی میں ہے: ثم نية التجارة لا عمل (لها) ما لم ينضم إليها الفعل بالبيع والشراء حتى إن من كان له عبد للخدمة أو ثياب للبذلة نوى فيهما التجارة لم تكن للتجارة حتى يبيعها، فيكون في الثمن الزكاة مع ماله، وهذا بخلاف ما لو كان له عبد للتجارة، فنوى أن يكون للخدمة، بطل عنه الزكاة بمجرد النية۔

(ابن مَازَةَ، المحيط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى بيان مال الزكاة، ج:2، ص:247)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص فلیٹ قسطوں پر لے اور ابھی تک قسطیں مکمل ادا نہ ہوئی ہوں، تو کیا اس فلیٹ کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی اور کیسے نکالنی ہوگی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر کسی شخص نے فلیٹ بیچنے کی نیت سے خریدا، تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے

اور حکم یہ ہے کہ جو قسطیں باقی ہیں وہ اس پر قرض ہیں۔

اس کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ سال پورا ہونے کے دن جتنی مالیت کا فلیٹ ہے اس میں سے قرض (فلیٹ کی بقیہ اقساط یا اس کے علاوہ کوئی قرض ہے، تو اس کو) مائنس کرنے کے بعد فلیٹ کی بقیہ رقم خود یا دیگر اموالِ زکوٰۃ سے مل کر زکوٰۃ کے نصاب (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی) کو پہنچ جائے اور اس کے علاوہ اس پر زکوٰۃ کی دیگر شرائط بھی پائی جاتی ہوں، تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، اور اگر فلیٹ بیچنے کی نیت سے نہیں خریدا، تو اس فلیٹ کی زکوٰۃ فرض نہیں۔ اسی طرح فلیٹ لیا تو بیچنے کے لیے تھا؛ لیکن قرض مائنس کرنے کے بعد نصاب نہیں بچتا، تو بھی زکاۃ لازم نہیں ہوگی۔

☆☆☆

سوال: مسجد و مدرسہ کی رقم پر زکاۃ فرض ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مسجد و مدرسہ کی رقم پر زکاۃ نہیں؛ کیوں کہ مسجد و مدرسہ کی رقم، مال وقف ہے اور وقف میں زکاۃ نہیں۔

ردالمحتار میں ہے: (قوله ملك نصاب) فلا زكاة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك.

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الزكاة، ج:2، ص:259)

☆☆☆

سوال: رہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے، سواری کی گاڑی اور دوسرے ضروری سامان پر زکاۃ فرض ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: رہنے کے گھر پہننے کے کپڑے اور سواری کی گاڑی وغیرہ حاجات اصلیہ میں سے ہیں؛ لہذا ان چیزوں پر زکاۃ فرض نہیں، خواہ کتنی ہی قیمت کے ہوں۔

ہندیہ میں ہے: (ومنها فراغ المال)عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،،كتاب الزكاة،الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها،ج:1،ص:172)

☆☆☆

سوال: حرام کمائی کے مال پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر حرام مال، حلال مال کے ساتھ مخلوط ہے تو اس صورت میں حرام مال کی مقدار کو نکالنے کے بعد اگر حلال مال نصاب کے برابر ہے یا اس سے زیادہ ہے تو اس پر زکاۃ واجب ہوگی، اور اگر نصاب کے برابر نہیں، بلکہ اس سے کم ہے تو اس صورت میں زکاۃ واجب نہیں ہوگی، البتہ حرام مال مالک کو واپس کرنا ممکن ہے تو واپس کردے، ورنہ ثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کردے۔

ردالمحتار میں ہے: (قوله:كما لو كان الكل خبيثًا)في القنية:لو كان الخبيث نصابًا لايلزمه الزكاة؛ لأنّ الكل واجب التصدق عليه فلايفيد إيجاب التصدق ببعضه. اهـ.ومثله في البزازية".

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين كتاب الزكاة،باب زكاة الغنم،ج:2،ص:291)

وفيه أيضًا: "و الحاصل:أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم، و إلا فإن علم عين الحرام لايحلّ له ويتصدّق به بنية صاحبه".

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،باب البيع الفاسد،مطلب في من ورث مالًا حرامًا،ج:5،ص:99)

زکاۃ کی ادائیگی کا بیان

سوال: کیا زکاۃ کی رقم کو تھوڑی تھوڑی کر کے ادا کرنا درست ہے؟ یا یکبارگی پوری رقم کی ادائیگی ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: زکاۃ کی رقم کو تھوڑی تھوڑی ادا کرے یا ایک ساتھ پوری رقم ادا کرے، دونوں صورتیں جائز ہیں۔

☆☆☆

سوال: جو لوگ گاؤں گاؤں بھیک مانگتے رہتے ہیں ان کو زکاۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر زکاۃ دینے والے کا غالب گمان یہ ہو کہ جسے زکاۃ دی جا رہی ہے وہ مستحق ہے اور اس کا دل مطمئن ہو تو اس کو زکاۃ دینا جائز ہے، خواہ یہ اطمینان مستحق کی ظاہری حالت دیکھ کر ہو رہا ہو یا مستحق کے خود بتانے سے یا اس کے زکاۃ کا **سوال** کرنے سے غالب گمان حاصل ہو جائے، مزید تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں۔

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص تھوڑی رقم فقیروں کو دیتا رہے اور سال کے آخر میں اس کو زکاۃ میں شمار کر لے تو زکاۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ایسا کرنے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی جب کہ رقم الگ کرتے وقت یا فقیر کو دیتے

وقت زکاۃ دینے کی نیت رہی ہو۔

فتاوی امجدیہ میں ہے: صاحب نصاب اگر تھوڑا تھوڑا دیتا رہے پھر سال تمام پر حساب کرے۔ اور پوری ادا ہو گئی فبہا۔ اگر کچھ باقی ہو تو فوراادا کرے اور زیادہ چلی گئی تو سال آئندہ میں مجرا کرے۔ یوں کرنا جائز ہے۔

(فتاوی امجدیہ ج1،ص368)

ہندیہ میں ہے: وأما شرط أدائها فنية مقارنة للأداء أو لعزل ما وجب هكذا في الكنز۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الأول في تفسير الزكاة وصفتها وشرائطها،ج1:ص170)

☆☆☆

سوال: کیا کسی فقیر کو کھانا، کپڑا یا دوا وغیرہ دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر فقیر کو کھانا کپڑا اور دوا وغیرہ کا مالک بنادیا تو زکاۃ ادا ہو جائے گی۔

تاتارخانیہ میں ہے: و يشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة.

(عالم بن علاء،التاتاخانية،باب مصرف الزكاة،ج:2،ص:277)

☆☆☆

سوال: اگر فقیر کو زکاۃ کا مال دیا مگر اس فقیر سے نہیں بتایا کہ یہ زکاۃ ہے، تو زکاۃ ادا ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: صورت مسئولہ میں زکاۃ ادا ہو جائے گی، کیوں کہ زکاۃ دیتے وقت زکاۃ کا نام

لیناضروری نہیں، یہاں تک کہ اگر تحفہ، ہدیہ وغیرہ کہہ کردے گا تب بھی زکاۃ اداہوجائے گی۔

ہندیہ میں ہے: ومن أعطى مسكينا دراهم وسماها هبة أو قرضا ونوى الزكاة فإنها تجزيه،وهو الأصح هكذا في الالبحر الرائق ناقلا عن المبتغى والقنية۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الأول في تفسير الزكاة وصفتها وشرائطها،ج1:ص170)

☆☆☆

سوال: اگر فقیر کو قرض کے نام پر زکاۃ کی نیت سے مال دیا توزکاۃ اداہوگی یانہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: فقیر کو قرض کے نام پر زکاۃ کی نیت سے رقم دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی؛کیوں کہ فقیر کورقم دیتے وقت زبان سے زکاۃ کا نام لیناضروری نہیں ،بس دل سے نیت کافی ہے۔

درمختار میں ہے: (نوى الزكاة إلا أنه سماه قرضا جاز) في الأصح لأن العبرة للقلب لا للسان۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،مسائل شتى،ج:6،ص:733)

☆☆☆

سوال: اگر زکاۃ کی نیت سے مال الگ کردیا؛لیکن فقیر کو دیتے وقت نیت نہیں کی تو زکاۃاداہوگی یانہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مال الگ کرتے وقت زکاۃ کی نیت کرلی تب بھی کافی ہے؛اگرچہ ادائیگی کے

وقت نیت نہ کی ہو، زکاۃ ادا ہو جائے گی۔

ہندیہ میں ہے: وأما شرط أدائها فنية مقارنة للأداء أو لعزل ما وجب هكذا في الكنز.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الأول في تفسير الزكاة وصفتها وشرائطها،ج:1،ص170)

☆☆☆

سوال: بھیک مانگنے والوں کو زکاۃ کی رقم دینا جائز ہے یا نہیں۔ اور ان کو دینے سے زکاۃ ادا ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بھیک مانگنے والے عموماً تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)... مال دار بھی وہ صاحب نصاب ہونے کے باوجود بھیک مانگتے ہیں، ایسے لوگوں کو زکاۃ کا مال دینا حرام اور دے دیا تو زکاۃ ادا نہیں ہو گی۔

(۲)... جو صاحب نصاب نہیں ہوتے؛ لیکن تندرست ہوتے ہیں اور خود سے کمانے کی قوت رکھتے ہیں اور بھیک مانگنا کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں ہوتا جو ان کی طاقت سے باہر ہو، تو ایسے لوگوں کو بھیک دینا گناہ ہے؛ لیکن زکاۃ کا مال دیا تو زکاۃ ادا ہو جائے گی۔

(۳)... وہ لوگ جو صاحب نصاب نہیں ہوتے اور نہ کمانے کی طاقت رکھتے ہیں، یا جتنے کی ضرورت ہے اتنا کمانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کو بھیک دینا جائز اور زکاۃ کی رقم دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی۔

(ملخصًا از فتاوی فیض الرسول،ج:1،ص:461)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے زکاۃ کا مال الگ کر کے رکھ دیا؛ لیکن فقیر کو دینے سے پہلے وہ مال چوری ہو گیا تو زکاۃ ساقط ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: فقیر کو دینے سے پہلے زکاۃ کا مال چوری ہو جانے سے زکاۃ ساقط نہیں ہوتی؛ بلکہ دوبارہ زکاۃ کی ادائیگی لازم ہے۔

در مختار میں ہے: ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء۔

تحته في الشامي: فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكاة۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الزكاة، ج:2، ص:270)

☆☆☆

سوال: کسی کو فقیر سمجھ کر زکاۃ دی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مال دار تھا، تو زکاۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر زکاۃ دینے سے پہلے غور و فکر کر کے اسے مستحق سمجھ کر زکاۃ دی اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مالدار ہے تو زکاۃ ادا ہو گئی، دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں اور غور و فکر کئے بغیر اسے زکاۃ دے دی تو اس صورت میں زکاۃ ادا نہیں ہو گی۔

ہندیہ میں ہے: وإذا دفعها، ولم يخطر بباله أنه مصرف أم لا فهو على الجواز إلا إذا تبين أنه غير مصرف، وإذا دفعها إليه، وهو شاك، ولم يتحر أو تحرى، ولم يظهر له أنه مصرف أو غلب على ظنه أنه ليس بمصرف فهو على الفساد إلا إذا تبين أنه مصرف هكذا في التبيين.

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، الباب السابع في المصارف، ج:1، ص:187)

سوال: اگر کسی شخص پر زکاۃ لازم تھی لیکن ادائیگی سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے مال سے زکاۃ ادا کی جائے گی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس پر زکاۃ لازم تھی وہ مر گیا تو زکاۃ ساقط ہو گئی، اب اس کے مال سے زکاۃ کی ادائیگی لازم نہیں ۔ ہاں اگر وہ وصیت کر جائے تو اس کے تہائی مال تک اس کی وصیت نافذ ہوگی۔اس سے زیادہ میں نہیں۔

ہندیہ میں ہے:قال أصحابنا رحمهم الله تعالى ـ إذا مات من عليه الزكاة سقطت الزكاة بموته كذا في المحيط۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب الأول في تفسير الزكاة وصفتها وشرائطها،ج:1،ص:176)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کو زکاۃ کا مال دیا کہ وہ فقیر کو دے دے تو وہ اپنی اولاد اور بیوی کو دے سکتا ہے یا نہیں ؟اور اگر محتاج ہو تو خود رکھ سکتا ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:وکیل اپنی بیوی اور بالغ اولاد کو زکاۃ کا مال دے سکتا ہے جب کہ وہ مستحق ہوں اور اگر موکل نے اسے اختیار دیا ہو کہ جس کو چاہے دے، تو محتاج ہونے کی صورت میں خود بھی رکھ سکتا ہے۔اگر مؤکل نے کسی خاص فقیر کو دینے کے لیے کہا تو اس صورت میں خاص اس فقیر کو دینا لازم ہے۔

البحر الرائق میں ہے:وللوكيل بدفع الزكاة أن يدفعها إلى ولد نفسه كبيرا كان

أو صغيرا،وإلى امرأته إذا كانوا محاويج،ولا يجوز أن يمسك لنفسه شيئا اه ۔إلا إذا قال ضعها حيث شئت،فله أن يمسكها لنفسه. كذا في الولوالجية۔
(ابن نجيم،البحر الرائق شرح الكنز الدقائق،كتاب الزكاة،شروط أداء الزكاة،ج:2،ص:349)

تاتارخانیہ میں ہے: سئل عمر الحافظ عن رجل دفع إلى الآخرمالا فقال له:هذا زكاة مالي فادفعها الى فلان،فدفعها الوكيل الى آخر،هل يضمن؟ قال: نعم،وله التعيين.
(عالم بن علاء،التاتارخانية،كتاب الزكاة،الفصل التاسع،ج:2،ص:215)

☆☆☆

سوال: ایسا بچہ جو عاقل تو ہو لیکن بالغ نہ ہو،اس کو زکاۃ دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر لڑکا سمجھ دار ہے کہ وہ روپیہ پر قبضہ کرنا جانتا ہو، تو اس کو دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی۔

ہندیہ میں ہے: ولو قبض الصغير،وهو مراهق جاز،وكذا لو كان يعقل القبض بأن كان لا يرمي،ولا يخدع عنه۔
(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب السابع في المصارف،ج:1،ص:190)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص فقیروں اور محتاجوں کو روپے پیسے دیتا رہا پھر سال کے آخر میں یہ نیت کر لی کہ جو کچھ میں نے دیا ہے وہ زکاۃ کا مال تھا، تو کیا اس کی اس نیت سے وہ مال زکاۃ کا سمجھا

جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: زکاۃ کی نیت کے بغیر جو مال فقیروں کو دیتا رہا وہ زکاۃ کا مال نہیں سمجھا جائے گا، وہ نفلی صدقہ شمار ہوگا۔ ہاں اگر فقیروں کو دیتے وقت زکاۃ کی نیت کر لیتا تو وہ مال زکاۃ ہی میں شمار ہوتا۔

ہندیہ میں ہے: ولو قال ما تصدقت إلى آخر السنة فقد نويت عن الزكاة لم يجز كذا في السراحية ۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الأول في تفسير الزكاة وصفتها وشرائطها،ج:1،ص:170)

ہندیہ میں ہے: وأما شرط أدائها فنية مقارنة للأداء أو لعزل ما وجب هكذا في الكنز.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الأول في تفسير الزكاة وصفتها وشرائطها،ج:1،ص170)

مصارفِ زکاۃ

سوال: مستحق زکاۃ کون لوگ ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: زکاۃ کے مستحق آٹھ قسم کے لوگ ہیں:

(۱)... فقیر؛ یعنی وہ شخص جس کے پاس تھوڑا بہت مال ہو، لیکن وہ شرعی نصاب سے کم ہو۔

(۲)... مسکین؛ یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

(۳)... عاملین؛ یعنی وہ لوگ جنھیں حاکمِ اسلام نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہو۔

(۴)... مؤلفۃ القلوب؛ یعنی وہ لوگ جن کا دل اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو۔

(۵)... رقاب؛ یعنی وہ غلام جسے کچھ مال کے عوض آزادی مل سکتی ہو تو اُسے آزاد کروانے کے لیے مالِ زکاۃ خرچ کیا جائے۔

(٦)... غارمین؛ یعنی جو مقروض ہوں اور قرض ادا کرنے کی سکت نہ رکھتے ہوں، تو مالِ زکاۃ سے ان کا قرض ادا کیا جائے۔

(۷)... فی سبیل اللہ؛ یعنی اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے مجاہد اور حاجی وغیرہ۔

(۸)... ابن سبیل، یعنی ایسے مسافر جن کے پاس دورانِ سفر مال نہ ہو۔

قال تعالی:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝۶۰

(التوبة:60)

اس آیت کریمہ میں مؤلفۃ القلوب منسوخ ہے۔

ہدایہ میں ہے: فهذه ثمانية أصناف وقد سقط منها المؤلفة قلوبهم لأن الله تعالى أعز الإسلام وأغنى عنهم وعلى ذلك انعقد الإجماع.

(المَرْغِيناني ,الهداية في شرح بداية المبتدي, كتاب الزكاة، ج1، ص:110)

☆☆☆

سوال: کن رشتہ داروں کو زکاۃ دینا درست نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اصول یعنی ماں باپ دادا دادی، نانا نانی اوپر تک۔

اور فروع یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی نیچے تک اور زوجین یعنی شوہر بیوی۔ ان رشتہ داروں کے علاوہ باقی رشتہ دار اگر فقیر ہوں، یعنی مالک نصاب نہ ہوں تو ان کو زکاۃ دینا جائز ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: ولا يعطي من الزكاة والدا و إن علا ولا ولدا و إن سفل. وفي الخانية: من قبل الذكور والاناث۔

(عالم بن علاء، التاتارخانية، باب من توضع الزكاة فيه، ج:2، ص:271،)

☆☆☆

سوال: نابالغ لڑکے کو زکاۃ دینے سے زکاۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نابالغ کا باپ اگر زندہ ہو اور مالک نصاب ہو تو ایسے نابالغ کو زکاۃ دینا جائز نہیں، اگر دیا تو زکاۃ ادا نہ ہوگی۔

در مختار میں ہے: (قوله:ولا إلى طفله)أي الغني۔لما عنده أنه يعد غنيا بغناه نهر۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الزكاة،ج:2،ص:350)

☆☆☆

سوال: رشتہ داروں میں زکاۃ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: رشتہ داروں میں زکاۃ کا سب سے زیادہ حق دار بھائی ہے، پھر بہن، پھر بھائی کا لڑکا، پھر بہن کا، پھر چچا پھر ماموں اور پھر خالہ اور پھر ان کی اولاد، جب کہ یہ سب زکاۃ کے مستحق ہوں۔

تاتارخانیہ میں ہے: الافضل صرف الزكاتين يعني صدقة الفطر و زكاة المال الى أحد هولاء السبعة:الأول اخوته الفقراء و اخواته ثم الى اولادهم ثم الى اعمامه الفقراء ثم الى اخواله و خالاته.

(عالم بن علاء،التاتارخانية،باب من توضع الزكاة فيه،ج:2،ص:271)

☆☆☆

سوال: نانا، ماموں اور چچا کو زکاۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نانی نانا کو زکاۃ دینا جائز نہیں، اور اگر دیا تو زکاۃ ادا نہیں ہوگی۔ ماموں اور چچا اگر حاجت مند ہوں تو ان کو دینا جائز ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: ولا يعطي من الزكاة والدا و إن على ولا ولدا و إن

سفل.وفي الخانية:من قبل الذكور والاناث۔

الافضل صرف الزكاتين يعني صدقة الفطر و زكاة المال الى أحد هولاء السبعة:الأول اخوته الفقراء۔ ثم الى اعمامه الفقراء ثم الى اخواله و خالاته.

(عالم بن علاء،التاتارخانية،باب من توضع الزكاة فيه،ج:2،ص:271)

☆☆☆

سوال: اپنے داماد کو زکاۃ دینا درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: داماد اگر مستحق زکاۃ ہو تو اس کو زکاۃ دینا درست ہے، ورنہ نہیں۔

درمختار میں ہے: ويجوز دفعها لزوجة أبيه وابنه وزوج ابنته.

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الزكاة،ج:2،ص:350)

☆☆☆

سوال: اپنی بہو کو زکاۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: بہو اگر حاجت مند ہو تو اس کو زکاۃ دینا جائز ہے۔

درمختار میں ہے: ويجوز دفعها لزوجة أبيه وابنه وزوج ابنته۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الزكاة،ج:2،ص:350)

☆☆☆

سوال: اپنے غریب بھائی اور بہن کو زکاۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جائز ہے؛بلکہ یہ غیروں سے مقدم ہیں۔

تاتارخانیہ میں ہے: الافضل صرف الزكاتين يعني صدقة الفطر و زكاة المال الى أحد هولاء السبعة:الأول اخوته الفقراء و اخواته...الخ۔

(عالم بن علاء،التاتارخانية،باب من توضع الزكاة فيه،ج:2،ص:271)

☆☆☆

سوال: امیر شوہر کی غریب بیوی کو زکاۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: امیر شوہر کی غریب بیوی کو زکاۃ دینا جائز ہے۔

ہندیہ میں ہے: ويدفع إلى امرأة غني إذا كانت فقيرة.لأن قدر النفقة لا يغنيها وبغنى الأب والزوج لا تعد غنية كذا في الكافي.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب السابع في المصارف،ج:1،ص:189)

☆☆☆

سوال: امیر بیٹے کے غریب باپ کو زکاۃ کی رقم دینا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جائز ہے۔

ہندیہ میں ہے: ويجوز صرفها إلى الأب المعسر،وإن كان ابنه موسرا كذا في شرح الطحاوي.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب السابع في المصارف،ج:1،ص:189)

☆☆☆

سوال: مدرسہ، مسجد اور اسکول کی تعمیر میں زکاۃ کا مال خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مسجد، مدرسہ یا اسکول کی تعمیر میں زکاۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی مستحق کو زکاۃ دے دی جائے اور پھر وہ اپنی خوشی سے دے دے تو صرف کرنا درست ہے۔

تبیین الحقائق میں ہے: لا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد لأن التمليك شرط فيها ولم يوجد وكذا لا يبنى بها القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه.

(الزيلعي، فخر الدين، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج:1، ص:300)

در مختار میں ہے: الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء لأن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكات و العشر، ج:2، ص:345)

☆☆☆

سوال: مدارس مستحق زکاۃ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو مدارس میں زکاۃ وفطرہ کی رقم دینا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قرآن پاک میں زکاۃ کے جن مصارف کا ذکر ہے ان میں مدارس شامل نہیں؛ لیکن اس زمانے میں دین کی حفاظت کی ضرورت کے تحت مدارس میں زکاۃ وفطرہ کی رقم دینا جائز ہے۔

مدارس کے ذمہ داران ان رقوم کو حیلۂ شرعی کے بعد جس مد میں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔

"مجلس شرعی کے فیصلے" میں ہے:

"مدارس اسلامیہ جو خالص دینی تعلیم اور دین کی بقا کے لیے قائم ہیں وہ دین کی ضرورت کے تحت ہیں، ان کی بقا کے لیے حیلۂ شرعی کا جواز ہے۔"

(مجلس شرعی کے فیصلے :ج 1:ص 302)

اشباہ میں ہے: الضرورات تبيح المحظورات.

(ابن نجيم،الأشباه والنظائر لابن نجيم.ص:73)

☆☆☆

سوال: باپ یا اپنی اولاد کو زکاۃ دینے کے لیے حیلۂ شرعی کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: باپ یا اپنی اولاد کو زکاۃ دینے کے لیے حیلۂ شرعی کرنا مکروہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے: يكره أن يحتال في صرف الزكاة إلى والديه المعسرين.

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الزكاة،باب مصرف الزكات و العشر،ج:2،ص:345)

بہار شریعت میں ہے: ماں باپ محتاج ہوں اور حیلہ کرکے زکاۃ دینا چاہتا ہے کہ یہ فقیر کو دے دے پھر فقیر انھیں دے، یہ مکروہ ہے۔ یوں ہی حیلہ کرکے اپنی اولاد کو دینا بھی مکروہ ہے۔

(بہار شریعت،ج:1،ص:928زکاۃ کے مصارف)

☆☆☆

سوال: جس کے پاس تھوڑا سا زیور اور تھوڑی سی نقدی ہو تو اس کو زکاۃ دینا جائز ہے یا

نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس کے پاس کچھ زیور اور ضرورت سے زائد کچھ نقدی ہو تو اگر دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر بنتی ہے تو اس کو زکاۃ دینا جائز نہیں، اگر اس سے کم قیمت بنتی ہے اس کو زکاۃ دینا جائز۔

ہندیہ میں ہے:ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب،وإن كان صحيحا مكتسبا كذا في الزاهدي.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب السابع في المصارف،ج:1،ص:189)

☆☆☆

سوال: جس کے پاس رہنے کے لیے اپنا گھر ہو؛ لیکن نصاب کے برابر مال نہ ہو اس کو زکاۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جائز ہے؛ کیوں کہ رہنے کا گھر حاجت اصلیہ میں ہے۔

ہندیہ میں ہے:ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب،وإن كان صحيحا مكتسبا كذا في الزاهدي.وفيه أيضا:رجل له دار يسكنها يحل له الصدقة۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب السابع في المصارف،ج:1،ص:189)

☆☆☆

سوال: جس کے پاس گاڑی ہو لیکن نصاب کے برابر مال نہ ہو اس کو زکاۃ دینا جائز ہے

یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس کے پاس گاڑی ہو؛ لیکن بقدر نصاب مال نہ ہو اس کو زکاۃ دینا جائز ہے جب کہ اس نے گاڑی سواری یا کرایہ پر چلانے کے لئے لی ہو، ورنہ اگر بیچنے کی نیت سے لی ہو تو گاڑی کی قیمت نصاب کے برابر ہوگی تو اس شخص کو زکاۃ دینا جائز نہ ہوگا۔

ہندیہ میں ہے: ویجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب، وإن كان صحيحا مكتسبا كذا في الزاهدي.

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج:1، ص:189)

☆☆☆

سوال: جس کے پاس کھیت ہو لیکن نصاب کے برابر مال نہ ہو اس کو زکاۃ دینا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس کے پاس کھیت ہو؛ لیکن نصاب کے برابر مال نہ ہو اور کھیت کی آمدنی صرف گزر کے لائق ہو، تو اس کی وجہ سے وہ مالک نصاب نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ کھیت اس کی حاجت اصلیہ سے ہے، لہذا اس کو زکاۃ دینا جائز ہے۔

البحر الرائق میں ہے: ويحل لمن له دور وحوانيت تساوي نصبا، وهو محتاج لغلتها لنفقته ونفقة عياله على خلاف فيه ولمن عنده طعام سنة تساوي نصابا لعياله على ما هو الظاهر۔

(ابن نجيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الزكاة، باب دفع الزكاة لغني يملك نصابا، ج:2، ص:263)

سوال: قرض دار کو زکاۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس قرض دار کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے وہ اپنا قرض ادا کر سکے، اس کو زکاۃ کا مال دینا جائز ہے۔

☆☆☆

سوال: جس چیز میں تمام لوگوں کا فائدہ ہو اس میں زکاۃ کا مال خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: زکاۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لیے تملیک فقیر شرط ہے؛ لہذا عمومی فائدہ کے کاموں میں اسے خرچ کرنا جائز نہیں۔ ہاں کسی فقیر کو زکاۃ کی رقم کا مالک بنا دیا جائے پھر وہ اپنی خوشی سے جس کام میں دینا چاہے دے سکتا ہے۔

تبیین الحقائق میں ہے: لا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد لأن التمليك شرط فيها ولم يوجد وكذا لا يبنى بها القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه.

(الزيلعي، فخر الدين، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج:1، ص:300)

در مختار میں ہے: الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء.

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكات و العشر، ج:2، ص:345)

کتاب الصوم

روزے کے اقسام، نیت، روزہ کس پر فرض ہے اور کس پر نہیں
روزہ کب ٹوٹتا ہے اور کب نہیں روزہ چھوڑنے کی اجازت کس کو ہے اور
کس کو نہیں کفارہ کب لازم ہوتا ہے اور کب نہیں اور فدیہ وغیرہ کے احکام

روزے کا بیان

سوال: شریعت میں روزہ کسے کہتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مسلمان کا عبادت کی نیت کے ساتھ صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے اور جماع سے باز رکھنے کا نام روزہ ہے۔

ہندیہ میں ہے: أما تفسيره فهو عبارة عن ترك الأكل والشرب والجماع من الصبح إلى غروب الشمس بنية التقرب إلى الله كذا في الكافي.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،الباب الأول في تعريفه وتقسيمه وسببه ووقته وشرطه،ج:1،ص:194)

☆☆☆

سوال: روزے کی کتنی قسمیں ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزے کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱)...فرض

(۲)...واجب

(۳)...نفل

(۴)...مکروہِ تنزیہی

(۵)...مکروہِ تحریمی

فرض وواجب

فرض اور واجب کی دو قسمیں ہیں: معیّن و غیر معیّن۔

فرض معیّن، جیسے: ادائے رمضان۔

فرض غیر معیّن، جیسے: قضائے رمضان اور کفارہ کا روزہ۔

واجب معیّن، جیسے: نذر معیّن۔

واجب غیر معیّن، جیسے: نذر مطلق۔

نفل

نفل دو ہیں: نفلِ مسنون، اور نفلِ مستحب، جیسے: عاشورا یعنی دسویں محرم کے ساتھ نویں کا روزہ، اور ہر مہینے میں تیرھویں، چودھویں، پندرھویں اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، شوال کے چھ روزے، صوم داؤد عَلَيْهِ السَّلَام، یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

مکروہِ تنزیہی

جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا، صومِ دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)، صومِ سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)، صومِ وصال یعنی روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، یہ سب مکروہِ تنزیہی ہیں۔

مکروہِ تحریمی

جیسے عید اور ایّام تشریق کے روزے۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،و الدر المختار وحاشية ابن عابدين كتاب الصوم)

روزے کی نیت کا بیان

سوال: کن روزوں کی نیت سحری کے بعد بھی ہو سکتی ہے اور کن روزوں کی نیت سحری کے وقت کے ختم ہونے سے پہلے پہلے کرنی ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: رمضان کا روزہ، نذر معین کا روزہ اور نفل روزہ، ان تین کی نیت سحری کے بعد بھی کرسکتے ہیں اور نیت کا آخری وقت نصف النہار شرعی سے پہلے پہلے ہے، نصف النہار شرعی پر یا اس کے بعد نہیں کرسکتے۔ نصف النہار شرعی یہ ہے کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک جتنے گھنٹے اور منٹ ہوتے ہیں، انھیں دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے، پہلا حصہ نصف النہار شرعی ہوگا اور اس سے پہلے پہلے نیت کی اجازت ہوگی۔ اور نذر غیر معین اور رمضان کے قضا روزے کی نیت کا سحری کے وقت کے ختم ہونے سے پہلے پہلے ہونا ضروری ہے، ورنہ روزہ صحیح نہ ہوگا۔

درمختار میں ہے: "(فيصح)أداء (صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية من الليل)فلاتصح قبل الغروب ولا عنده (إلى الضحوة الكبرى لا)بعدها".

"(قوله:إلى الضحوة الكبرى)المراد بها نصف النهار الشرعي والنهار الشرعي من استطارة الضوء في أفق المشرق إلى غروب الشمس"

(الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصوم، ج:2، ص:377)

☆☆☆

سوال: اگر رات کو رمضان کا قضاء روزہ رکھنے کی نیت تھی، لیکن صبح سحری میں آنکھ نہیں کھلی بلکہ طلوع آفتاب کے بعد کھلی، تو اب نیت کرلے تو اس صورت میں اس کا روزہ صحیح

ہو گا یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: قضا روزے کی نیت صبح صادق سے پہلے کرنا لازم ہے، رات سے ہی نیت کی ہو تو یہ نیت بھی معتبر ہے؛ لہذا اگر اس نے رات سے ہی قضا روزے کی نیت کر لی تھی تو سحری میں آنکھ نہ کھلنے کے باوجود اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا۔

فتاوی شامی میں ہے :"في الدر:(والشرط للباقي)من الصيام قرآن النية للفجر ولو حكما وهو (تبييت النية)للضرورة (وتعيينها)لعدم تعين الوقت۔

(ابن عابدين ,الدر المختار وحاشية ابن عابدين ,كتاب الصوم ج:2،ص:377)

☆☆☆

سوال: کیا پورے رمضان کے لیے ایک ہی نیت کافی ہو گی یا ہر روزے کی الگ نیت کرنی ہو گی ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: رمضان المبارک کے ہر روزے کی نیت الگ الگ کرنی ضروری ہے، پورے رمضان کے روزوں کے لیے صرف ایک ہی نیت کافی نہیں۔

فتاوی شامی میں ہے:(ويحتاج صوم كل يوم من رمضان إلى نية)ولو صحيحا مقيما تمييزا للعبادة عن العادة."

(ابن عابدين ,الدر المختار وحاشية ابن عابدين كتاب الصوم،ج:2،ص:379)

☆☆☆

سوال: کیا زبان سے روزے کی نیت کرنا ضروری ہے یا دل میں ارادہ کافی ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نیت دِل کے ارادے کا نام ہے، دل میں ارادہ کر لینا بھی کافی ہے، البتہ اس نیت کے استحضار کے لیے زبان سے بھی نیت کر لیں تو بہتر ہے۔

درمختار میں ہے: ان العبرة للقلب لا للسان.

(ابن عابدين ,الدر المختار وحاشية ابن عابدين،مسائل شتى،ج:6،ص:733)

☆☆☆

سوال: کیا نفل روزوں کے ساتھ اسی روزے میں رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے کی نیت کر سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ایک روزے میں دو روزوں کی نیت کرنا صحیح نہیں؛ لہذا ایک روزہ میں نفل اور قضا دونوں روزے ادا نہیں ہوسکتے، اور اگر کسی نے ایک روزے میں دونوں یعنی نفل اور رمضان کے قضا روزے کی نیت کر لی تو وہ قضا روزہ شمار ہوگا۔

ہندیہ میں ہے: ومتى نوى شيئين مختلفين متساويين في الوكادة والفريضة، ولا رجحان لأحدهما على الآخر بطلا، ومتى ترجح أحدهما على الآخر ثبت الراجح، كذا في محيط السرخسي. فإذا نوى عن قضاء رمضان والنذر كان عن قضاء رمضان استحساناً، وإن نوى النذر المعين والتطوع ليلاً أو نهاراً أو نوى النذر المعين، وكفارة من الليل يقع عن النذر المعين بالإجماع، كذا في السراج الوهاج.

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الأول في تعريفه وتقسيمه وسببه ووقته وشرطه، ج:1، ص:194)

سوال: اگر کسی نے سحری کی لیکن روزے کی نیت نہیں کی تو روزہ صحیح ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: فقہاے کرام نے لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں روزے کے ارادے سے سحری کرنا بھی نیت کے قائم مقام ہے۔

روزہ توڑنے اور نہ توڑنے والی چیزوں کا بیان

سوال: اگر کسی نے روزے کی حالت میں بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: بھول کر کھانے یا پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من نسي وهو صائم،فأكل أو شرب،فليتم صومه،فإنما أطعمه الله وسقاه

ترجمہ: جو روزے میں بھول کر کھا، یا پی لے، اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے؛ اس لیے کہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

(الصحيح لمسلم،كتاب الصيام،باب أكل الناسي وشربه وجماع لايفطر،ج:2،ص:809،الحديث:1155)

☆☆☆

سوال: روزے کے دوران منہ میں آنے والے تھوک کو نگل سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا ایسا کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں اپنا تھوک نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ البتہ منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا مکروہ ہے۔

مجمع الأنهر میں ہے: ولو اجتمع الريق في فيه ثم ابتلعه يكره ولا يفطر.

(عبد الرحمن شيخي زاده،مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأألبحر،كتاب الصوم،باب موجب الفساد،ج:1،ص:246

☆☆☆

سوال: روزے کی حالت میں سرمہ لگانا، خوشبو سونگھنا، اور سر میں تیل لگانا کیسا ہے؟ کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں سرمہ لگانا، خوشبو سونگھنا اور سَر یا جسم کے کسی حصے میں تیل لگانا جائز ہے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

مراقي الفلاح میں ہے: أو ادهن" لم يفسد صومه "أو اكتحل ولو وجد طعمه" لا يكره للصائم شم رائحة المسك والورد ونحوه.

(الشرنبلالي،مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،باب ما لا يفسد الصوم،ص:245)

☆☆☆

سوال: اگر روزے دار کے حلق میں دھواں یا غبار چلا جائے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دھواں یا غبار وغیرہ اگر خود بخود حلق کے اندر چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہو گا اور اگر جان بوجھ کر اندر کیا تو فاسد ہو جائے گا بشرطیکہ روزے سے ہونا یاد ہو۔

البحر الرائق میں ہے: أو دخل حلقه غبار أو ذباب،وهو ذاكر لصومه) يعني

لا يفطر؛ لأن الذباب لا يستطاع الامتناع عنه فشابه الدخان۔

(ابن نجيم،الالبحر الرائق شرح كنز الدقائق،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده،ج:2،ص:294)

مراقی الفلاح میں ہے: من أدخل بصنعه دخانا حلقه بأي صورة كان الإدخال فسد صومه.

(الشرنبلالي،مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،باب ما لا يفسد الصوم،ص:245)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی شخص کلی کر رہا تھا کہ پانی اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: کلی کرتے ہوئے غلطی سے پانی اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس روزے کی قضا لازم ہے۔

ہندیہ میں ہے: لو أكل مكرها أو مخطئا عليه القضاء دون الكفارة كذا في فتاوى قاضي خان۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الفصل الأول ما يوجب القضاء دون الكفارة،ج:1،ص:202)

☆☆☆

سوال: اگر غسل یا وضو کے دوران کان میں پانی چلا جائے تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: وضو یا غسل کے دوران کان میں پانی چلے جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: (أو دخل الماء في أذنه وإن كان بفعله۔)

تحته في الشامي:اختارهُ فِي الهداية والتَّبْيِين وصحَّحهُ في الْمحيط،وفِي

الولْوالِجيَّة أنهُ الْمختار۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسد،ج:2،ص:396)

☆☆☆

سوال: روزے کی حالت میں وضو کرتے وقت پانی ناک میں ڈالا تو غلطی سے وہ حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنے میں زیادہ مبالغہ نہ کرنا چاہیے، اس طرح وضو بھی ہو جائے گا اور روزہ بھی برقرار رہے گا۔ اور اگر ناک میں پانی چلا جائے اور وہ حلق میں پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر حلق میں نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

سنن ترمذی میں ہے:"قال:سمعت عاصم بن لقيط بن صبرة،عن أبيه، قال:قلت يا رسول الله،أخبرني عن الوضوء؟ قال:«أسبغ الوضوء،وخلل بين الأصابع،وبالغ في الاستنشاق،إلا أن تكون صائما»."

(جامع ترمذی،أبواب الصوم،باب ما جاء في كراهية مبالغة الاستنشاق للصائم،ج:3،ص:146،)

بدائع الصنائع میں ہے:أن الماء لا يسبق الحلق في المضمضة،والاستنشاق عادة إلا عند المبالغة فيهما،والمبالغة مكروهة في حق الصائم.

(الكاساني،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،كتاب الصوم،فصل أركان الصيام،ج:2،ص:91)

☆☆☆

سوال: روزے کی حالت میں کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، بعد میں ایک روزہ رکھنا لازم ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ومن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه دهنا أفطر، ولا كفارة عليه هكذا في الهداية، ولو دخل الدهن بغير صنعه فطره كذا في محيط السرخسي.

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، النوع الأول ما يوجب القضاء دون الكفارة، ج:1، ص:204)

اسی طرح **قدوری، ہدایہ، وقایہ، کنزالدقائق وغیرھا** متون اور شروح جیسے **مبسوط امام سرخسی، فتح القدیر، بنایہ، بدائع الصنائع، مجمع الانہر** اور **در مختار** وغیرھا میں ہے۔

☆☆☆

سوال: روزہ میں ناک میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزہ میں کسی بھی قسم کا سیال مادہ، دوا، تیل وغیرہ ناک میں ڈالنے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیوں کہ تیل، سیال ہونے کی وجہ سے عادۃً ناک کی طرف سے دماغ تک پہنچ جاتا ہے؛ لہذا ایسا کرنے سے ٹوٹ جائے گا، اس روزے کی قضا لازم ہے، البتہ قلیل مقدار تیل انگلی میں لے کر ناک میں اس طور پر لگانا کہ وہ ناک کے بانسے سے متجاوز نہ ہو، روزے کو فاسد نہیں کرتا؛ تاہم اس سے بھی احتیاط کرنا بہتر ہے۔

در مختار میں ہے: (أَوْ احْتَقَنَ أَوْ اسْتَعَطَ فِي أَنْفِهِ شَيْئًا)

وتحته في الشامیی: قلت: ولم يقيدوا الاحتقان والاستعاط والإقطار بالوصول إلى الجوف لظهوره فيها وإلا فلا بد منه حتى لو بقي السعوط في الأنف ولم يصل إلى الرأس لا يفطر، ويمكن أن يكون الدواء راجعا إلى الكل تأمل وعدم وجوب الْكفّارةِ في ذلكَ هوَ الْأَصحُّ۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصوم، باب ما يفسِد الصوم وما لا يفسدُه، ج:2، ص:402)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا تھوک نگل لیا تو اس کا روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اپنی بیوی کا تھوک نگلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

ہندیہ میں ہے: ولو ابتلع بزاق غيره فسد صومه بغير كفارة إلا إذَا كان بزاق صديقه فحينئذ تلزمه الكفارة، كذا في المحيط۔

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد، وما لَا يفسد، ج:1، ص:202)

☆☆☆

سوال: روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے بوس وکنار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: جس شخص کو جماع یا انزال کا اندیشہ نہ ہو اس کے لیے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے بوس وکنار کرنے یا اسے چھونے میں حرج نہیں، اور جس کو اندیشہ ہو اس کے لیے ایسا کرنا مکروہ وممنوع ہے۔

ہندیہ میں ہے: ولا بأس بالقبلة إذا أمن على نفسه من الجماع والإنزال ويكره إن لم يأمن والمس في جميع ذلك كالقبلة كذا في التبيين.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية، كتاب الصوم،النوع الأول ما يوجب القضاء دون الكفارة،ج:1،ص:200

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے اپنی بیوی کو ہاتھ لگایا یا بوسہ دیا اور انزال ہو گیا، تو روزہ فاسد ہو گا یا نہیں، اور کیا کفارہ بھی لازم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں بیوی کے ساتھ بوس وکنار اور چھونے سے انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، استغفار اور قضا ضروری ہے، کفارہ لازم نہیں۔

ہندیہ میں ہے: وإذا قبل امرأته، وأنزل فسد صومه من غير كفارة، كذا في المحيط.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،النوع الأول ما يوجب القضاء دون الكفارة،ج:1،ص:204)

☆☆☆

سوال: روزہ کی حالت میں طاقت حاصل کرنے کی غرض سے انجکشن لگوانا کیسا ہے؟

کیا یہ مفسدِ صوم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: انجیکشن لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ البتہ بلا ضرورت، روزے کا احساس کم کرنے کی خاطر طاقت کا انجیکشن یا ڈرپ لگانا مکروہ ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

فتاوی شامی میں ہے: لأنه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن،و المفطر إنما هو الداخل من المنافذ للإتفاق على أن من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه أنه لايفطر،و إنما كره الإمام۔

(الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد،ج:2،ص:395)

فتاوی ہندیہ میں ہے: و ما يدخل من مسام البدن من الدهن لايفطر۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،الباب الرابع فيما يفسد،وما لَا يفسد،ج:1،ص:204)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کو فحش ویڈیو دیکھنے سے انزال ہو گیا تو روزہ فاسد ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر فحش ویڈیوز کے دیکھنے سے انزال ہو گیا اور انزال میں اپنے عمل کا دخل نہ تھا، صرف دیکھنے سے ہی انزال ہو گیا تھا تو اس صورت روزہ فاسد نہ ہو گا، بصورتِ دیگر روزہ فاسد ہو جائے گا۔

تحفۃ الفقہاء میں ہے: وكذلك لو نظر إلى فرج امرأة شهوة فأمنى أو تفكر فأمنى لا يفسد صومه لأنه حصل الإنزال لا بصنعه فلا يكون شبيه الجماع لا

صورة ولا معنى۔

(السمرقندي، علاء الدين، تحفة الفقهاء، كتاب الصوم، ج:1، ص:353)

☆☆☆

سوال: کیا روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ (Tooth paste) استعمال کرسکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ (Tooth paste) منجن وغیرہ کا استعمال مکروہ ہے؛ کیوں کہ حلق میں اس کے اثرات جانے کا شک ہے، اور اگر حلق میں ٹوتھ پیسٹ کے ذرات چلے گئے تو روزہ فاسد ہوجائے گا، لہذا روزہ کے دوران ٹوتھ پیسٹ وغیرہ استعمال کرنا مناسب نہیں۔

☆☆☆

سوال: کیا شوگر کے مریض کو اس بات کی اجازت ہے کہ روزہ میں کسی میٹھے شربت (جام شیریں یا چینی کے پانی) سے کلی کرلے؟ کیوں کہ شوگر کے مریض کا اگر شوگر لیول نیچے جارہا ہو تو محض منہ میں کسی میٹھی چیز کے رکھنے سے ہی اس میں کسی حد تک افاقہ ہوجاتا ہے چاہے اسے پیٹ میں نہ بھی اتارے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزہ کی حالت میں کوئی شربت یا چینی ملا ہوا پانی منہ میں ڈالنا مکروہ ہے، ایسا کرنے کی صورت میں اگر شربت حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس روزہ کی قضا لازم ہوگی، لیکن اگر شربت حلق سے نیچے نہیں اترا تو اس صورت میں روزہ صرف مکروہ ہوگا، ٹوٹے گا نہیں؛ کیوں کہ زبان کے مسامات کے ذریعہ اگر چینی خون میں شامل ہوجاتی ہے تو

اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ فقہاے کرام نے عذر کے وقت چوں کہ کسی چیز کو چکھنے کی اجازت دی ہے؛ اس لیے اگر روزے کے دوران شوگر کا لیول خطرناک حد تک نیچے ہو جائے اور کوئی دوسرا متبادل حل نہ ہونے کی وجہ سے منہ میں شربت یا چینی ملا ہوا پانی انتہائی احتیاط سے منہ میں ڈال کر کلی کر لے تو اس کی گنجائش ہوگی، البتہ شدید عذر کے بغیر ایسا کرنا مکروہ ہی ہوگا۔

ہندیہ میں ہے: و کرہ ذوق شئي و طضغه بلا عذر كذا في الكنز۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره،ج:1،ص:199)

☆☆☆

سوال: اگر روزہ کی حالت میں گانا اور موسیقی وغیرہ سنا تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: موسیقی، گانا بجانا اور سننا شریعت میں حرام ہے، روزہ میں اس کا گناہ اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے، اس سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے، اس کے ثواب میں کمی ہو جاتی ہے، البتہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ مگر روزے کی روح ختم ہو جاتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه و سلم:من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه

(رواه البخاري،ج:3،ص:46،الحديث:1903)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضي اللہ تعالی عنہ سے روآیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: جو شخص (روزے کی حالت میں) لغو و باطل کلام اور بے ہودہ افعال نہ چھوڑے گا تو اللہ کو اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

☆☆☆

سوال: روزے کی حالت میں خون چڑھوانے یا نکلوانے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں خون چڑھوانے یا نکلوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ کیوں کہ وہ رگوں یا مسامات کے ذریعہ بدن میں جاتا ہے، جب کہ روزہ فاسد ہونے کے لیے ضروری ہے کے بدن کے معتاد راستوں سے کوئی چیز جسم کے اندر پہنچے، اور خون نکالنے یا لگانے میں ایسا نہیں ہوتا، لہٰذا اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا؛ البتہ بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے: وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن المخارق الأصلية كالأنف والأذن والدبر بأن استعط أو احتقن أو أقطر في أذنه فوصل إلى الجوف أو إلى الدماغ فسد صومه وأما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن غير المخارق الأصلية بأن داوى الجائفة، والآمة، فإن داواها بدواء يابس لا يفسد۔

(الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الصوم، فصل: أركان الصيام، ج:2، ص:96)

☆☆☆

سوال: کیا احتلام سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بلکہ روزہ برقرار رہتا ہے؛ کیوں کہ یہ اختیاری فعل

نہیں ہے، البتہ جتنا جلد ہو سکے غسل کر لے۔

بدائع الصنائع میں ہے: ولو احتلم في نهار رمضان فأنزل لم يفطره،لقول النبي صلى الله عليه وسلم ثلاث لا يفطرن الصائم: القيء،والحجامة، و الاحتلام»ولأنه لا صنع له فيه فيكون كالناسي.

(الكاساني،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،باب الصوم،فصل أركان الصيام،ج:2،ص91)

تبیین الحقائق میں ہے: وأما إذا احتلم فلقوله عليه الصلاة والسلام ثلاث لا يفطرن الصائم الحجامة والقيء والاحتلام ولأن فيه حرجا لعدم إمكان التحرز عنه إلا بترك النوم وهو مباح ولأنه لم توجد صورة الجماع ولا معناه وهو الإنزال عن شهوة بالمباشرة.

(الزيلعي،فخر الدين،تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده،ج:1،ص:323)

☆☆☆

سوال: اگر نیند میں دانتوں سے خون نکلا، بیدار ہونے پر منہ میں خون تھا، تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں منہ سے خون نکلنے کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں:

- اگر خون حلق تک ہی رہا، پیٹ تک نہیں پہنچا تو روزہ بہر حال نہ ٹوٹے گا خواہ خون کم ہو یا زیادہ۔
- اگر خون پیٹ میں پہنچ جائے اور اس کا مزہ بھی محسوس ہو تو بہر حال روزہ ٹوٹ جائے گا۔

❖ اگر پیٹ میں پہنچ جائے؛لیکن مزہ محسوس نہ ہوتوخون مغلوب ہونے کی صورت میں روزہ نہ ٹوٹے گااور خون غالب یابرابر ہوتوروزہ ٹوٹ جائے گا۔

لہذااگر نیند میں دانتوں سے خون نکلے اور بیدار ہونے پر وہ منہ میں ہی ہو،پیٹ تک نہ پہنچے،تواس سے روزہ فاسدنہیں ہوگا۔

درمختار میں ہے:(أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه)يعني ولم يصل إلى جوفه أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد وإلا لا إلا إذا وجد طعمه،بزازية. واستحسنه المصنف وهو ما عليه الأكثر۔

(الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الصوم،،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد،ج:2،ص:396)

☆☆☆

سوال:سحری ختم ہونے سے پہلے ٹوتھ پیسٹ کیا،پھر اچھی طرح کلی کی،اس کے باوجود منہ میں ہلکاساذائقہ رہا،کیااس صورت میں تھوک نگلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:سحری کرکے اچھی طرح منہ صاف کرلینے کے بعد روزے کی حالت میں منہ میں تھوک کے ساتھ ذائقہ محسوس ہوتواس تھوک کونگل لینے سے روزہ فاسدنہیں ہوتا۔

درمختار میں ہے:(أو بقي بلل في فيه بعد المضمضة وابتلعه مع الريق) كطعم أدوية ومص إهليلج بخلاف نحو سكر.

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسد،ج:2،ص:396)

سوال:کیاکوئی روزہ بغیر سحری کے رکھ سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: کوئی بھی روزہ سحری کے بغیر رکھا جاسکتا ہے، سحری کرنا کسی بھی قسم کے روزہ کے لیے شرط نہیں، سحری کرنا صرف مستحب ہے۔

☆☆☆

سوال: آنسو یا پسینہ بہ کر منہ میں چلا جائے، پھر اسے تھوک کے ساتھ نگل لے تو روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: آنسو یا پسینہ اگر قطرہ دو قطرہ ہے کہ اس کا مزہ منہ میں محسوس نہ ہو تو اس کو تھونک کے ساتھ نگل لینے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر زیادہ ہے کہ اس کا مزہ پورے منہ میں محسوس ہوا تو اس کو نگلنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

ہندیہ میں ہے: الدموع إذا دخلت فم الصائم إن كان قليلا كالقطرة والقطرتين أو نحوها لا يفسد صومه،وإن كان كثيرا حتى وجد ملوحته في جميع فمه،واجتمع شيء كثير فابتلعه يفسد صومه،وكذا عرق الوجه إذا دخل فم الصائم كذا في الخلاصة.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،النوع الأول ما يوجب القضاء دون الكفارة،ج:1،ص:203)

☆☆☆

سوال: کیا نکسیر آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں اگر نکسیر پھوٹ گئی اور اس کو تھوک دیا تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اگرچہ اس کا اثر تھوک میں ظاہر ہوا ہو؛ البتہ اگر نکسیر کا خون حلق میں پہنچ کر پیٹ کی طرف نیچے اتر گیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا، قضا لازم ہوگی، کفارہ واجب نہیں۔

مجمع الأنھر میں ہے: وفي الخانية: لو دخل دمعه أو عرق جبهته أو دم رعافه حلقه فسد صومه۔

(عبد الرحمن شيخي زاده، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الألبحر، باب موجب الفساد، ج:1، ص:245)

☆☆☆

سوال: روزے کی حالت میں قے (اُلٹی) آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں قے اگر خود بخود آئے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، خواہ کم ہو یا زیادہ اور اگر روزہ دار نے منہ میں انگلی وغیرہ ڈال کر خود سے قے کی، تو اگر منہ بھر ہو اور روزہ دار ہونا یاد ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور کم ہو تو نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ ذَرَعَهُ القَيْئُ فَلَيسَ عَلَيه قَضَاءٌ، وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْيَقْضِ

ترجمہ: جس شخص کو (حالتِ روزہ میں) از خود قے آجائے تو اس پر قضاء نہیں اور (اگر) جان بوجھ کر قے کی تو وہ (اس روزہ کی) قضاء کرے

(ترمذی، السنن، ابواب الصوم، باب ما جاء فيمن استقاء عمداً، ج:2، ص:90، الحديث:720)

جدالممتار میں ہے: والحاصل ان ما دون ملء الفم لا يفسد مطلقا، واما ماكان ملء الفم فيشترط في الإفساد به شرطان، احدهما صنع الصائم أما في

اخراجه،وهو الاستقاء،أو ادخاله وهو الاعادة۔والثانی ان یکون ذلک الصنع وهو ذاکر للصوم۔

(الامام احمد رضا خان،جد الممتار علی رد المحتار،کتاب الصوم،ج:2،ص:206)

☆☆☆

سوال: کیا روزے کی حالت میں نمک وغیرہ چکھا جا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں بلا ضرورت کسی چیز کو چکھنا یا چبانا مکروہ ہے؛ لہذا نمک چکھنے سے روزے میں کراہت آئے گی۔ہاں ! اگر ضرورت کی بنا پر ہو تو مکروہ نہیں، مثلا: کسی عورت کا شوہر بدمِزاج ہو کہ کھانے میں نمک مِرچ زیادہ ہو گئی تو جھگڑا کرے گا، تو عورت کو نمک وغیرہ چکھنے کی اجازت ہے ؛مگر شرط ہے کہ چکھ کر تھونک دے، ورنہ اگر نمک حلق سے اتر گیا تو روزہ ٹوٹ ہو جائے گا۔

ہندیہ میں ہے:و كره ذوق شيئ ومضغه بلا عذر كذا في الكنز،و من العذر في الأول ما لو كان زوج المرأة و سيد ها سيئ الخلق فذاقت المرأة.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،کتاب الصوم،الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره،ج:1،ص:199)

☆☆☆

سوال: پائیریا کا مریض اپنا تھوک نگل لے تو اس کا روزہ فاسد ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: پائیریا کا مریض اپنا تھوک نگل لے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا؛کیوں کہ اس بیماری میں عام طور پر تھوک غالب ہوتا ہے اور پیپ مغلوب۔ہاں اگر پیپ کی مقدار تھوک

کے برابر یا اس سے زائد ہو تو اس کو نگلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

محیط برہانی میں ہے: الدم إذا خرج من الأسنان، ودخل الحلق إن كانت الغلبة للبزاق لا يفسد صومه، وإن كانت الغلبة للدم فسد صومه۔

(ابن مَازَةَ، المحيط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الصوم، الفصل الرابع فيما يفسد صومه وما لايفسد، ج:2، ص:385)

☆☆☆

سوال: کیا روزے کی حالت میں دانت سے خون نکلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں دانت سے خون نکلنے کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں:

- اگر خون حلق تک ہی رہا، پیٹ تک نہیں پہنچا تو روزہ بہر حال نہ ٹوٹے گا خواہ خون کم ہو یا زیادہ۔
- اگر خون پیٹ میں پہنچ جائے اور اس کا مزہ بھی محسوس ہو تو بہر حال روزہ ٹوٹ جائے گا۔
- اگر پیٹ میں پہنچ جائے؛ لیکن مزہ محسوس نہ ہو تو خون مغلوب ہونے کی صورت میں روزہ نہ ٹوٹے گا اور اگر خون غالب یا برابر ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ خون کے غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تھوک کا رنگ سرخ یا سرخی مائل ہو، اگر تھوک زردی مائل ہو تو خون کے غلبے کا حکم نہیں ہو گا۔

در مختار میں ہے: (أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه) يعني ولم يصل إلى جوفه أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد وإلا لا إلا إذا وجد

طعمه۔بزازية،واستحسنه المصنف وهو ما عليه الأكثر۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسد،ج:2،ص:396)

☆☆☆

سوال: اگر سوتے ہوئے دانت سے خون بے اختیاری طور پر اندر چلا جائے تو اس روزے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سوتے ہوئے اگر دانتوں سے خون نکل آئے تو اگر یہ یقین نہ ہو کہ خون والا لعاب حلق میں گیا ہے تو روزہ فاسد نہیں ہو گا، لیکن اگر یقین ہو کہ خون والا لعاب (تھوک) حلق میں گیا ہے تو پھر دیکھا جائے گا کہ اگر خون غالب تھا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور ایک دن کی قضا کرنا لازم ہوگی، اور اگر لعاب (تھوک) غالب تھا تو اس صورت میں روزہ فاسد نہیں ہو گا۔ خون کے غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تھوک کا رنگ سرخ یا سرخی مائل ہو، اگر تھوک زردی مائل ہو تو خون کے غلبے کا حکم نہیں ہو گا۔

اشباہ میں ہے: اليقين لا يزول بالشك۔

(ابن نجيم،الأشباه والنظائر لابن نجيم،ص:48)

محیط برہانی میں ہے: الدم إذا خرج من الأسنان،ودخل الحلق إن كانت الغلبة للبزاق لا يفسد صومه،وإن كانت الغلبة للدم فسد صومه۔

(ابن مَازَةَ،المحيط البرهاني في الفقه النعماني،كتاب الصوم،الفصل الرابع فيما يفسد صومه وما لا يفسد،ج:1،ص:385)

سوال: بلڈ پریشر کا مریض اگر زبان کے نیچے ٹِکیا رکھے تو اس سے روزہ فاسد ہو گا یا

نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جو گولی زبان کے نیچے رکھی جاتی ہے اس کے کچھ گھلنے کے بعد مریض نے اگر لعاب کو نگل لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر لعاب کو نہیں نگلا؛ بلکہ باہر تھونکتا گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

ہندیہ میں ہے: ولو مص الهليلج فدخل البزاق حلقه لم يفسد ما لم يدخل عينه كذا في الظهيرية.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الاول ما يوجب القضاء دون الكفارة،ج:1،ص:203)

(اسی طرح،،مجلسِ شرعی کے فیصلے،ج:2،ص:240،میں ہے۔)

☆☆☆

سوال: روزے کی حالت میں انسولین لگانے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزہ کی حالت میں انسولین لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(مجلس شرعی کے فیصلے،ج:2،ص:219)

النہر الفائق میں ہے: والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق.

(ابن نجيم،سراج الدين،النهر الفائق شرح كنز الدقائق،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسد،ج:2،ص:17)

☆☆☆

سوال: روزے کی حالت میں ڈائلیسس کرانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں ہیموڈائلیسس (گردے کی دھلائی) کے عمل سے روزہ نہیں ٹوٹے گا؛کیوں کہ اس عمل کا تعلق صرف خون سے ہے،اور براہِ راست،جوفِ معدہ میں اس کی وجہ سے کوئی چیز داخل نہیں ہوتی،اور پیری ٹونیل ڈائلیسس سے روزے کی حالت میں ممکن حد تک بچا جائے،اگر نہ بچ سکے تو احتیاطاً اس روزے کی قضا کرے۔

تحفۃ الفقہاء میں ہے: وأما الجائفة والأمة إذا داووهما فإن كان الدواء يابسا فلا يفسد لأنه لا يصل إلى الجوف وأما إذا كان رطبا فيفسد عند أبي حنيفة وعندهما لا يفسد،فأبو حنيفة اعتبر ظاهر الوصول بوصول المغذي إلى الجوف حقيقة۔

(السمرقندي،علاء الدين،تحفة الفقهاء،كتاب الصوم،ج:1،ص:356)

ہندیہ میں ہے: وفي دواء الجائفة والآمة أكثر المشايخ على أن العبرة للوصول إلى الجوف والدماغ لا لكونه رطبا أو يابسا حتى إذا علم أن اليابس وصل يفسد صومه،ولو علم أن الرطب لم يصل لم يفسد هكذا في العناية۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،الباب الأول ما يوجب القضاء دون الكفارة،ج:1،ص:203)

(ماخوذ از:مجلس شرعی کے فیصلے،ج:2،ص:226)

☆☆☆

سوال: سانس کے مریضوں کا روزے کی حالت میں انہیلر لینا روزے کو فاسد کرے گا یا نہیں؟اور ایسے مریضوں کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے کیا احکام ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: سانس کے مریض کئی قسم کے ہوتے ہیں:

❖ ایک وہ جو رات کے اوقات میں انہیلر استعمال کرلیں تو دن بھر انھیں انہیلر کی ضرورت

نہیں پڑے گی۔ ایسے لوگوں کے لیے روزے کے دن میں انہیلر کا استعمال جائز نہیں۔ بلا اضطرار و پریشانی دن میں استعمال کی صورت میں روزے کی قضا و کفارہ دونوں لازم ہوگا ،اور اگر انہیلر کا استعمال ضروری ہو تو اجازت ہے مگر روزے کی قضا کرنی ہوگی۔

❖ دوسرے وہ مریض جن کا مرض شدید ہے اور دن کو بھی انہیلر استعمال کئے بغیر نہیں رہ سکتے، تو وہ روزے نہ رکھیں __ اور جب انھیں سہولت کے ایام میسر ہوں تو روزے کی قضا کریں۔ بالفرض ایسے ایام میسر نہ ہوں اور عمر کے لحاظ سے انھیں آیندہ ایسے دن ملنے کی امید نہ ہو تو وہ روزے کا فدیہ دیں۔

(ماخوذ از:مجلس شرعی کے فیصلے،ج:2،ص:230)

☆☆☆

سوال:روزہ کی حالت میں ناف میں تیل لگانے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:روزے کی حالت میں ناف میں تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛کیوں کہ مَسام کے ذریعے کسی چیز کے معدے میں پہنچنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

در مختار میں ہے:(أو أدهن أو اكتحل أو احتجم)وإن وجد طعمه في حلقه".

وتحته في ردالمحتار:والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على أن من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه أنه لايفطر۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده،ج:2،ص:395)

سوال:روزے کے دوران اگر نزلہ ہوجائے تو وِکس اور بام وغیرہ کا استعمال کرسکتے

ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزہ کی حالت میں سَریاناک کے اوپر یااس کے اطراف میں وِکس بام لگاناجائز ہے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

ردالمحتار میں ہے: ولا يتوهم أنه كشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشبهه وبين جوهر دخان وصل إلى جوفه بفعله إمداد۔

(ابن عابدین،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده،ج:2،ص:395)

☆☆☆

سوال: اگر کوئی ناپاکی کی حالت میں روزہ شروع کرے تواس کاروزہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر کسی نے جنابت کی حالت میں سحری کی تواس کاروزہ تو ہوجاے گا؛کیوں کہ روزہ کے لیے پاک ہوناشرط نہیں؛لیکن غسل میں اتنی تاخیر کرناکہ فجر کی نماز قضا ہوجاے، گناہ ہے۔

درمختار میں ہے: (أو أصبح جنبًا و)إن بقي كل اليوم (لم يفطر)۔

(ابن عابدین،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده،ج:2،ص:400)

☆☆☆

سوال: روزہ دار نے سمجھا کہ سورج غروب ہوگیا اور افطار کرلیا، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا، تواس کا روزہ ہوا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر روزہ دار غلط فہمی کی وجہ سے غروبِ آفتاب سے پہلے ہی افطار کرلے تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا، اس روزے کی قضا لازم ہے، کفارہ لازم نہیں۔

(ملخصا:بہار شریعت،ج:1،حصہ پنجم،ص990)

☆☆☆

سوال: کیا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزہ میں سگریٹ نوشی سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے اور قضا و کفارہ بھی لازم آتے ہیں۔

فتاویٰ شامی میں ہے: (قوله:أنه لو أدخل حلقه الدخان)أي بأي صورة كان الإدخال،حتى لو تبخر ببخور وآواه إلى نفسه واشتمه ذاكرا لصومه أفطر لإمكان التحرزوبه علم حكم شرب الدخان،ونظمه الشرنبلالي في شرحه على الوهبانية بقوله ويمنع من بيع الدخان وشربه وشاربه في الصوم لا شك يفطرو**يلزمه** التكفير لو ظن نافعا۔ كذا دافعا شهوات بطن فقرروا.

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصوم،بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ وَمَا لَا يُفْسِدُهُ،مَطْلَبٌ يُكْرَهُ السَّحرُ إذَا خَافَ فَوْتَ الصُّبْحِ،ج:2،ص:395)

☆☆☆

سوال: روزے کی حالت میں گُل مَنجن کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزے دار کے لیے صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ہر طرح کا منجن استعمال کرنا مکروہ ہے، اور گُل منجن میں کراہت اور زیادہ ہے؛ کیوں کہ اس میں قدرے نشہ بھی ہوتا ہے اور اگر منجن کے اجزا، لُعاب کے ساتھ مل کر اندر چلے گئے تو روزہ بھی فاسد ہو جاے گا۔

فتاوی بحر العلوم میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ہے:

"فتاویٰ رضویہ (جلد چہارم، صفحہ 587) تمباکو کو جسے کھینی کہا جاتا ہے منھ میں رکھنے کو روزہ توڑنے والا بتایا ہے گل بھی اسی قسم کی ہے کھینی کی طرح اس کا بھی استعمال لوگ کرتے ہیں اس لئے اس کا استعمال بھی مفسد صوم ہے۔

(فتاوی البحر العلوم، ج:2، ص:286)

☆☆☆

سوال: منہ میں تمباکو رکھنے سے کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: منہ میں تمباکو رکھنے سے اس کا اثر چوں کہ دماغ اور معدے تک پہنچتا ہے؛ لہذا روزے کی حالت میں منہ میں تمباکو رکھنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس روزے کی قضا اور کفارہ بھی لازم ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: پان جب منہ میں رکھا جائے گا اس کا عرق ضرور حلق میں جائے گا۔ اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے وہ اگر منہ میں ڈالی جائے گی تو یقینا اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا۔ اور ناس تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سونگھی جائے گی ضرور دماغ کو پہنچے گی اور ان طلب والوں کے مقاصد بھی یو ہیں بر آئیں گے اور فقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے یہ سب شیطانی وسوسے ہیں ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اس کی فقط قضا نہیں

بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا کہ ان میں صلاح بدن وقضائے شہوت ہے اور بالفرض ان میں احتیاط یقینی کی صورت بھی متصور ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا۔ جیسے مباشرت فاحشہ کہ بے انزال ناقض نہیں مگر ممنوع ضرور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ”من وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یقع فیہ“ واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ, ج 4:ص:586-587)

☆☆☆

سوال: عورت کو روزے کی حالت میں حیض آجاے تو اس روزے کی قضا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: عورت کو اگر روزے کی حالت میں حیض آجائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس روزے کی قضا لازم ہوگی۔

بدائع الصنائع میں ہے: ولو حاضت المرأة اونفست بعد طلوع الفجر فسد صومها لأن الحيض والنفاس منافيان للصوم۔

(الكاساني،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،فصل أركان الصيام،ج:2،ص:94)

درمختار میں ہے: يمنع الصلاة مطلقا ولو سجدة شكر وصومًا وجماعًا وتقضيه لزومًا دونها للحرج.

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،باب الحيض،ج:1،ص:290)

سوال: کیا حیض یا نفاس کی وجہ سے ٹوٹے ہوئے روزوں کی قضا کا حکم ہر طرح کے

روزے کے لیے ہے یا یہ حکم صرف رمضان کے فرض روزوں کے ساتھ خاص ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حیض و نفاس کی وجہ سے ٹوٹے ہوئے روزوں کی قضا کا حکم، ہر طرح کے روزے کے لیے ہے، خواہ فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل۔

تاتارخانیہ میں ہے: لو شرعت في صلاة التطوع أو الصوم فحاضت، تقضي.

(التاتارخانية، كتاب الطهارة، باب الحيض، ج:1، ص:532)

☆☆☆

سوال: روزے کی حالت میں اگر عورت کو ظہر کے بعد حیض آجائے تو عورت کے لیے اس کے بعد کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دن میں جس وقت بھی حیض آجائے اس وقت سے لے کر مغرب تک اس عورت پر کھانے پینے کی کوئی پابندی نہیں البتہ سب کے سامنے کھانے پینے سے پرہیز کرے۔

کب روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے اور کب نہیں؟

سوال: کن صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر مرض اس طرح کا ہو کہ روزہ رکھنے کی صورت میں جان جانے یا کسی عضو کے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو یا روزہ رکھنے سے مرض کے بڑھ جانے یا اس کے لمبا ہو جانے کا خوف ہو، اور اس کا علم خواہ سابقہ تجربہ کی بنا پر ہو یا کسی ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹر کے بتانے کی بنا پر ہو، جس کے علاج پر دل مطمئن ہو، خواہ وہ ڈاکٹر مسلمان ہو یا نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، لیکن بعد میں اس کی قضا لازم ہے۔

ہندیہ میں ہے: (ومنها المرض) المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتدادها فكذلك عندنا، وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط. ثم معرفة ذلك باجتهاد المريض والاجتهاد غير مجرد الوهم بل هو غلبة ظن عن أمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق كذا في فتح القدير.

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الفصل الخامس، في الأعذار التي تبيح الافطار، ج:1، ص:207

"مجلس شرعی کے فیصلے" میں ہے: خاص حالات یعنی جب طبیب دوران علاج کوئی ایسی ہدآیت کرے جس کا تعلق براہ راست دیانات سے ہو یعنی اس سے کسی عبادت کا ترک یا ابطال یا حرام کا ارتکاب یا نجاست سے آلودگی واقع ہو تو اصل حکم یہ ہے کہ معالج (۱)... حاذق ہو (۲)... مسلمان ہو (۳)... صاحب تقوی، یا ظاہرا دین دار ہو، لیکن دین دار طبیب کی سخت کم یابی

اور حرج شدید کی وجہ سے اب فاسق اور کافر طبیب سے علاج کی اجازت ہے بشرطے کہ تحری کے بعد مریض کا دل اس بات پر جمے کہ یہ طبیب خواہ مخواہ کوئی ایسا علاج تجویز نہیں کرتا جس کے باعث ایک مسلمان کو کسی حرام کا ارتکاب کرنا پڑے، اور جب فاسق، حاذق مسلم طبیب ملے تو غیر مسلم کے علاج سے پرہیز کرے۔

(مجلس شرعی کے فیصلے،ج:1،ص:317)

☆☆☆

سوال: حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان یا بچہ کے نقصان کا صحیح اندیشہ ہو تو اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، مگر بعد میں ان روزوں کی قضا لازم ہے۔

ہندیہ میں ہے: ومنها حبل المرأة،وإرضاعها)الحامل والمرضع إذا خافتا على أنفسهما أو،ولدهما أفطرتا وقضتا،ولا كفارة عليهما كذا في الخلاصة.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،الفصل الخامس،في الأعذار التي تبيح الإفطار،ج:1،ص:207)

☆☆☆

سوال: اگر کسی کو رمضان کے روزے کے دوران تیز بخار آجائے، یا کوئی ایسی دقت پیش آجائے جس میں دوا کھانے کی سخت ضرورت پڑ جائے، تو کیا اس صورت میں اسے روزہ توڑ کر دوا کھانے کی اجازت ہے؟ یا اس پر روزے کو پورا کرنا لازم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر روزے کی حالت میں ایسی دقت پیش آجائے جس میں دوا کے بغیر کوئی

چارہ نہ رہے تو روزہ توڑ دینا جائز ہے،اس میں کوئی حرج نہیں،البتہ بعد میں اس روزے کے بدلے ایک روزہ رکھنا لازم ہے۔

ہندیہ میں ہے: المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع،وإن خاف زيادة العلة وامتدادها فكذلك عندنا،وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،الفصل الخامس،في الأعذار التي تبيح الإفطار،ج:1،ص:207

☆☆☆

سوال: بعض لوگ معمولی سی طبیعت بگڑنے یا بھوک یا پیاس لگنے پر روزہ توڑ دیتے ہیں،ایسے لوگوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: معمولی مرض اور معمولی بھوک پیاس لگنے کی بنا پر روزہ چھوڑنا جائز نہیں،اور نہ ہی اس کی بنا پر روزہ توڑنے کی اجازت ہے،روزہ توڑنے کی صورت میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا،ہاں اگر مرض یا بھوک پیاس اتنی بڑھ جائے کہ اپنی جان یا عقل کے نقصان کا خوف ہو تو روزہ توڑنے سے کفارہ لازم نہیں ہوگا،صرف قضا لازم ہوگی۔

ہندیہ میں ہے: (ومنها العطش والجوع كذلك)إذا خيف منهما الهلاك أو نقصان العقل كالأمة إذا ضعفت عن العمل وخشيت الهلاك بالصوم.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،الفصل الخامس،في الأعذار التي تبيح الإفطار،ج:1،ص:20)

☆☆☆

سوال: مرض کی وجہ سے ہر دس منٹ میں کان میں دوا ڈالنی پڑتی ہے، ایسی صورت میں روزے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: روزے کی حالت میں کان میں دوا ڈالی اور وہ پردے کے اندر چلی گئی تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے، لہذا اگر کان میں شدید تکلیف ہو یا مرض کے بڑھنے کا خطرہ ہو یا اس مرض کی وجہ سے کوئی ماہر طبیب ہر دس منٹ میں کان کے اندرونی حصے میں دوا لگانے کا مشورہ دے تو ایسی مجبوری میں روزہ چھوڑ دینے کی گنجائش ہوگی، بعد میں اس روزے کی قضا لازم ہوگی۔

☆☆☆

سوال: بعض لوگ روزے کی حالت میں بڑی مشقتوں والا کام کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے بیمار پڑ جانے کا خطرہ رہتا ہے، تو کیا شریعت ایسے لوگوں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت دیتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ایسے لوگ جب تک واقعی بیمار نہ پڑ جائیں تب تک محض بیماری کے اندیشہ کے سبب روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔

ہندیہ میں ہے: المحترف المحتاج إلى نفقته علم أنه لو اشتغل البحرفته يلحقه ضرر مبيح للفطر يحرم عليه الفطر قبل أن يمرض كذا في القنية۔

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الفصل الخامس، في الأعذار التي تبيح الإفطار، ج:1، ص:207

فدیہ کا بیان

سوال: ایک روزے کا فدیہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہر روزہ کے بدلے دونوں وقت، ایک مسکین کو بھر پیٹ کھانا کھلانا یا ہر روزہ کے بدلے میں ایک صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو پیسہ یا غلہ وغیرہ دینا، ایک روزے کا فدیہ ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے: لكل يوم نصف صاع من بر" أو قيمته۔

(الشرنبلالي، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص:206)

☆☆☆

سوال: اگر کسی مریض نے اپنے مرض کی وجہ سے روزوں کا فدیہ ادا کر دیا؛ لیکن بعد میں روزہ رکھنے پر قادر ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر وہ شخص فدیہ دینے کے بعد دوبارہ روزہ رکھنے پر قادر ہو گیا، تو اس کا ادا کردہ فدیہ بے کار ہو جائے گا، اور اس پر ان روزوں کی قضا رکھنا لازم ہو گا۔

ہندیہ میں ہے: ولو قدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذي فداه حتى يجب عليه الصوم هكذا في النهاية۔

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الفصل الخامس، في الأعذار التي تبيح الإفطار، ج:1، ص:207

☆☆☆

سوال: شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہو گئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے

گا، تو اس کے لیے اپنے روزوں کا فدیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: شیخ فانی جب روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اُس میں اتنی طاقت آنے کی اُمید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا، تو بلا شبہ اُسے روزہ نہ رکھنے اور روزوں کے بدلے فدیہ دینے کی اجازت ہے۔

ہندیہ میں ہے: (ومنها: كبر السن) فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكينا كما يطعم في الكفارة كذا في الهداية.

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الفصل الخامس، في الأعذار التي تبيح الإفطار، ج:1، ص:207

☆☆☆

سوال: کیا شروع رمضان میں فدیہ دینے کی اجازت ہے؟ یا رمضان کے ختم ہونے کے بعد دینا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: شروع رمضان ہی میں پورے رمضان کا فدیہ دے یا آخر میں دے، دونوں صورتوں میں فدیہ ادا ہو جائے گا۔

ہندیہ میں ہے: ثم إن شاء أعطى الفدية في أول رمضان بمرة، وإن شاء أخرها إلى آخره كذا في النهر الفائق.

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الفصل الخامس، في الأعذار التي تبيح الإفطار، ج:1، ص:207)

سوال: کیا تمام روزوں کا فدیہ کسی ایک مسکین کو دینا درست ہے؟ یا ایک مسکین کو ایک

ہی فدیہ دیا جاسکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ایک ہی مسکین کو کئی دن کا فدیہ دینا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

در مختار میں ہے: أعطى هنا مسكينا صاعا عن يومين جاز۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصوم، فصل في العوارض المبيحة، ج:2، ص:427)

☆☆☆

سوال: میت کی طرف سے قضا نماز اور روزوں کا فدیہ کیسے دیا جائے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: واضح رہے کہ کوئی بھی آدمی دوسرے کی طرف سے قضا نمازیں ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی ادا کرنے سے وہ ادا ہو سکتی ہیں، یہی حکم روزوں کا بھی ہے، چاہے دوسرا آدمی زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو، البتہ فوت شدہ آدمی کے ذمہ واجب الادا نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کیا جا سکتا ہے، چنانچہ اگر کسی آدمی کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ قضا نمازیں اور روزے باقی ہوں تو اگر اس نے اپنی قضا نمازوں یا قضا روزوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو ورثاء پر لازم ہے کہ اس کے ایک تہائی ترکہ میں سے قضا نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کریں، اگر ایک تہائی ترکے میں سے تمام قضا نمازوں یا روزوں کا فدیہ ادا ہو جائے تو بہتر، ورنہ جتنی قضا نمازوں یا روزوں کا فدیہ ادا ہو جائے وہ ادا کیا جائے، ایک تہائی سے زائد سے فدیہ ادا کرنا واجب نہیں ہوگا، اسی طرح اگر اس نے وصیت ہی نہ کی ہو تو بھی ورثاء پر فدیہ ادا کرنا لازم نہیں ہوگا، البتہ ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا اور میت پر بڑا احسان ہوگا؛ لہٰذا اگر کسی میت کے بارے میں معلوم ہو کہ اس کے ذمے نمازیں یا روزے قضا باقی ہیں اور ورثاء اصحابِ استطاعت ہوں تو انہیں فدیہ ادا کر دینا چاہیے۔

در مختار میں ہے:(العبادة المالية) كزكاة وكفارة (تقبل النيابة)عن المكلف (مطلقاً)عند القدرة والعجز ولو النائب ذمياً؛ لأن العبرة لنية الموكل ولو عند دفع الوكيل (والبدنية)كصلاة وصوم (لا)تقبلها (مطلقاً،والمركبة منهما) كحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط).

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،باب الحج عن الغير،ج:2،ص:594)

ردالمحتار میں ہے:(وإنما يعطي من ثلث ماله)أي فلو زادت الوصية على الثلث لا يلزم الولي إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،باب قضاء الفوائت،ج:2،ص:73)

☆☆☆

سوال: ایک نماز یا ایک روزے کا فدیہ کتنا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ایک نماز اور ایک روزے کا فدیہ ایک صدقہ فطر کے برابر ہے اور روزانہ وتر کے ساتھ چھ نمازیں ہیں تو ایک دن کی نمازوں کے فدیے بھی چھ ہوئے۔

در مختار میں ہے:(ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر) كالفطرة(وكذا حكم الوتر)والصوم.

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،باب قضاء الفوائت،ج:2،ص:72)

☆☆☆

سوال: کسی کو ایسی بیماری ہے کہ وہ رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتا تو اس کے روزوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کے لیے فدیہ دینا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ایسا مریض جو رمضان میں روزہ رکھنے کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہو تو اس پر لازم ہے کہ بعد میں روزے رکھے، اگر گرمی میں نہیں رکھ سکتا تو سردی میں رکھے، اگر لگاتار نہیں رکھ سکتا تو وقفہ کر کے رکھے۔

اگر ان صورتوں میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کے لیے فدیہ دینا جائز نہ ہو گا۔ ہاں اگر فی الحال روزے نہیں رکھ سکتا اور آئندہ مستقبل میں بھی بظاہر روزے پر قدرت حاصل ہونے کی کوئی امید نہ ہو تو اس کے لیے فدیہ دینا جائز ہے۔

☆☆☆

سوال: کیا کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: نہیں! کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نہ تو نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی روزے رکھ سکتا ہے، ہاں جس کے ذمہ روزہ یا نماز ہو، وہ اگر وفات پا جائے تو اس کے روزے و نماز کے بدلے میں مسکین کو فدیہ دینا جائز بلکہ بہتر ہے۔

در مختار میں ہے: لا يصوم أحد عن أحد ولا يصلي أحد عن أحد ولكن يطعم عنه وليه۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصوم،فصل في العوارض المبيحة،ج:2،ص:425)

سوال: کن دنوں میں روزے کی قضا رکھنا منع ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس شخص پر رمضان کے روزے کی قضا لازم ہو وہ سال میں پانچ دنوں اور ماہِ

رمضان کے علاوہ بقیہ ایام میں روزے کی قضا کر سکتا ہے۔

پانچ دن جن میں روزہ رکھنا منع ہے وہ یہ ہیں: ایک دن عید الفطر کا (یعنی یکم شوال)، اور چار دن ذوالحجہ کے مہینے میں لگاتار، یعنی 13، 12، 11، 10 ذوالحجہ۔ ان مذکورہ پانچ دنوں کے علاوہ جس دن قضا روزہ رکھنا چاہے اس دن کی صبحِ صادق کے طلوع سے پہلے (یعنی فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے) روزے کی نیت کر لے، رات سے بھی روزے کی نیت کر سکتا ہے، اگر طلوعِ صبحِ صادق سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی تو اس دن قضا روزہ رکھنا درست نہ ہوگا۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج:1، ص:394)

کفارہ کا بیان

سوال: رمضان کے روزوں کا کفارہ کن کن صورتوں میں واجب ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: رمضان میں روزہ دار مکلّف مقیم نے کہ ادائے روزہ رمضان کی نیّت سے روزہ رکھا اور کسی قابل شہوت انسان کے ساتھ جماع کیا، انزال ہوا ہو یا نہیں، یا اس روزہ دار کے ساتھ جماع کیا گیا، یا کوئی غذا یا دوا کھائی یا پانی پیا یا کوئی چیز لذّت کے لیے کھائی یا کوئی ایسا فعل کیا، جس سے افطار کا گمان نہ ہوتا ہو اور اس نے گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا پھر قصداً کھا پی لیا، مثلاً فصد یا پچھنا لیا یا سُرمہ لگایا یا عورت کو چُھوا یا بوسہ لیا، مگر ان سب صورتوں میں انزال نہ ہوا وغیرہ۔ اب ان افعال کے بعد قصداً کھا لیا، تو ان صورتوں میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہے۔

ہندیہ میں ہے: جامع عمداً في أحد السبيلين فعليه القضاء والكفارة، ولا يشترط الإنزال في المحلين، كذا في الهداية. وعلى المرأة مثل ما على الرجل إن كانت مطاوعةً، وإن كانت مكرهةً فعليها القضاء دون الكفارة... إذا أكل متعمداً ما يتغذى به أو يتداوى به يلزمه الكفارة، وهذا إذا كان مما يؤكل للغذاء أو للدواء فأما إذا لم يقصد لهما فلا كفارة وعليه القضاء، كذا في خزانة المفتين وإذا أصبح غير ناو للصوم ثم نوى قبل الزوال ثم أكل فلا كفارة عليه، كذا في الكشف الكبير۔

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة، ج:1، ص:205)

سوال: ایک روزے کا کفارہ کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: مسلسل ساٹھ روزے رکھنا۔ اگر درمیان میں ایک روزہ بھی رہ جائے تو از سرِ نو رکھنا لازم ہوں گے، البتہ عورت کے مخصوص دنوں میں جو ناغے ہوں گے ان کا اعتبار نہیں ہوگا اور اگر روزوں پر قدرت نہ ہو تو ساٹھ فقیروں کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا، یا ساٹھ فقیروں میں سے ہر ایک کو صدقۂ فطر کے برابر غلہ وغیرہ دینا، ایک روزے کا کفارہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے: (قوله: كفر ككفارة المظاهر) فيعتق أولا فإن لم يجد صام شهرين متتابعين فإن لم يستطع أطعم ستين مسكينا لحديث الأعرابي المعروف في الكتب الستة فلو أفطر ولو لعذر استأنف إلا لعذر الحيض۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسد ه،. ج:2،ص:412)

ہندیہ میں ہے: وكفارة الإفطار في شهر رمضان إذا عجز عن الإعتاق لفقره وعجز عن الصوم لكبره جاز له أن يطعم ستين مسكينا؛ لأن هذا صار بدلا عن الصيام بالنص كذا في شرح الطحاوي.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة،ج:1،ص:207)

☆☆☆

سوال: ایک مسکین کو ساٹھ دن صدقہ فطر کے برابر غلہ وغیرہ دیتا رہے یا ایک ہی دن ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو صدقہ فطر کی مقدار دے دے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: دونوں جائز ہے۔ اور ایسا کرنے سے فدیہ ادا ہوجائے گا؛ البتہ ایک ہی دن میں

سارا غلہ یا اس کی قیمت ایک ہی فقیر کو دے دیا تو صرف ایک دن کا کفارہ ادا ہو گا۔

ہندیہ میں ہے: لو أعطى مسكينا واحدا ستين يوما كل يوم نصف صاع جاز كذا في الفتاوى السراجية،ولو أعطى مسكينا واحدا كله في يوم واحد لا يجزيه إلا عن يومه ذلك وهذا في الإعطاء بدفعة واحدة وإباحة واحدة من غير خلاف أما إذا ملكه بدفعات فقد قيل يجزيه،وقيل:لا يجزيه إلا عن يومه ذلك وهو الصحيح كذا في التبيين۔

(مجموعة من المؤلفين ,الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،الباب العاشر في الكفارة،ج:1،ص:513)

☆☆☆

سوال: صدقہ فطر کی مقدار غلہ یا قیمت دینے کے بجائے اگر ساٹھ مسکینوں کو ایک دن صبح و شام، یا ایک مسکین کو ساٹھ دن صبح و شام کھانا کھلا دے، تو کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: صورت مسئولہ میں کفارہ ادا ہو جائے گا۔

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے رات میں رمضان کے روزہ رکھنے کی نیت نہیں کی تھی بلکہ سورج نکلنے کے بعد نیت کر لی، پھر اس کا ارادہ بدل گیا اور روزہ توڑ دیا، تو کفارہ لازم ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: جس جگہ روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے اس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی سے رمضان کے روزے کی نیّت کی ہو، اگر دن میں نیّت کی اور توڑ دیا تو اس روزے کی قضا لازم ہے؛ لیکن کفارہ لازم نہیں۔

محیط برہانی میں ہے: أصبح في رمضان لا ينوي الصوم فأكل أو شرب، فلا

كفارة عليه.

(ابن مَازَةَ،المحيط البرهاني في الفقه النعماني،كتاب الصوم،الفصل التاسع فيما يصير شبهة في إسقاط الكفارة،ج:2،ص:396)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے رمضان کے قضا یا سنت و نفل کے روزے کو بغیر کسی عذر کے توڑ دیا تو کفارہ لازم ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: رمضان کے قضا یا سنت و نفل کے روزے کی نیت کر کے بلا کسی شرعی عذر کے توڑنا جائز نہیں ؛لیکن اگر روزہ توڑ دیا تو صرف قضاء واجب ہو گی، کفارہ واجب نہیں ہو گا۔ کفارہ صرف رمضان میں کسی روزے کو بلا عُذر توڑنے سے لازم ہوتا ہے، رمضان کے بعد نہیں۔

النہر الفائق میں ہے: ولا كفارة وبإفساد صوم غير رمضان۔

(ابن نجيم،سراج الدين،النهر الفائق شرح كنز الدقائق،باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده،ج:2،ص:22)

☆☆☆

سوال: کیا جماع کرنے سے مرد اور عورت دونوں پر کفارہ لازم ہوتا ہے یا صرف مرد پر؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: جماع سے مرد اور عورت دونوں پر کفارہ لازم ہوتا ہے۔

ہندیہ میں ہے: وعلى المرأة مثل ما على الرجل.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة،ج:1،ص:205)

سوال: اگر مرد نے عورت کو جماع پر مجبور کیا تو کیا اس صورت میں بھی عورت پر کفارہ لازم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر عورت کو مجبور کر کے اس سے جماع کیا گیا تو اس پر صرف قضا لازم ہے، کفارہ لازم نہیں۔ مجبوری سے مراد اِکراہِ شَرعی ہے، جس میں قتل یا جسم کے کسی حصے کو کاٹنے یا سخت مار کی صحیح دھمکی دی جائے اور عورت کو لگے کہ اگر مرد کی بات نہ مانا تو یہ جو کہہ رہا ہے اس کو کر ڈالے گا، تو اس صورت میں عورت مجبور سمجھی جائے گی، اور اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا، ورنہ لازم ہوگا۔

ہندیہ میں ہے: وعلى المرأة مثل ما على الرجل إن كانت مطاوعةً، وإن كانت مكرهةً فعليها القضاء دون الكفارة.

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة، ج:1، ص:205)

تاتارخانیہ میں ہے: ان كانت مكرهة فلا كفارة عليها۔

(عالم بن علاء، التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الخامس في وجوب الكفارة في إفساد الصوم. ج:2، ص:287)

سوال: اگر کسی نے رمضان میں قے کی اور اس کو پتہ نہ ہو کہ اس سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ پھر اس نے قصداً کھا، پی لیا تو اس پر کفارہ ہے یا صرف قضا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر کسی شخص کا غالب گمان یہ ہو کہ قے (الٹی) سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور پھر قے آنے کے بعد کچھ کھا کر روزہ توڑ دیتا ہے تو ایسی صورت میں صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم

نہیں ہو گا، اور اگر اسے معلوم ہو کہ الٹی آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، تو ایسی صورت میں الٹی کے بعد قصداً کھانے پینے سے کفارہ لازم ہو گا۔

فتاوی شامی میں ہے: وكذا لو ذرعه القيء وظن أنه يفطره فأفطر، فلا كفارة عليه لوجود شبهة الاشتباه بالنظير فإن القيء والاستقاء متشابهان.. وإن علم أن ذلك لا يفطره فعليه الكفارة؛ لأنه لم توجد شبهة الاشتباه ولا شبهة الاختلاف۔

(ابن عابدين، الدر المختار وحاشية ابن عابدين كتاب الصوم، بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ وَمَا لَا يُفْسِدُهُ، ج:2، ص:402)

☆☆☆

سوال: اگر کسی شخص نے آنکھ میں سرمہ لگایا، یا بدن میں تیل لگایا اور سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان بوجھ کر کھا پی لیا تو اس پر کفارہ لازم ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اس صورت میں کفارہ لازم ہے۔

ہندیہ میں ہے: وإذا اكتحل أو دهن نفسه أو شاربه ثم أكل متعمدا فعليه الكفارة إلا إذا كان جاهلا فأفتي له بالفطر فلا تلزمه الكفارة هكذا في فتاوى قاضي خان۔

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة، ج:1، ص:106)

☆☆☆

سوال: کسی شخص نے بھول کر کھانا وغیرہ کھا لیا اور پھر یاد آنے پر سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ

گیا، پھر جان بوجھ کر کھالیا، تو اس پر کفارہ ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: بھول کر کھانے، پینے یا جماع کرنے کے بعد، جان بوجھ کر کھانے پینے والے پر کفارہ لازم نہیں۔

ہندیہ میں ہے: أكل أو شرب أو جامع ناسيا وظن أن ذلك فطره فأكل متعمدا لا كفارة عليه،وإن علم أن صومه لا يفسد بالنسيان عند أبي حنيفة ـ رحمه الله تعالى لا تلزمه هو الصحيح هكذا في الخلاصة۔

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة،ج:1،ص:106)

☆☆☆

سوال: کسی نے مسواک کرنے کے بعد سمجھا کہ مسواک کرنے سے روزہ ٹوٹ گیا، پھر جان بوجھ کر کھالیا تو اس پر کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: مسواک کرنے کے بعد جان بوجھ کر کھانے والے پر قضا و کفارہ لازم ہے۔

ہندیہ میں ہے: ولو استاك فظن أن ذلك أفطره فأكل بعد ذلك متعمدا عليه القضاءوالكفارة كذا في الخلاصة.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة،ج:1،ص:106)

☆☆☆

سوال: کسی نے کسی کی غیبت کی، یا کسی کو گالی دی اور سمجھا کہ ایسا کرنے سے روزہ ٹوٹ

گیا، پھر جان بوجھ کر کھالیا تو اس پر کفارہ لازم ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ایسے شخص پر قضا و کفارہ واجب ہے۔

ہندیہ میں ہے: ولو اغتاب إنسانا فظن أن ذلك يفطره ثم أكل بعد ذلك متعمدا فعليه الكفارة،وإن استفتى فقيها أو تأول حديثا كذا في البدائع. وبه قال عامة العلماء كذا في فتاوى قاضي خان.

(مجموعة من المؤلفين،الفتاوى الهندية،كتاب الصوم،النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة،ج:1،ص:106)

☆☆☆

سوال: اگر کسی نے ایک ہی رمضان میں دو یا دو سے زیادہ روزے توڑے، یا ایسا کام کیا جس سے کفارہ لازم ہوتا ہے تو کیا ان روزوں کے بدلے ایک ہی کفارہ کافی ہو گا یا ہر روزہ کے بدلے ایک کفارہ دینا ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: اگر ایک رمضان میں ایک سے زیادہ کفارے لازم ہوئے تو ایک کفارہ سب روزوں کی طرف سے کافی ہو گا، ہر روزے کے بدلے میں ایک کفارہ لازم نہیں، ہاں اگر کفارہ ادا کرنے کے بعد پھر سے کفارہ لازم ہوا تو اب پھر سے کفارہ دینا پڑے گا۔

درمختار میں ہے: ولو تكرر فطره ولم يكفر للأول يكفيه واحدة .

وتحته في الشامية:أما لو كفر فعليه أخرى في ظاهر الرواية۔

(ابن عابدين،الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم و ما لايفسده.ج:2،ص:413)

سوال: کفارہ کب ساقط ہوجاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اگر کسی نے روزے کی حالت میں ایسا کام کیا جس سے کفارہ لازم ہوتا ہے اور پھر اسی دن ایسا بیمار پڑا کہ جس میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہوتی ہے یا عورت کو حیض آجائے تو اس سے کفارہ ساقط ہوجائے گا، صرف قضا لازم ہوگی۔

محیط برہانی میں ہے: إذا مرض الرجل سقط عنه الكفارة،وكذلك إذا أكلت أو شربت،ثم حاضت أو مرضت في ذلك اليوم لا كفارة عليها۔

(ابن مَازَةَ،المحيط البرهاني في الفقه النعماني،الفصل التاسع فيما يصير شبهة في إسقاط الكفارة،ج:2،ص:394)

تم الجزء الأول من "فتاوى حبيبيه"بعون الملك الكريم، ونسأل الله تعالى أن يخلصنا من محن الدنيا و فتن الدين و يجعلنا من حزبه المفلحين و أن يغفرلنا و لوالدينا و لمشايخنا و لاحبابنا و للمسلمين، إنه منعم كريم، والصلاة والسلام على سيدنا محمد حبيب الرحمن و آله وصحبه المشار إليهم بالبنان .